بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۲۷ (27)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مترجم

پارہ ۲۷

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
۲۷۹- بریٹو روڈ- فون: ۷۲۳۲۲۵۴

www.drhasanrizvi.com

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمۂ اوقاف سندھ) کراچی

تصدیق نامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ"

میں نے "پاک محرم ایجوکیشن، نمائش" کا شائع کردہ **"ستائیسواں پارہ"** قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ مع ترجمہ وتفسیر "کو بغور پڑھا ہے، اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ! ترمیم واصلاح کے مراحل سے گزر کر تمام غلطیوں سے مبرا ہو گیا ہے۔

دورانِ طباعت اگر زبر، زیر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ وغیرہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس کا متنِ کتابت کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علی عمران صدیقی
مدرس دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
خطیب جامع مسجد بیت المعمور، اورنگی

فہرست پارہ ۲۷

شمار	عناوین	صفحہ
۱	آیت ۳۱ کی تشریح	۵۱۷۸
۲	قوم لوط کا قصہ اور علاقہ	۵۱۷۹
۳	آیت ۳۷ کے نتائج اور تعلیمات	۵۱۸۲
۴	بڑی نشانی ' نشانی سے مراد	۵۱۸۳
۵	مسرفین اور فاسقین سے مراد	۵۱۹۰
۶	"اَیدٍ" کے معنی و مراد	۵۱۹۱
۷	اللہ کی کوئی ضد نہیں	۵۱۹۳
۸	ففروا - "پس دوڑو" سے مراد	۵۱۹۵
۹	تبلیغ کا اصول اور قاعدہ	۵۱۹۸
۱۰	آیت ۵۵ کی تشریح	"
۱۱	آیت ۵۶ جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا	۵۱۹۹
۱۲	عبادت کا مفہوم	۵۲۰۰
۱۳	عبدیت کا مقصد	"
۱۴	اللہ اُن سے کھانا نہیں مانگتا	۵۲۰۱
۱۵	ظالموں کے ساتھ والوں سے مراد	۵۲۰۲
۱۶	ظالم اور کافر	۵۲۰۳
۱۷	عقل دشمنوں کو جواب	۵۲۰۳
۱۸	سورۃ الطور کے فضائل و خصائص	۵۲۰۴
۱۹	سورۃ الطور	۵۲۰۵
۲۰	الطور کے معنی و مراد	"
۲۱	بیت المعمور کے معنی و مراد	۵۲۰۶
۲۲	البحر المسجور سے مراد	۵۲۰۷
۲۳	تمور کے معنی	۵۲۰۸
۲۴	آیت ۸ کے نتائج	۵۲۰۹
۲۵	آیت ۱۹ کی تشریح	۵۲۱۰
۲۶	مُتکِئین کی تشریح	"
۲۷	مومن کی اولاد بھی فائدے حاصل کرے گی	۵۲۱۱
۲۸	گروی کی تشریح	۵۲۱۲
۲۹	جب انسان پر موت کا وقت آتا ہے	۵۲۱۳
۳۰	سموم کے معنی	۵۲۲۰
۳۱	"بَر" کے اصل معنی	"
۳۲	قریش مکہ کی انتہائی جہالت کا ذکر	۵۲۲۲

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

ب

شمار	عناوین	صفحہ
۳۳	شانِ نزول آیت ۲۹	۵۲۲۲
۳۴	کاھن کے معنی	۵۲۲۳
۳۵	"مَنون" کے معنی	۵۲۲۴
۳۶	خداوندِ عالم کے ذو الفاظ کا کمال	۵۲۲۶
۳۷	قرآن خدا کا کلام ہے	۵۲۲۸
۳۸	اِن آیات کا اصل مطلب	۵۲۲۹
۳۹	اِن آیات میں تمام سوالات انکاری ہیں	۵۲۳۱
۴۰	رسالت کے معاوضے کا ذکر	۵۲۳۲
۴۱	اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو	۵۲۳۵
۴۲	مجلس و محفل سے اُٹھتے وقت کی دعا	۵۲۳۶
۴۳	پانچ نمازوں کا تین اوقات میں ذکر فرمایا ہے	۵۲۳۷
۴۴	سورۃ النجم ۵۳ کے فضائل	۵۲۳۸
۴۵	" "	۵۲۳۹
۴۶	شانِ نزول آیت ۱	۵۲۴۰
۴۷	آیت میں "مَا ضَلَّ" کی تشریح	"
۴۸	رسولؐ وحی کے بغیر کلام نہیں کرتے	۵۲۴۲
۴۹	وحیٌ یُوحیٰ کے معنی	"
۵۰	عَلّمہٗ شَدیدُ القُویٰ سے مراد	۵۲۴۴
۵۱	"فَاستَویٰ" سے مراد	"
۵۲	ذو مرّۃ کے معنی	۵۲۴۴
۵۳	اُفُق الاعلیٰ سے مراد	"
۵۴	مرکزِ جلالِ الٰہی سے اور قریب ہوگئے	۵۲۴۵
۵۵	وہ وحی کیا تھی ؟	۵۲۴۶
۵۶	دیدارِ الٰہی	۵۲۴۷
۵۷	آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ کا بیان	"
۵۸	اللہ کو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں	۵۲۴۸
۵۹	قلب کی آنکھوں سے مشاہدۂ قدرت	۵۲۴۹
۶۰	شہودِ باطنی	"
۶۱	سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے ؟	۵۲۵۰
۶۲	تفسیرِ اہلِ بیتؑ ؟	۵۲۵۱
۶۳	جنّت الماویٰ	"
۶۴	وہ نشانیاں جو معراج پر دیکھیں	۵۲۵۲
۶۵	معراج کا مقصد	۵۲۵۳
۶۶	معرفت اور اسباق	۵۲۵۴
۶۷	افضل عمل کونسا ہے ؟	"
۶۸	دنیا والے وہ ہیں	۵۲۵۵
۶۹	اہلِ جنّت کی نشانیاں	"
۷۰	وہ زندگی جو زیادہ باقی رہنے والی ہے	۵۲۵۷

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۷۱	عربوں کے تین مشہور بت	۵۲۶۰
۷۲	آیت ۲۲ "ضِیزیٰ" کی تشریح	۵۲۶۱
۷۳	گمراہی کے دو اسباب	״
۷۴	جو ذکرِ الٰہی سے منھ پھیر لے تم بھی اس سے منھ پھیر لو	۵۲۶۵
۷۵	خدا کے ذکر سے مراد	۵۲۶۶
۷۶	خدا کے ذکر کے فائدے	״
۷۷	فواحش اور لَمَم کی تشریح	۵۲۶۸
۷۸	گناہانِ کبیرہ کون کون سے ہیں	״
۷۹	اپنی تعریف کرنے کی مذمت	۵۲۶۹
۸۰	آیت ۳۳ تا ۳۷ شانِ نزول مغیرہ کے لیے	۵۲۷۰
۸۱	کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا	۵۲۷۲
۸۲	روزِ قیامت ہر شخص کا عمل آشکار ہوگا	״
۸۳	دنیا میں ہر فرد کی مووی تیار ہو رہی ہے	۵۲۷۳
۸۴	ہوشیار ہوشیار ہوشیار	״
۸۵	غلط نتائج نکالنا	״
۸۶	ایصالِ ثواب درست ہے	۵۲۷۴
۸۷	موتفکۃ کی تشریح	۵۲۷۸
۸۸	قومِ عاد و ثمود کی بربادی سے عبرت	۵۲۷۹
۸۹	کفار قرآن کی تلاوت کے وقت گانا گانے لگتے	۵۲۸۰
۹۰	سورۃ القمر کی خصوصیات	۵۲۸۱
۹۱	سورۃ القمر - قیامت اس لیے قریب ہے	۵۲۸۲
۹۲	شانِ نزول سورۃ القمر	۵۲۸۳
۹۳	"شَیْءٍ نُّکُرٍ" ناگوار چیز	۵۲۸۵
۹۴	قیامت کے ہولناک مناظر از قرآن	۵۲۸۶
۹۵	حضرت نوحؑ اور کشتیٔ نوحؑ	۵۲۹۰
۹۶	قرآن فہمی آسان کر دی	״
۹۷	نتائج اور حدیثِ ثقلین	۵۲۹۱
۹۸	یومِ نحس کی تشریح	۵۲۹۲
۹۹	قومِ عاد پر سخت عذاب کی تشریح	۵۲۹۳
۱۰۰	دنوں کو منحوس کیوں کہتے ہو	״
۱۰۱	حضرت صالحؑ کا ذکر	۵۲۹۵
۱۰۲	عملاً اطاعتِ نبیؐ نجات کا سبب ہوتا ہے	۵۳۰۱
۱۰۳	قومِ لوط پر عذاب کے فرشتوں کا آنا	۵۳۰۳
۱۰۴	آیت ۴۵ میں بدر کا واقعہ مذکور ہے	۵۳۰۵
۱۰۵	"سَقَر" منکروں کے لیے ہے	۵۳۰۶
۱۰۶	تقدیر کی تشریح	۵۳۰۸
۱۰۷	جنت میں سب سے پہلے علیؑ داخل ہوں گے	۵۳۰۹

شمار	عناوین	صفحہ
۱۰۸	انوارِ نور کی خلقت دو ہزار سال قبل از خلقتِ آدمؑ	۵۳۰۹
۱۰۹	انوارِ نور کی عبادت (حجابوں میں ۸۰، ہزار سال تک)	"
۱۱۰	سورۃ الرحمٰن کے فضائل	۵۳۱۰
۱۱۱	سورۃ الرحمٰن	۵۳۱۲
۱۱۲	الرّحمٰن کی تشریح	۵۳۱۳
۱۱۳	شانِ نزولِ سورۃ الرحمٰن	"
۱۱۴	عَلَّمَ القرآن کی تشریح	۵۳۱۴
۱۱۵	نتائج و تعلیمات	۵۳۱۵
۱۱۶	خلق الانسان کی تشریح	"
۱۱۷	نورِ مقدسِ رسول اللہؐ کو اللہ نے بارہ حجابوں میں ۸۰، ہزار سال تک تربیت دی	۵۳۱۶
۱۱۸	امامت پر ہشام کا استدلال	۵۳۱۷
۱۱۹	عَلَّمَهُ البیان کی تشریح	۵۳۱۸
۱۲۰	سورج اور چاند قدرت کا اٹل ضابطہ	۵۳۲۰
۱۲۱	النجم کے معنی	۵۳۲۱
۱۲۲	سجدہ کرنے کا مفہوم	۵۳۲۲
۱۲۳	میزان کے معنی	۵۳۲۳
۱۲۴	حضرت علیؑ کا فلسفۂ عدل	۵۳۲۴

شمار	عناوین	صفحہ
۱۲۵	"وضع" کی تشریح	۵۳۲۵
۱۲۶	غلط نتیجہ اخذ کرنا	۵۳۲۶
۱۲۷	"اٰلَآءِ" کے معنی بہت وسیع ہیں	۵۳۲۷
۱۲۸	"صَلصالٍ کَالفَخّار" کے معنی	۵۳۲۸
۱۲۹	"مَارِجٍ" کے معنی	۵۳۳۰
۱۳۰	جنّات کو نارِ سموم سے پیدا کیا گیا	۵۳۳۱
۱۳۱	دو مشرقوں اور دو مغربوں سے مراد	۵۳۳۲
۱۳۲	مرج البحرین سے مراد	۵۳۳۴
۱۳۳	تفسیر اہل بیتؑ	"
۱۳۴	اللؤلؤ و المرجان کی تشریح	۵۳۳۵
۱۳۵	آیت کی باطنی تفسیر	۵۳۳۶
۱۳۶	اٰلَآءِ کے معنی	۵۳۳۷
۱۳۷	"فنا" سے مراد	۵۳۳۸
۱۳۸	"وجہ ربك" کے معنی	۵۳۳۹
۱۳۹	اللہ کی شان لمحہ بہ لمحہ نت نئی ہوتی ہے	۵۳۴۱
۱۴۰	آیت ۳۰ میں اٰلَآءِ کا مطلب	۵۳۴۳
۱۴۱	یٰمعشر الجن والانس کی تفسیر	۵۳۴۷
۱۴۲	روزِ قیامت کسی سے گناہوں کی پوچھ گچھ نہ ہوگی	۵۳۵۰
۱۴۳	عقیدۂ صحیح رکھنے والے گناہگاروں پر برزخ کا عذاب	"
۱۴۴	جو شخص خدا کے سامنے حاضری سے ڈرتا ہے	۵۳۵۴

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۱۴۵	خدا سے ڈرنے کے مختلف سرچشمے	۵۳۵۵
۱۴۶	جنّتیوں کے لباس وغیرہ کا ذکر	۵۳۵۸
۱۴۷	نیچی نگاہوں والی شرمیلی حوریں	۵۳۵۹
۱۴۸	احسان کا بدلہ احسان ہے	۵۳۶۱
۱۴۹	دو جنّتیں اور ہوں گی	۵۳۶۴
۱۵۰	خاص طور پر پھلوں کا ذکر فرمایا	۵۳۶۶
۱۵۱	خیراتٌ حِسان اچھی صورت والی	۵۳۶۷
۱۵۲	"حور" حوراء کی جمع ہے	۵۳۶۸
۱۵۳	حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام	"
۱۵۴	عورت کا حُسن چار دیواری میں ہی اچھا معلوم ہوتا ہے	۵۳۶۹
۱۵۵	عورتیں زیادہ خوبصورت ہوں گی — یا جنّتی حوریں؟	۵۳۷۰
۱۵۶	اُن کو کسی نے مَس نہ کیا ہوگا	۵۳۷۲
۱۵۷	رَفرَف - عبقری کے معنی	"
۱۵۸	برکت کے معنی	۵۳۷۴
۱۵۹	مشرکوں کے سامنے اس سورۃ کی تلاوت	۵۳۷۵
۱۶۰	سورۃ الواقعۃ کے فضائل	۵۳۷۶
۱۶۱	" "	۵۳۷۹

شمار	عناوین	صفحہ
۱۶۲	خافِضۃٌ رافِعۃٌ کی تشریح	۵۳۸۱
۱۶۳	اصحابِ مَیمنہ کی صحیح تفسیر (ارواح کا بیان)	۵۳۸۲
۱۶۴	اصحابِ مَشئمہ کی تشریح	۵۳۸۴
۱۶۵	السابقون سے مراد	۵۳۸۵
۱۶۶	اللہ نے کل تین قسم کے آدمی پیدا کیے ہیں	۵۳۸۶
۱۶۷	مقربین کی اکثریت پچھلوں میں	۵۳۸۹
۱۶۸	ہمیشہ لڑکے رہنے والے لڑکے	۵۳۹۰
۱۶۹	جنّتی کوئی بیہودہ بات نہ سُنیں گے	"
۱۷۰	سَلٰماً سَلٰماً سے مراد	"
۱۷۱	ظِلٍّ مَّمدُود، ماءٍ مسکوب - فُرُشٍ مرفوعۃ کی تشریح	۵۳۹۳
۱۷۲	جنّتی لوگوں کے اوصاف	"
۱۷۳	سیاہ لباس جہنّم کا لباس ہے	۵۳۹۶
۱۷۴	مُترفین، حِنثِ العظیم کی تشریح	۵۳۹۷
۱۷۵	یوم معلوم - میقات - زقّوم حمیم - ھِیم	۵۳۹۹
۱۷۶	نُزُل کی تشریح	"
۱۷۷	پانی پینے کا طریقہ	۵۴۰۰
۱۷۸	ان آیات میں توحید اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے۔	"
۱۷۹	نحن قدّرنا کی تشریح	۵۴۰۲

شمار	عناوین	صفحہ
۱۸۰	اَفَرَءَیتُم ما تحرثون کی تشریح	۵۴۰۵
۱۸۱	حُطام ۔ اُجاج کی تشریح	״
۱۸۲	فَسَبِّح بِاسمِ رَبِّکَ العَظِیمِ	۵۴۰۶
۱۸۳	بِمَواقِعِ النُّجُوم سے مراد	۵۴۰۸
۱۸۴	لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا المُطَھَّرُونَ	״
۱۸۵	تفسیرِ اہلبیتؑ اور قرآن کی عظمت	۵۴۰۹
۱۸۶	تفسیرِ اہلسنّت	״
۱۸۷	تجعلون رِزقکم کی تشریح	۵۴۱۱
۱۸۸	مَدِینِینَ کا مطلب	۵۴۱۳
۱۸۹	مقربین ۔ اصحابِ یمین	۵۴۱۴
۱۹۰	فَسَلٰمٌ من اصحابِ الیمین	״
۱۹۱	تکذیب کرنے والوں سے مراد	۵۴۱۶
۱۹۲	حق کی تکذیب کرنے والے گمراہ	״
۱۹۳	فسبّح باسمِ ربّکَ العظیمِ	۵۴۱۷
۱۹۴	سورۃ الحدید کے فضائل	۵۴۱۸
۱۹۵	سورۃ الحدید	۵۴۲۰
۱۹۶	اول و آخر، ظاہر و باطن سے مراد	۵۴۲۲

شمار	عناوین	صفحہ
۱۹۷	اِسم اعظم کی آیتیں	۵۴۲۶
۱۹۸	اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے کا مطلب	۵۴۲۷
۱۹۹	حدیثِ قدسی مال کے بارے میں	۵۴۲۸
۲۰۰	عہد کے معنی	۵۴۳۰
۲۰۱	اندھیرے اور روشنی سے مراد	״
۲۰۲	آیت ۱۰ کے پیغامات	۵۴۳۲
۲۰۳	قرضِ حسن (اچھا قرض) سے مراد	۵۴۳۳
۲۰۴	روزِ قیامت مومنین اور مومنات کا نور	۵۴۳۵
۲۰۵	فِتن ۔ یعنی امتحان لینا سے مراد	۵۴۳۸
۲۰۶	قیامت کے روز منافقین اور مومنین کا مکالمہ	۵۴۳۹
۲۰۷	قیامت کے روز نجات کا واحد ذریعہ	״
۲۰۸	تفسیرِ اہلبیتؑ (سچوں کے بارے میں)	۵۴۴۴
۲۰۹	فتنہ سے اپنی جان اور اپنے دین کو بچانے والا صدّیق اور شہید ہوتا ہے	۵۴۴۵
۲۱۰	پچاس صدّیقوں کا ثواب	״
۲۱۱	زُھد کی مکمل تعریف	۵۴۵۱
۲۱۲	یہ لوگ دانا اور حکیم ہیں	۵۴۵۲
۲۱۳	رسولوں، کتابوں اور واضح نشانیوں کے اُتارنے کا مقصد قیامِ عدل ہے	۵۴۵۴

www.drhasanrizvi.com

ص

شمار	عناوین	صفحہ
۲۱۴	لوہا کیوں اُتارا گیا ؟	۵۴۵۴
۲۱۵	لوہے کے اُتارنے سے مراد	۵۴۵۵
۲۱۶	نبوت اور کتاب انبیاء کرام کی اولاد میں رہیں گی	۵۴۵۶
۲۱۷	حضرت ابراہیمؑ کی دعاء	۵۴۵۷
۲۱۸	رہبانیت کی ابتداء کیسے ہوئی	۵۴۵۹
۲۱۹	رہبانیت کے نقصانات	۵۴۶۰
۲۲۰	عیسائیوں کی غلطیاں	۵۴۶۲
۲۲۱	رہبانیت کی مذموم رسومات، تاریخ کے آئینے میں	،،
۲۲۲	انسان دشمنی کا نتیجہ	۵۴۶۵
۲۲۳	اِس کا آخری انجام	،،
۲۲۴	شانِ نزول آیت ۲۸	۵۴۶۹
۲۲۵	اِس آیت میں مومنین سے بھی خطاب ہے۔	۵۴۷۰
۲۲۶	تقوے کے آثار	،،
۲۲۷	آیت ۲۹ کا پیغام	۵۴۷۳
۲۲۸	حمد و صلوات	۵۴۷۴

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ ⁂ پارہ ۲۷

قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ اَیُّهَا (۳۱) (ابراہیمؑ نے) کہا: "اے خدا کی
الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۳۱﴾ طرف سے بھیجے جانے والے (فرشتو!)
آخر تمہاری اصل مہم مقصد کیا ہے؟"

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ (۳۲) فرشتوں نے جواب دیا: "ہم ایک
مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۲﴾ مجرم گناہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں
لِنُرۡسِلَ عَلَیۡهِمۡ حِجَارَۃً (۳۳) تاکہ اُن پر ایسے سخت مٹّی کے
مِّنۡ طِیۡنٍ ﴿۳۳﴾ پتّھر برسائیں،
مُّسَوَّمَۃً عِنۡدَ رَبِّکَ (۳۴) جن پر آپؐ کے پالنے والے مالک
لِلۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۴﴾ کی طرف سے خاص نشان پڑے ہوئے ہیں،
حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے۔

آیت ۳۱ کی تشریح	جب فرشتے قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے جا رہے تھے تو راستے میں حضرت ابراہیمؑ

www.drhasanrizvi.com

کے پاس آئے اور اُن کو بیٹے کے پیدا ہونے کی بشارت دی، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ فرشتوں کے آنے کا مقصد ضرور کچھ اور ہے، یہ بشارت تو ضمناً دی گئی ہے۔ اِسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے پوچھا کہ "آپ لوگوں کے آنے کا اصل مقصد، اصل مہم کیا ہے"؟

★...... (فصل الخطاب، تفسیر ماجدی)

★ کیوں کہ فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا ضرور کسی نہ کسی بڑے اہم کام ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جان لینے کے بعد کہ آنے والے مہمان ملائکہ ہیں، اُن سے پوچھا کہ:

"آپ لوگوں کے آنے کا اصل مقصد کیا ہے"؟

(تفسیر ماجدی، تفہیم، تفسیر کبیر، مجمع البیان۔)

★ عربی میں "خَطْبٌ" کسی معمولی کام کے لیے نہیں، بلکہ کسی اہم کام کے لیے بولا جاتا ہے۔

★...... (مفردات امام راغب)

★ "قَوْمٍ مُّجْرِمُوْنَ" مجرم قوم سے مراد حضرت لوطؑ کی قوم ہے۔ ★ (تفسیر صافی، تفسیر تبیان)

قوم لوط کا قصہ اور علاقہ

حضرت لوطؑ نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی۔ پھر غالباً حضرت ابراہیمؑ ہی نے اُن کو شام کے علاقے شہرِ سدوم، ہدایت کے لیے بھیجا۔ سدوم کے لوگ ایسے گناہگار تھے کہ شرک و کفر کے ساتھ ساتھ ڈاکہ زنی اور ہم جنس پرستی میں اس قدر ڈوبے ہوئے کہ ایسی فحش حرکتیں برِ عام محفلوں میں سب کے سامنے انجام دیتے اور ذرا شرم نہ کرتے۔

سدوم کا یہ شہر شامات کے علاقے موجودہ اُردن میں بحر المیت Dead Sea کے قریب واقع تھا۔ یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ جب اِس علاقے میں خدا کا عذاب آیا تو یہ پورا علاقہ تہ و بالا ہوگیا اِس لیے آج اُس کو "مدائنِ مؤتفکات" "اُلٹے پلٹے" تہ و بالا کیے ہوئے شہر" کہتے ہیں۔

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ سدوم کے شہر زیرِ آب آچکے ہیں، مگر بعض ماہرین لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے بحر المیت "بحرِ مردار" کے کنارے کچھ ستون اور شہروں کے خرابے دیکھے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

اِس لیے وہ یہ لکھتے ہیں کہ کچھ علاقے اب بھی برباد دکھائی دیتے ہیں۔

کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ بحر المیّت کا ایک علاقہ آج بھی سیاہ پتھروں کے نیچے ڈھکا ہوا ملا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ یہی شہرِ سدوم کا علاقہ ہے۔ اور وہ سیاہ پتھر عذاب والے پتھر ہیں جو اُس قوم پر فرشتوں نے برسائے تھے۔

٭..... (قاموسِ مقدس۔ دائرۃ المعارف، المنجد حصّہ اعلام)

٭ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبرون میں رہتے تھے جو شہرِ سدوم سے زیادہ دور نہ تھا اور بلندی پر واقع تھا۔ جس وقت حضرت لوطؑ کی قوم پر صاعقہ کا عذاب آیا اُس وقت حضرت ابراہیمؑ جبرون پر کھڑے شہرِ سدوم سے دھواں اُٹھتے دیکھ رہے تھے۔

٭..... (تفسیر نمونہ)

آیت ۳۴ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ ہر ہر پتھر پر خدا کی طرف سے نشان لگا کر لکھ دیا گیا تھا کہ کہ یہ فلانے بدمعاش کا سر پھوڑنے یا گردن توڑنے کے لیے ہے۔

سورۃ ھود اور سورۃ الحجر میں حضرت لوطؑ کی قوم کی بستیوں سے تلپٹ ہونے کا نقشہ خوب خوب کھینچا گیا ہے۔ پہلے اُن کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر خوب خوب برسائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں سے لاوا اُبلنے کی وجہ سے پورے علاقے میں آتش فشاں کے پتھر بُری طرح برسائے گئے۔ پھر شدید ترین زلزلوں نے آ پکڑا اور اُنھوں نے پورے علاقے کو پہلے تلپٹ کیا، اور پھر اُلٹ کر اوپر کا حصّہ نیچے اور نیچے کا حصّہ اوپر کر کے رکھ دیا (اسفلھا سافلھا)، اب جو بدمعاش زلزلوں سے بچ کر نکل کر بھاگے اُن کو آتش فشاں کے پتھروں کی بارش نے بھسم کر کے رکھ دیا۔

۵ اِس طرح تو ہوتا ہے، اِس طرح کے کاموں میں

٭..... (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا (۳۵) تو ہم نے اُس بستی میں سے سب
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ ایمان لانے والوں کو تو نکال لیا
فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ (۳۶) اور وہاں ہم نے ایک گھر کے
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

* حضرت لوطؑ کی قوم کے قصے میں وہ حصّہ یہاں پر چھوڑ دیا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ سے رخصت ہوکر وہ فرشتے کس طرح حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے، اُن کے مہمان ہوئے تو قوم اُن کے پیچھے حضرت لوطؑ کے گھر آ چڑھی۔ حضرت لوطؑ نے فرشتوں کو قوم سے بچانے کے لیے قوم کو سمجھایا، ڈانٹا ڈپٹا، مگر اُن کے سروں پر ہم جنس پرستی کا بھوت ایسا چڑھا ہوا تھا کہ وہ بدمعاش کسی طرح نہ مانے، تو فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ ہمیں چھو بھی نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر فرشتوں نے اپنی انگلی کے اشارے سے اُن کو اندھا کر دیا۔ اور حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہم اس قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے آئے ہیں اسلئے آپ صبح ہونے سے پہلے اپنے اہل و عیال کو یہاں سے باہر لے جائیں۔"

پھر صبح سویرے پوری قوم پر خدا کا عذاب اُتار کر سب کا تیا پانچا کر ڈالا۔ اس عذاب سے قبل حضرت لوطؑ نے اپنے گھر سے اُن کو باہر نکال لیا، اور شہر سے باہر لے گئے، جو مومنین تھے اس قصے کی تمام تفصیلات سورۃ ھود اور سورۃ الحجر اور سورۃ العنکبوت میں بیان کی جا چکی ہیں
(مؤلف)...... *

آیت ۳۶ کی تشریح

مطلب یہ ہے کہ حضرت لوطؑ کی قوم میں صرف اور صرف ایک حضرت لوطؑ کا ہی

www.drhasanrizvi.com

مکان تھا جس میں ایمان اور اسلام کی روشنی تھی۔ باقی پوری کی پوری قوم گندگی سے لبریز ہو چکی تھی فسق و فجور میں ڈوب چکی تھی۔ اِس لیے اللہ نے صرف اُن کے گھرانے کو (علاوہ اُن کی بیوی کے) بچایا اور سارے شہروں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ کوئی لفنگا بچ کر نہ نکل سکا۔

نتائج اور تعلیمات

محققین نے اِن آیتوں سے تین نتیجے نکالے:

(۱) خداوندِ عالم کسی قوم کو اُس وقت تک تباہ و برباد نہیں کرتا جب تک اُس قوم میں کچھ گھرانے بُرائی سے روکنے والے اور نیکی کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ مگر جب پوری قوم میں آٹے میں نمک کی برابر بھی نیک لوگ نہ رہیں تو پھر خدا چند نیکوں کو چھوڑ کر باقی ساری قوم کو سڑے گلے ہوئے پھلوں کے ٹوکرے کی طرح اُٹھا کر اپنے عذاب کے گندے کنویں میں پھینک دیا کرتا ہے۔ (خس کم جہاں پاک)

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ مسلمان صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ماننے والوں کو نہیں کہتے، بلکہ ہر نبیؑ کے پیروکاروں کو مسلمان کہتے ہیں۔ اِس لیے مسلمانوں کو محمدی (Mohammadian) کہنا غلط ہے۔ یہ اِس لیے کہ سارے کے سارے انبیاءؑ کا دین اور بنیادی پیغام ایک ہے۔ اِس لیے دینِ محمدیؐ، دینِ موسوٰیؑ، دینِ عیسویؑ کہنا بھی غلط ہے۔

شریعتِ محمدیؐ یا شریعتِ موسویؑ یا شریعتِ عیسویؑ کہنا درست ہو سکتا ہے۔

(۳) مومن اور مسلم کے الفاظ یہاں پر ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، اِس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن کی رُو سے مومن صرف اُسی کو کہہ سکتے ہیں جو دل سے ایمان لایا ہو۔ قرآن میں اکثر مومن اور مسلم ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۳۷﴾

(۳۷) اور ہم نے اِس (واقعے) میں ایک بڑی نشانی چھوڑ دی اُن لوگوں کے لیے جو سخت تکلیف دینے والی (خدائی) سزا سے ڈرتے ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾

(۳۸) اور موسیٰؑ کے قصے میں (بھی تمہارے لیے بڑا سبق ہے) جب ہم نے انھیں فرعون کی طرف کھُلے ہوئے ثبوت کے ساتھ بھیجا

بڑی نشانی

خداوندِ عالم کا یہ فرمانا: "ہم نے اُن کے لیے ایک بڑی نشانی چھوڑ دی"۔ یعنی حضرت لوطؑ کی قوم پر آنے والے عذاب کے اثرات اتنے بڑے اور واضح ہیں کہ دیکھنے والوں کے لیے سامانِ عبرت ہیں۔ جو آج تک موجود ہیں۔ (فصل الخطاب)

نشانی سے مراد

بحرِ مردار Dead Sea کا وہ جنوبی علاقہ ہے جہاں پرانے آثار پائے جاتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ قومِ لوط کا علاقہ شدید ترین زلزلوں کی وجہ سے زمین کے اندر دھنس گیا تھا اور اُن کے اوپر بحرِ مردار کا پانی پھیل گیا تھا۔ کیوں کہ "اللسان" نامی جزیرہ نما صاف طور پر آج بھی بعد کی پیداوار معلوم ہوتا ہے۔ اِس کے دھنسنے کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے دو ہزار سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور یہی زمانہ حضرت لوطؑ کا تھا۔

۱۹۶۵ء میں امریکی تحقیقی جماعت کو اللسان پر ایک بہت بڑا قبرستان ملا ہے جس میں بیس ہزار قبریں ہیں مگر وہاں کسی بڑے شہر کے آثار نہیں ملتے۔ لیکن بحرِ مردار کے جنوبی علاقے میں آج بھی ہر طرف تباہی کے آثار موجود ہیں اور زمین کے اندر گندھک، رال، تارکول اور قدرتی گیسوں کے بڑے ذخائر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضرور کبھی شدید بجلیوں کے گرنے سے زلزلوں کے شدید جھٹکوں سے لاوا نکلنے اور بہہ نکلنے سے ایک دور رس حادثہ بھی ہوا ہوگا۔ (تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ، تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ (۳۹) تو فرعونؑ نے اپنی طاقت کے بل پر
اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۳۹ اکڑ کر منھ پھیر لیا اور بولا: "یہ جادوگر
ہے یا دیوانہ ہے۔"
فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ (۴۰) آخرکار ہم نے اُس کو اور اُس کی
فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَ فوجوں کو پکڑ لیا اور اُن سب کو
هُوَ مُلِيْمٌ ۝۴۰ سمندر میں پھینک دیا اور وہ تھا
ہی قابلِ لعنت۔

لے مطلب یہ ہے کہ فرعون نے اپنی طاقت کے بل پر سرکشی کی اور حق سے منھ پھیر لیا کیوں کہ اُس احمق کا خیال تھا کہ اُس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے۔ اِسی لیے اُس نے حضرت موسٰیؑ کو جادوگر دیوانہ کہا
* ...... (فصل الخطاب)

ے ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں (انیسؔ)

★ حضرت موسٰیؑ ایسے واضح معجزات اور خدا کی نشانیاں لائے تھے کہ آپؑ کی رسالت سو فیصد واضح طور پر ثابت تھی، مگر فرعون نے جان بوجھ کر اپنی طاقت کے بل پر حضرت موسٰیؑ کو کبھی جادوگر قرار دیا اور کبھی پاگل۔
* ...... (مؤلف)

آیتؑ کی تشریح ڈوبے تو سب مگر خداوندِ عالم نے پھٹکار صرف فرعون پر کی، کیوں کہ وہی احمق سب کے بیڑا غرق کرانے کا ذمّہ دار تھا۔ اسی لیے "سورۃ ھود" میں فرمایا: "وہی (فرعون) اپنی قوم کے

www.drhasanrizvi.com

آگے آگے ہوگا، کیوں کہ اُسی (احمق) نے سب کو دوزخ میں پہنچایا ہوگا۔" (سورۂ ھود آیت ۹۸ پ ۱۲)

فرعون کے لیے خداوندِ عالم کا "یہ آیت" فرمانا، گویا فرعون کی پوری کہانی کو ایک فقرے میں سمیٹ دینا ہے۔

غور فرمائیں کہ فرعون کیسا ملامت زدہ، بدنام زمانہ آدمی تھا کہ اپنے وقت کی عالمی طاقت ہونے کے باوجود اپنے لشکروں سمیت اپنے ہی ملک مصر میں ڈوب مرا۔ اب جو بڑی بڑی قوتوں کو فرعون کا قصہ معلوم ہوا ہوگا تو کس نے اُس کا مرثیہ پڑھا ہوگا؟ کوئی یہ کہنے والا بھی نہ بچا کہ "افسوس"۔ اِس کے برعکس لوگوں نے سکون کا سانس لیا ہوگا۔

ہر شخص نے اُس پر ملامت اور لعنت برسائی ہوگی، اور سب نے اگر کہا ہوگا تو یہی کہا ہوگا کہ: بُرے کا کام بُرا انجام" یا" ظالموں کا ایسا ہی انجام ہونا چاہیئے"، یا کہا ہوگا: خس کم جہاں پاک" مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ دُرود۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

قرآن نے ایسوں کے لیے کیا اچھا فقرہ فرمایا: "اُن پر آسمان بھی نہ رویا" (القرآن)

خداوندِ عالم نے فرعون کے لیے فرمایا: فَاَخَذْنٰهُ ...؛ فَنَبَذْنٰهُمْ ہم نے اُس کو اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا میں پھینک دیا۔" اِس فرعون کے لیے انتہائی ذلّت آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کیا تو اِس کا تکبر کرتا تھا کہ سمجھتا تھا کہ ساری دنیا میری غلام ہے؟ اِس لیے فرمایا: "اس کو پکڑ لیا" اور پھر پھینک دیا۔" دونوں الفاظ میں اُس کی سخت تذلیل کی گئی ہے۔ سچ کہا ہے کہ غرور کا سر نیچا، تکبر کرنے والوں کا یہی انجام ہونا چاہیئے۔ (تفسیر نمونہ)

کیسے کیسے ایسے ویسے ہوگئے ؛ ایسے ویسے کیسے کیسے ہوگئے۔ (مؤلف)

"یَمّ" عربی میں سمندر کو بھی کہتے ہیں اور نیل کے عظیم سمندروں پر بھی اِس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (لغات القرآن)

"مُلِیْم" ملامت کے قابل کام کرنے والا۔ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَفِیۡ عَادٍ اِذۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ (۴۱) اور قوم عاد کے قصّے میں بھی

الرِّیۡحَ الۡعَقِیۡمَ ﴿۴۱﴾ (تمھارے لیے نشانی یا سبق ہے) جبکہ ہم نے

اُن پر ایک ایسی خشک اور بُری قسم کی

آندھی بھیجی۔

مَا تَذَرُ مِنۡ شَیۡءٍ اَتَتۡ (۴۲) کہ وہ جس چیز پر سے گزرتی

عَلَیۡہِ اِلَّا جَعَلَتۡہُ کَالرَّمِیۡمِ ﴿۴۲﴾ اُس کو سوکھی ہوئی گھاس کے چورے

جیسا (برباد) کر کے چھوڑتی

لہ "عقیم" سے مراد "بے نتیجہ قسم کی ہوا"۔ اسی لیے یہی لفظ بانجھ عورت کے لیے بھی بولا جاتا ہے

وہ ہوا جو بارش نہ لائے، نباتات نہ اُگائے، عقیم کہلاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسی ہوا

سے پناہ مانگنی چاہیے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم، تفسیر صافی)

دوسری جگہ قرآن نے بتایا کہ وہ ہوا خشک تو تھی ہی، مگر سخت آندھی کی طرح آتی کہ آدمیوں اور درختوں

کو اُٹھا اُٹھا کر اور اکھاڑ اکھاڑ کر پٹخ پٹخ دیتی اور کچومر بنا دیتی، پھر مسلسل آٹھ دن رات چلتی رہی۔ آخر کار قوم

عاد کا پورے کا پورا علاقہ تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

آیت ۴۲ میں لفظ "رمیم" ایسی گھاس کو کہتے ہیں جو خشک ہو کر بالکل بھوسہ ہو جائے۔ (ابن جریر)

وہ آندھی اتنی تیز تھی کہ: "تَنۡزِعُ النَّاسَ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ" وہ لوگوں کو اس طرح اٹھا اٹھا کر

پٹخ پٹخ دیتی تھی جیسے کھجور کے تنے جڑ سے اکھڑے پڑے ہوں۔" (سورۃ القمر آیت ۲۰ پارہ ۲۷)

اُن کے سر جسم سے الگ ہو کر دور جا کر گرتے اور چور چور ہو جاتے۔ (الحفیظ والامان) (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ (۴۳) اور (اسی طرح قوم) ثمود میں بھی

تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ تمہارے لیے خدا کی قدرت کی نشانی یا

سبق موجود ہے) جبکہ اُن سے کہا گیا کہ کچھ دن

اور مزے اُڑا لو۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (۴۴) تو انھوں نے اپنے پالنے والے

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ مالک کے حکم سے سرکشی کی، تو انھیں

وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک

اچانک ٹوٹ پڑنے والی بجلی نے پکڑ لیا، اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہاں کونسی مہلت مراد ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ جب قومِ ثمود نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا، تب اُن کو خبردار کر دیا گیا کہ بس تین دن اور مزے اُڑا لو پھر عذاب کے جوتے کھانا۔" جبکہ حسن بصری کا خیال ہے کہ یہ بات حضرت صالحؑ نے شروع میں اپنی قوم سے فرمائی تھی۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم نے ایمان و عملِ صالح کی زندگی اختیار نہ کی تو بس چند دن کی یہ دنیا کی چاندنی ہے، پھر عذابِ الٰہی کی اندھیری رات کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

یہ دوسری تفسیر زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اس کے بعد فرمایا: "پھر اُنھوں نے اپنے ربّ کے حکم کی نافرمانی کی"۔

(تفہیم القرآن، مجمع البیان، تفسیر نمونہ)

★ قومِ ثمود عرب کا بہت طاقتور مشہور قبیلہ تھا، جو حجر (حجاز کا شمالی علاقے) میں آباد تھے۔ بڑے دولتمند، مضبوط عمارتیں بنانے والے تھے مگر تکبر میں چور، انتہائی ظالم، نافرمان، سرکش، مشرک تھے۔ آخرکار خدا کے عذاب کا نشانہ بنے اور یہ دنیا کے لیے درسِ عبرت بن گئے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ (۴۵) اِس کے بعد نہ تو اُن میں اُٹھ کر کھڑے
قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝۴۵ ہونے کی طاقت باقی تھی، اور نہ اُنھیں
کوئی مدد ملنا ممکن تھی۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۗ اِنَّهُمْ (۴۶) اور اِس سے بہت پہلے نوح کی
كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۴۶ قوم (کا بھی بڑا برا انجام ہوا کیوں کہ) ع ۲
وہ بھی بڑے بدکار اور نافرماں لوگ تھے۔

"وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ" یعنی: "اور نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔" یہاں پر انتصار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی (۱) اپنے آپ کو کسی کے حملے سے بچانا (۲) دوسرے حملہ کرنے والے سے بدلہ لینا۔ جب خدا کا عذاب آیا تو نہ وہ خود کو بچا سکتے تھے اور نہ خدا سے بدلہ لے سکتے تھے یعنی انتہائی بیچارگی کے عالم میں عذاب کا نشانہ بن گئے۔

★..... (تفسیر کبیر، مفردات امام راغب، تفہیم)

آیت ۴۶: "فٰسِقِيْنَ" فاسق جو خدا کے قانون کو توڑے، کفر، ظلم، گناہانِ کبیرہ کرے۔ (مفردات امام راغب)

★ پچھلی آیتوں میں پانچ قوموں کا ذکر ہوا۔ (۱) قومِ لوطؑ (۲) فرعون (۳) قومِ عاد (۴) قومِ ثمود (۵) قومِ نوحؑ۔ قومِ لوط، زلزلے اور آسمانی پتھروں سے ہلاک ہوئی۔ گویا مٹی نے اُن کو تباہ کیا۔ فرعون، پانی میں غرق ہوا، عاد کی قوم، تیز ہوا سے تباہ ہوئی۔ ثمود کی قوم بجلی اور آگ سے فنا ہوئی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ یہی چاروں چیزیں، یعنی مٹی، پانی، ہوا اور آگ سے زندگی وجود میں آتی ہے اور برقرار رہتی ہے۔ خدا نے انہی چیزوں سے ایسی ایسی قوموں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اب بھی اگر ہوش میں نہ آئے اور خدا کی قدرت کا اندازہ نہ لگا سکے تو ایسے عقل دشمن کو حماقت کا سب سے بڑا عالمی تمغہ ملنا چاہیے۔

★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾

(۴۷) اور آسمان بھی ہماری قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اُس) کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا ہے، اور ہم بڑی وسعت دینے والے ہیں۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

(۴۸) اور زمین کو بھی ہم نے فرش بنایا، اور ہم کتنے اچھے (ہموار کر کے) بچھانے والے ہیں۔ ؟

"اَیْدٍ" کے معنی و مراد

فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "اَیْد" یعنی ہاتھ کے دوسرے معنی طاقت کے بھی ہیں، اور نعمت کے بھی ہیں۔ مگر یہاں اِس کے معنی طاقت اور قوّت کے ہیں۔ جیسے کہ قرآن نے حضرت داؤد ؑ کو "ذِی الْاَیْدِ" یعنی قوّت والا فرمایا ہے۔

دوسری جگہ قرآن ہی میں "اُیِّد" کے معنی "تائید کرنے، مدد کرنے، قوّت پہنچانے کے بھی آئے ہیں" ..... ("توحید" از شیخ صدوق)

★ آسمان کے لیے خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "یقیناً ہم ہی آسمان کو وسعت دینے والے ہیں۔"

مطلب یہ بھی ہے کہ ہماری قدرت محدود نہیں ہے۔ ہم آسمانوں سے بھی کہیں زیادہ عظیم مخلوقات کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔ (مجمع البیان بقول ابنِ عباسؓ)

★ اب تک آخرت کی زندگی کو تاریخی دلائل سے ثابت کیا گیا تھا، اب اِس آیت میں تاریخی دلائل

www.drhasanrizvi.com

پیش کرنے کے بعد آفاقی دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ * (تفسیر کبیر)

خداوندِ عالم کا فرمانا: "وَ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" اِس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہم اِس کی طاقت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ "مُوْسِع" کے معنی طاقت رکھنے کے ہوتے ہیں۔

(۲) اور "موسع" کے دوسرے معنی وسیع کرنے والے کے ہوتے ہیں۔ یعنی ہم نے کائنات کو بس ایک دفعہ بنا کر نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ہم مسلسل اس کی توسیع کرتے چلے جا رہے ہیں۔

جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ: "نئے نئے نظامِ شمسی وجود میں آ رہے ہیں، اور نئے نئے عالم پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔

*..... (تفسیر کبیر۔ مفردات امام راغب، مجمع البیان، تفہیم)

سے "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" * (اقبال)

* "اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" یعنی ہم ہمیشہ وسعت دیتے رہتے ہیں۔

اِن الفاظ کے بارے میں بعض مفسرین نے لکھا کہ: "ہم ہمیشہ روزی میں وسعت دیتے رہتے ہیں۔ یعنی ہماری عطاؤں کے خزانے کبھی ختم ہوتے۔

*..... (تفسیر نمونہ)

اِس سے معلوم ہوا کہ یہ کائنات ہمیشہ وسیع سے وسیع تر ہوتی ہی چلی جائے گی۔ (تفسیر نمونہ)

"یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید ؞ کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون

(اقبال)

جدید علوم کے ذریعہ معلوم ہوا کہ زمین، آسمان سے برسنے والے مادوں کو جذب کرتے کرتے بتدریج وزنی اور موٹی ہوتی جا رہی ہے۔ آسمانوں کی مخلوق بھی وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ ہر کہکشاں اپنے مرکز سے بڑی تیزی کے ساتھ دور بھاگ رہی ہے، اِس طرح وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ اِن کہکشاؤں کے وسیع ہونے کی رفتار ۲۶ ہزار کلو میٹر فی سکنڈ ہے۔ آسمان سے جو تصویریں حاصل کی گئی ہیں وہ واضح طور پر اُن کی وسعت کو ثابت کرتی ہیں کیوں کہ کہکشاؤں کا فاصلہ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ * (مرزبانِ نجوم۔ تالیف فردھویل)

www.drhasanrizvi.com

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۴۹﴾ اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے (یا) اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا تاکہ تم سمجھ اور سبق حاصل کرو۔

اللہ کی کوئی ضد نہیں ہے

فرزند رسولِ خدا امام حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"مخلوقات کے ایک دوسرے کے متضاد ہونے سے معلوم ہوا کہ خدا کی کوئی ضد نہیں ہے۔ خدا نے اندھیرے کو روشنی کی ضد قرار دیا ہے، خشکی کو تری کی ضد فرمایا ہے۔ پھر اسی نے مخالف چیزوں میں الفت پیدا کی ہے، جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ: "ہم نے ہر ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔"

★ ..... (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

★ ساری دنیا تزویج کے اصول پر یعنی جوڑے جوڑے بنائی گئی ہے۔ کسی چیز کا کسی چیز سے جوڑ لگتا ہے، پھر جوڑ لگنے سے طرح طرح کے وجود ظہور میں آتے ہیں۔ یہاں کوئی ایسی منفرد چیز نہیں جس کا کوئی جوڑ نہ ہو، بلکہ چیز اپنے جوڑ سے مل کر ہی فائدہ مند اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ دنیا کا جوڑ آخرت کی زندگی ہے، اگر وہ نہ ہو تو دنیا کی زندگی بے نتیجہ رہ جائے گی۔

اگرچہ ساری بحث آخرت پر چل رہی ہے، مگر ساتھ ساتھ توحید کو بھی ثابت کیا جا رہا ہے مثلاً بارش کے انتظامات سے منتظم کو ثابت کیا ہے، اسی طرح آسمان کے وجود سے، انسان کے خود اپنے وجود سے، کائنات کے تزویج کے اصول سے آخرت کو بھی ثابت کیا ہے اور توحید کو بھی۔ یعنی خدا کے وجود، قدرت، حکمت، عظمت کو بھی ثابت کیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ کائنات نہ تو بے خدا کے ہے اور نہ اس کے کئی کئی خدا ہیں۔

یہاں صرف اور صرف ایک خدائے قدیر و حکیم کی حکمرانی ہے، وہی سب کا خالق، مالک، رازق اور مدبّر ہے۔

www.drhasanrizvi.com

پھر آخرت کو ماننے کا لازمی منطقی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا سے بغاوت کا رویّہ اختیار نہ کرے اور خدا کی اطاعت والی زندگی اختیار کرے ۔ یہی وہ زندگی ہے جو ذمّہ دار بھی ہوگی اور بامعنی بھی ۔ یہی آخرت کا عقیدہ انسان کی اصلاح کی بھی ضمانت دیتا ہے، یہی انسان کو خدا کی طرف پلٹنے کی ترغیب دیتا ہے، یہی انسان کی تکمیل کا راز ہے ۔ اِسی لیے آخرت کے دلائل ختم کرنے کے بعد اگلی آیت میں فرمایا : "پس دوڑو اللہ کی طرف"

*.... (تفسیر کبیر ، مجمع البیان ، تفہیم)

" تزویج " کے لفظ کے اندر تمام مثبت ، منفی قوّتیں آجاتی ہیں حتیٰ کہ ایٹم تک کے اندر مثبت اور منفی طاقتیں کام کر رہی ہیں جن کو الکٹرون اور پروٹون کہا جاتا ہے ۔

*------ (تفسیر نمونہ)

★ خداوندِ عالم نے نور کو ظلمت کی ضد بنایا ، خشکی کو تری کی ضد بنایا ، سختی کو نرمی کی ضد قرار دیا ، اور سردی کو گرمی کی ضد فرمایا ہے ۔

پھر اِن ضدوں کو ضد ہونے کے باوجود جمع کر دیا ، تاکہ یہ دلیل ہوں کہ ایک ذات سب سے جدا ہے ، اور اُن ضدوں کا مل جانا (اور کوئی نقصان یا ضرر واقع نہ ہونا) یہ ثابت کردے کہ کوئی ایسی قوّت و حکمت والا ہے جو اُن کو ملانے والا بھی ہے ، اور یہی معنی ہیں اِس آیت کے ، کہ : " اور ہم نے ہر ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ شاید تم اِس سے سبق سیکھ سکو ۔ " (القرآن)

(تفسیر نور الثقلین جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ ، توحید صدوقؒ)

★ خداوندِ کریم و حکیم نے جس طرح ذی روح مخلوق کو جوڑا جوڑا خلق فرمایا ہے اِسی طرح غیر ذی روح نباتات و جمادات کو بھی جوڑا جوڑا خلق فرمایا ہے ، بلکہ حالات و کیفیات بھی جوڑا جوڑا ہیں مثلاً دکھ ، سکھ رات دن ، جنّت دوزخ ، دنیا میں ایمان و کفر ۔ یہ چیزیں غور و فکر کے بعد ہر ذی شعور کو وجودِ خالق اور اُس کی یکتائی کا پتہ دیتی ہیں ۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ (۵۰) پس اللہ کی طرف دوڑو،

مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ میں تمہارے لیئے خدا کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا (۵۱) اور اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ

اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ بناؤ، میں تمہیں اس کی طرف سے

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۱ اس بارے میں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

"فَفِرُّوْٓا" پس دوڑو

خداوندِ عالم کا فرمانا: "فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ" پس اللہ کی طرف دوڑو۔

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خدا کی طرف فرار سے مراد حج کے لیے جانا، اور خدا کے گھر کی زیارت کرنا بھی ہے۔"

★...... (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ حج کرنا اس لیے خدا کی طرف فرار کرنا ہے کہ حج کرنے سے عقیدۂ توحید مضبوط ہوتا ہے، خدا کی طرف انسان کی توجہ بڑھ جاتی ہے، توبہ کی طرف دل مائل ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو خدا کے دامنِ رحمت میں جگہ مل جاتی ہے۔

★...... (مؤلف)

★ خدا کی طرف فرار کا واضح مطلب کفر و شرک و معصیت کی زندگی چھوڑ کر خدا کی اطاعت والی زندگی اختیار کرنا ہے، جیسے مولنا رومؒ نے "ہجرت سوئے دوست" فرمایا ہے

؎ مرگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست ۔:۔ ترکِ دنیا اختیارِ کوئے دوست

★ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ" پس اللہ کی طرف دوڑو"
عرب فرار اُس دوڑنے کو کہتے تھے کہ جب انسان حالتِ جنگ میں سخت خطرے میں ہوتا ہے اور جان بچانے کے لیے کسی محفوظ جگہ کی طرف دوڑتا ہے اُس کو فرار کہتے ہیں۔

یہی لفظ استعمال فرما کر یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر واقعتاً خدا کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو کفر اور شرک اور ہر قسم کے گناہ کو چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگو۔ یعنی خدا کو دل سے مان کر اُس کی اطاعت والی زندگی اختیار کرلو۔ اور اِس طرح خدا کے دامنِ رحمت میں پناہ لے لو پس اِس طرح تم خدا کے عذاب سے بچ سکو گے۔

اِس کا طریقہ یہی ہے کہ (۱) سب سے پہلے کفر و شرک و نفاق اور گناہوں کو چھوڑ دو (۲) پھر اُن سے توبہ کرو۔ (۳) پھر خدا کی اطاعت والی زندگی شروع کرو۔ اِسی لیے آخر میں مزید تاکید کے لیے فرمایا: خدا کے ساتھ ساتھ دوسرا خدا (معبود) نہ قرار دو۔"

*...... (تفسیر نمونہ)

آیت ۵۱ کی تشریح | جوشِ بیان کے وقت تکرار ہر خطیب یا انشار پرداز کے زورِ کلام کو بڑھا دیا کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ توحید کی حقیقت ثابت کرنے سے زیادہ جوشِ بیان کی کہاں ضرورت ہوسکتی ہے، اِس لیے یہاں تکرار کا ہونا حُسنِ بیان کو پیدا کرتا ہے۔

*...... (بیضاوی ، روح المعانی)

اگرچہ یہاں آیت میں رسول ص سے یہ نہیں فرمایا کہ: تم کہو کہ "میں تمھارے لیے خدا کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں"، یہ بات آیت میں چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح سورۃ الفاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ یعنی "ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یہاں پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ ایسا کہو، لیکن خود آیت کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ہمیں خدا یہ تعلیم دے رہا ہے کہ ہم اِس طرح خدا سے دعا اور مدد طلب کریں۔ قرآن مجید میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ (تفسیر کبیر، جواہر البیان، تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ (۵۲) غرض یوں ہی ہوتا رہا۔ اِن سے
مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ پہلے کے لوگوں کے پاس کوئی رسولؐ
اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ ایسا نہیں آیا جسے اُنھوں نے یہ نہ کہا ہو کہ
"یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔"

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ (۵۳) کیا وہ ایک دوسرے کو اس بات
طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ کی وصیّت کرتے چلے آئے ہیں؟
(تاکہ سب کے سب یہی بکتے چلے جائیں)؟ نہیں، بلکہ یہ سب (ایک ہی طرح کے) سرکش گروہ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوا کہ لوگ خدا کے پیغمبروںؑ سے جب توحید اور آخرت کا پیغام سنتے ہیں تو چراغ پا ہوجاتے اور اُن کو جادوگر یا پاگل کے لقب سے پکارنے لگتے ہیں۔ تمام جاہل حق دشمن ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں اس لئے جو پہلے لوگ کہتے تھے وہی آج یہ لوگ بھی کہہ رہے ہیں۔ جب بھی کوئی آوازِ حق بلند کرتا ہے اور یکتا خدا کی صدا بلند کرتا ہے تو یہ بہت سے خودساختہ خداؤں کے ماننے والے یہی شور مچایا کرتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے یا مجنون ہے

اصل بات یہ ہے کہ (۱) یہ لوگ اپنی خواہشات کے غلام ہیں (۲) آبا د پرست ہیں، جو آباء و اجداد کا طریقہ تھا اُسی کے پیرو ہیں عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتے۔ (۳) ہر جاہل احساسِ ذمّہ داری اور محاسبے کے تصوّر کو برداشت نہیں کرتا، اور شترِ بے مہار کی طرح جیئے جانے کو اور حق دشمنی کو اپنی زندگی سمجھتا ہے۔ اِسی لیے ہر نبیؑ کی ہر قوم نے مخالفت کی۔ ←

ے آئینِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اَڑنا ٭ منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں۔ (اقبالؔ)

ے گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود ٭ چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود

www.drhasanrizvi.com

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ (۵۴) بس اب آپؐ اِن سے منھ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ پھیر لیجیے، اب آپؐ پر کوئی الزام نہیں

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى (۵۵) البتہ اِنھیں سمجھاتے رہیے (کیونکہ) تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ سمجھانا اور نصیحت کرنا ایمانداروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

تبلیغ کا اصول اور قاعدہ

اِس آیت ۵۴ میں تبلیغِ دین کا ایک اہم اصول بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی حق کی طرف بُلانے والا حق کے ثابت کرنے کے لیے معقول دلائل پیش کر دے، تو بلانے والے کی ذمّہ داری ختم ہوجاتی ہے۔ اب اگر سننے والے ضد اور حق دشمنی کی وجہ سے اُس کی بات نہ مانیں، تو پھر حق کی طرف بلانے والے کو چاہیئے کہ وہ اُن سے رُوگردانی کرے، اُن کی طرف سے منھ پھیر لے۔ آیت میں یہی فرمایا گیا ہے کہ اے رسولؐ! ایسے لوگوں سے منھ پھیر لیجیے، آپؐ کی اِس بے التفاتی و بے رُخی پر آپؐ کی کوئی مذمّت یا ملامت نہیں کی جائے گی۔

...... (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم۔ انوار النجف)

آیت ۵۵ کی تشریح

جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ۵۴ اُتری کہ "تم اِن سے منھ پھیر لو" تو ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کو ہلاکت کا یقین نہ ہوگیا ہو، مگر جب یہ آیت ۵۵ اُتری کہ: "مگر نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت کرنا مومنین کو فائدہ پہنچائے گا" تب ہمارے دل خوش ہوگئے۔ (تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان)

اصل مقصد حق طلب لوگوں تک ایمان اور حق کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے، مگر اِس بات کا پتہ لگانا ناممکن ہوتا ہے کہ کون آدمی حق کی تلاش میں ہے۔ اکثر لوگ حق سے جاہل ہی رہنا چاہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر۔ تفہیم، مجمع البیان، فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ (۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو
الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ اس کے سوا کسی اور کام کے لیے نہیں
پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ (۵۷) میں اُن سے نہ تو روزی کا
رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ طلبگار ہوں، اور نہ یہ چاہتا ہوں
يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ کہ وہ مجھے کھانا کھلایا کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (۵۸) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تو
ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ (خود سب کو) روزی دینے والا بھی ہے
اور زبردست اور مضبوط قوت والا بھی۔

آیۂ ۵۶ کی تشریح

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا تو ہر چیز کا خالق و مالک و رازق ہے پھر صرف جنوں اور انسانوں ہی کے بارے میں کیوں کہا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے؟
جواب یہ ہے کہ زمین پر صرف جن اور انسان ہی ایسی مخلوق ہیں جن کو فکر و عمل کی آزادی دی گئی ہے۔
صرف انہی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو خدا کی بندگی کریں، چاہے نہ کریں اور خدا کے سوا کسی اور کو معبود بنا کر اُس کی بندگی کریں۔ اس لئے صرف جنوں اور انسانوں سے کہا جارہا ہے کہ اگر تم خدا کو چھوڑ کر کسی اور کی،

www.drhasanrizvi.com

یا اپنے نفس کی غلامی کر رہے ہو تو تم اپنی فطرت اور اپنے مقصدِ حیات کی نفی کر رہے ہو' اپنی آزادیٔ فکر و عمل یا اختیار کو غلط استعمال کر رہے ہو۔ تم کو چاہیئے کہ اختیاری طور پر صرف خدائے واحد کی عبادت کرو جس طرح ساری کائنات خدا کی اطاعت و بندگی کر رہی ہے ۔ کیوں کہ:

؎ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ؛ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات (اقبالؔ)

عبادت کا مفہوم عام خیال یہ ہے کہ عبادت کا مطلب نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ہی بجا لانا ہے۔ مگر عبادت کے لفظی معنی "غلامی" کے ہیں۔ غلام یا عبد اُس انسان کو کہتے ہیں جو کاملاً عاجزانہ طور پر اپنے آقا کا تابعدار ہوتا ہے' جو اپنی مرضی پر چلنے والا نہیں ہوتا (۲) مالک کی ہر چیز کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے (۳) وہ خود کو کسی چیز کا مالک نہیں سمجھتا (۴) غلام اپنے آقا کا انتہائی احترام کرتا ہے اور (۵) اُس کا وفادار ہوتا ہے (۶) اپنے مالک کو خوش رکھتا ہے (۷) غلام اپنے مالک کی فرماں برداری بلا کسی شرط و قید کے کرتا ہے (۸) اور اس غلامی کی معراج یہ ہوتی ہے کہ غلام سب کو چھوڑ کر صرف اور صرف اپنے آقا کا ہو جاتا ہے' سب کچھ اپنے آقا پر قربان کر دیتا ہے۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

★ عبدیّت اور بندگی کا حاصل یہ ہے کہ جب مومنِ باعمل کی موت آتی ہے تو خدا کی طرف سے آنے والا ملک الموت اُسے یہ خطاب کرتا ہے: "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ؑ (سورۃ الفجر ۸۹ آیت ۲۷ تا ۳۰ پارہ ۳۰)

یعنی: "اے نفسِ مطمئنہ اپنے مالک کی طرف لوٹ آ، اس حالت میں کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش' اور میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (القرآن)

عبدیّت کا مقصد یہ ہے کہ (۱) نفسِ مطمئنہ خدا کی غلامی پر مطمئن اور پُرسکون ہے (۲) یہ ایک غلام کی معراج ہے کہ مالک اُسے خود اپنا بندہ و غلام کہہ دے۔ ؎ (خدا بندہ سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے)

★ ...... (مؤلف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "خدا کے بندوں کو نہیں پیدا کیا، مگر صرف اس لیے وہ خدا کو پہچانیں، پھر جب اُس کو پہچان لیں تو اُس کی غلامی کی زندگی اختیار کریں، پھر وہ خدا کی اطاعت و عبادت کریں، تو خدا کے غیر کی عبادت و بندگی، اطاعت اور پوجا پاٹ سے بے نیاز ہو جائیں۔" ★ (علل الشرائع صدوق ؒ مدرک اول)

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ⁝ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبالؒ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے:

"جہاں تک ہو سکے نیک عمل (خدا کی اطاعت) کرو۔ کیوں کہ تمام انسان اسی مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اِس لیے پیدا نہیں کیا کہ اُس کی نافرمانی کریں۔ اسی لیے خدا نے فرمایا: "ہم نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا، مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔" اب کیوں کہ خدا نے انسانوں کو اپنی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے، اِسی لئے اُس نے اطاعت کا راستہ بھی بتا دیا اور اُس کو آسان بھی کر دیا۔ پس وائے ہو اُس پر جو اپنی آنکھیں بند کر لے اور اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دے۔"

★...... (توحید شیخ صدوق ؒ۔ تفسیر المیزان جلد ۱۸)

آیت ۵۷-۵۸: کی تشریح خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "میں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے اور جھوٹے خدائی کے دعوے دار ہیں، وہ سب کے سب اپنے پجاریوں کے محتاج ہیں۔ اُن کے پجاری اگر اُن کی خدائی نہ چلائیں تو ایک دن بھی اُن کی خدائی نہ چلے۔ ⁝ "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند" (پیر نہیں اُڑتے، مرید اُڑاتے ہیں)۔ وہ جھوٹے خدا اپنے ماننے والوں کے رازق نہیں ہوتے بلکہ اُن کے ماننے والے اُن کے رازق ہیں۔ کیوں کہ اگر ماننے والے اُن کو نذریں، نیازیں، ٹیکس وغیرہ نہ دیں تو وہ جھوٹے خدائی کے دعوے دار بھوکے مر جائیں۔ جو بادشاہ خراج مانگے وہ بھی اصل میں بھیک منگا ہی ہے، رعایا ہی کے ٹکڑوں پر پلتا ہے لیکن اللہ کی ذات وہ ہے جو اپنے بندوں سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا، بلکہ وہ اپنے بندوں ہی کو لوٹانے کے لیے لیتا ہے، وہ بھی بڑھا چڑھا کر ایک کے بجائے دس گناہ اور سات سو گنا دیتا ہے۔ (القرآن) ★ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (۵۹) تو یقیناً جن لوگوں نے ظلم کیا اُن
ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ کی بھی سزا کی باری (مقرر) ہے
فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ جیسے اُن جیسے، اُن کے ساتھ والوں کی
باری تھی، تو وہ لوگ مجھ سے (اپنی سزا
پانے میں) جلدی نہ کریں۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ (۶۰) آخرِ کار حق سے انکار کرنے والے
یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ کافروں کے لیے تباہی ہی تباہی ہے ع۱۴
(کیوں کہ) اُنھوں نے اپنے اُس دن کا انکار کیا جس کا اُنھیں خوف دلایا جا رہا ہے۔

ظالموں کے ساتھ والوں سے مراد ظالموں کے ساتھ والوں سے مراد ظالموں جیسے لوگ۔

یعنی، ایسے لوگ جو ظلم، حق دشمنی اور بدکاریوں میں پہلے گذرے ہوئے ظالموں کی طرح تھے۔
(تفسیر مجمع البیان) ..... *

* ظلم کرنے سے یہاں مراد حقیقتوں کے اوپر ظلم کرنا ہے۔ یعنی حقیقتوں کی تصدیق نہ کرنا ہے
یا پھر خود اپنی فطرت پر ظلم کرنا ہے۔ کیوں کہ فطرتِ انسانی یہ ہے کہ وہ صرف اور صرف اپنے
خالق، مالک، رازق، پالنے والے ہی کی اطاعت کو پسند کرتی ہے۔

؎ "من نہ دیدم کہ سگے پیشِ سگی سر خم کرد" (اقبال)

یعنی: میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ ایک کتا کسی دوسرے کتے کے سامنے سر جھکا دے۔" کتا بھی صرف اُس کی

www.drhasanrizvi.com

اطاعت کرتا ہے جو اُسے کھلاتا پلاتا ہے۔ کتے کو صرف ایک مرتبہ کچھ کھلا دیا تو وہ مرتے دم تک اُس کے سامنے سر جھکا کر دم ہلانے لگتا ہے۔

لیکن یہ صرف انسان ہی کی کم فہمی ہے کہ وہ اُن کی عبادت کرتا ہے جو نہ اُس کا خالق ہے نہ مالک، اور نہ پالنے والا ہے۔ ایسا کر کے وہ اپنی فطرت، عقل اور اپنی ذات پر بھی ظلم کرتا ہے اور اپنے حقیقی مالک کا حق بھی ادا نہیں کرتا۔

اِسی طرح آخرت کے منکر بھی اپنے ہی اوپر ظلم کرتے ہیں کہ وہ ایسے اعمال انجام دیتے ہیں کہ اُن کی آخرت کی زندگی بُری طرح تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

* ...... (تفہیم، تفسیر کبیر، فصل الخطاب)

ظالم اور کافر

آیت ۶۰ کی تشریح:

پچھلی آیت ۵۹ میں "ظالم" اور اِس آیت میں "کافر" کہنے سے معلوم ہو گیا کہ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ: اللہ کے مقابلے پر کفر و انکار کی روش اختیار کی جائے۔

کیوں کہ ظلم کے معنی کسی چیز کو غیر مناسب جگہ رکھنا ہوتا ہے۔ بھلا اس سے زیادہ غیر مناسب بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے پالنے والے مالک، خالق کی باتوں، احکامات، دلیلوں، نشانیوں کا انکار کرنے لگے۔ (۲) اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گناہوں کی سزا کا تعلق گناہوں کی نوعیت سے ہوتا ہے

عقل دشمنوں کو جواب

اصل میں یہ آیت اُن کافروں، منکروں، حق دشمنوں کا جواب ہے جو بار بار انبیاء کرام سے یہ مطالبے کرتے رہتے ہیں کہ آخر وہ بدلہ کا دن کب آئے گا؟ وہ آتے آتے کہاں رہ گیا؟ آخر وہ دن کیوں نہیں آتا؟ لے آؤ اُس کو جلدی سے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بھلا بتائیے کہ خدا کا عذاب بھی کوئی جلدی مچانے یا جلد بلانے کی چیز ہو سکتا ہے؟

✯ عذابِ الٰہی کے لیے جلدی مچانا ایسا ہے جیسے کسی مجرم کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا ہو اور پھر وہ احمق یہ جلدی مچائے کہ پھانسی کا پھندہ کب نصب کیا جائے گا؟ کب مجھے پھانسی پر لٹکایا جائے گا؟ مجھے جلدی سے کیوں لٹکایا نہیں جاتا۔؟ * (مرشد تھانوی)

(حاشیہ، قلمی: [illegible])

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الطُّور کے فضائل

اور

خصوصیات

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

★ ” جو شخص سورۂ طور کی تلاوت کرتا ہے (یعنی سمجھ کر پڑھتا ہے) خداوندِ کریم اپنے لیے لازم کرلیتا ہے کہ اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور اُسے اپنی جنّت کی نعمتوں سے نوازے۔“

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۹ ۔ تفسیر برہان جلد ۴)

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

” جو شخص سورۂ طور کی تلاوت کرے (یعنی اس کو سمجھ کر پڑھے اور اُس پر غور و فکر کرے) تو خداوندِ کریم دنیا اور آخرت کی بھلائی اُس کے لیے جمع کردے گا۔“

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۹ ۔ تفسیر برہان جلد ۴)

★ ظاہر ہے کہ سورۃ کے الفاظ کو طوطے کی طرح بے سمجھے صرف پڑھ لینے سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں جمع نہیں ہو سکتیں جب تک کہ انسان اس سورۃ کو سمجھ کر نہ پڑھے اور اُس کا یہ سمجھنا اُس کو اس سورۃ کی ہدایات پر عمل کی طرف نہ لے جائے۔

* (تفسیر نمونہ)

نوٹ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو دنیا میں رہ کر زندگی بسر کرنے کے اصول درج فرمائے ہیں تاکہ انسان اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی والی زندگی گذار کر جنّت کی نعمتوں کا مستحق قرار پائے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ

اٰیاتُھا ۴۹ رُکُوعاتُھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ① (۱) قسم ہے طور (کے پہاڑ) کی۔

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ② (۲) اور ایک چمکدار کھلے ہوئے ورق میں لکھی ہوئی کتاب کی۔

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ③ (۳) جو باریک جِلد یا جِھلّی پر لکھی ہوئی ہے۔

"الطُّوْرِ" ایک خاص پہاڑ جس سے مراد وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ خدا سے باتیں کیا کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

"رَقٍّ" اُس جِھلّی کو کہتے ہیں جس پر لکھا جایا کرتا تھا۔ مراد ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے۔ ...... (تفسیر صافی ص ۲۷)

★ اہلِ کتاب، توریۃ، زبور، انجیل اور آسمانی صحیفوں کو ہرن کی کھال (رِق) پر لکھتے تھے تاکہ محفوظ رہے۔ کھلی ہوئی کتاب اس لیے فرمایا کہ وہ نایاب نہ تھیں لوگ بآسانی پڑھ کر سمجھ لیتے تھے۔ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم۔)

www.drhasanrizvi.com

وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ اور قسم ہے بیت المعمور (یعنی)
اُس گھر کی جو آباد ہے۔

وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾ اور قسم ہے اُس چھت کی جو
اونچی ہے۔

وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اور قسم ہے اُس سمندر کی جو
موجیں مار رہا ہے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ کہ تمہارے پالنے والے مالک کا عذاب
ضرور بالضّرور واقع ہونے والا ہے۔

"البیت المعمور" فرزند رسولِ خدا امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ: "خداوندِ کریم وعظیم نے عرش کے نیچے چار ستون قائم کیے ہیں، وہی "البیت المعمور" ہے۔ خداوندِ عالم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ اُس کا طواف کریں، پھر فرشتوں کو بھیجا کہ زمین میں ایک مکان اسی انداز کا اسی کے مانند بناؤ اور جو جو زمین میں ہیں اُن کو یہ حکم دیا کہ وہ اُس کا طواف کیا کریں۔ ★ (تفسیر نور الثقلین)

★ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "البیت المعمور" میں روزانہ ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور جو ایک دفعہ آتا ہے اُس کو پھر دوبارہ آنا نصیب نہیں ہوتا۔" البیت المعمور" ساتویں آسمان پر فرشتوں کا عبادت خانہ ہے، جو کعبے کے عین محاذ پر ہے۔ (تفسیر صافی ص ۴۷۸، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "البیت المعمور" یعنی آباد گھر" سے مراد کعبہ" یعنی بیت اللہ ہے۔ جو کبھی طواف کرنے والوں، حج و عمرہ کرنے والوں سے خالی نہیں رہتا، بلکہ ہر وقت آباد رہتا ہے۔ ★ (بقول حضرت امام علیؑ ابن عباسؓ، عکرمہ، مجاہد، قتادہ ضحاک ابن زید در تفسیر کبیر و مجمع البیان)

دونوں تفسیر یعنی" کعبہ" اور" البیت المعمور" جو ساتویں آسمان پر آباد گھر ہے، دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یعنی خدا نے صرف زمین کے کعبہ ہی کی قسم نہیں کھائی ہے بلکہ دونوں خدا کے گھروں کی قسم کھائی ہے۔ وہ بھی جو زمین والوں سے آباد ہے اور وہ بھی جو آسمان والوں سے آباد ہے۔

★.... (تفسیر کبیر، تفہیم)

★ **آیت ۵** : "السقف المرفوع" یعنی "اونچی چھت" سے مراد آسمان ہے، بلکہ پورا عالمِ بالا مراد ہے۔

★.... (تفسیر کبیر)

★ **آیت ۶** : " البَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ " کے کئی معنی ہیں۔

(۱) آگ سے بھرا ہوا سمندر۔ قیامت کے دن سمندر کا پانی زمین کے اندر چلا جائے گا اور سارے سمندر آگ سے بھر جائیں گے۔

(۲) "رکا ہوا سمندر" کیوں کہ خدا نے سمندروں کو زمین میں دھنس جانے سے بھی روک رکھا ہے اور خشکی پر پھیل جانے سے بھی روک رکھا ہے۔

(۳) لبریز اور موجیں مارتا ہوا سمندر۔ ★ (مفردات امام راغب)

★ **آیت ۷** : مطلب یہ ہے یہ سارا نظامِ کائنات بزبانِ حال گواہی دے رہا ہے کہ اعمال کی جزا و سزا ضرور مل کر رہے گی، اور اسی جزا و سزا کے ملنے کا نام حشر ہے۔

(تفسیر ماجدی)

آیت میں عذاب کا ذکر ہے۔ اس لیے بدکاروں کو عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ کہ عذاب ضرور بالضرور واقع ہوگا۔

مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ جس کا دفع کرنے والا کوئی نہیں ۔

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ جس دن آسمان بُری طرح تھرتھرانے لگے گا ،

وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ اور پہاڑ پورے کے پورے اُڑے اُڑے پھٹے پھٹے پھریں گے

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ اُس دن (خدا و رسولؐ کو) جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہی تباہی بربادی ہی بربادی ہے ۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ (۱۲) جو بڑے (غلط قسم کے) کاموں

يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ اور سرگرمیوں میں تفریح محسوس کرتے ہیں ۔

(وقف لازم)

(آیت ۹) تَمُوْرُ کی اصل مَوْر ہے ۔ عربی میں مُوْر کے معنی گھومنا ، پھڑکنا ، جھومنا ، چکر کاٹنا ، بار بار آگے پیچھے حرکت کرنا ہوتا ہے ۔ قیامت کے دن آسمان کی یہی حالت ہوگی ، اور سارا نظامِ عالم تہ و بالا ہو جائے گا (مفردات امام راغب)

(آیت ۱۰) مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کی گرفت یا کشش اس قدر ڈھیلی یا کمزور پڑ جائے گی کہ بڑے بڑے پہاڑ اپنی جڑوں سے اکھڑ کر بادلوں کی طرح فضاؤں میں اُڑتے پھرتے دکھائی دیں گے ۔ (تفسیر کبیر) روزِ قیامت پہاڑ ریت کے ذرے بن کر ہوا میں اُڑ جائیں گے

www.drhasanrizvi.com

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ (۱۳) جس دن وہ لوگ جہنّم کی آگ
دَعًّا ⑬ کی طرف شدّت کے ساتھ دھکّے دیدکر
لے جائے جائیں گے۔
هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىْ كُنْتُمْ بِهَا (۱۴) یہی وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا
تُكَذِّبُوْنَ ⑭ کرتے تھے۔
اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ (۱۵) کیا یہ جادو ہے ؟ یا تمھیں
لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ کچھ نظر ہی نہیں آتا ؟
اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا (۱۶) اسی میں جلتے رہو، اب تم صبر کرو
تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ یا نہ کرو، تمھارے لیے سب برابر
اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ ہے تمھیں تو بس بالکل ویسا ہی بدلہ
تَعْمَلُوْنَ ⑯ دیا جارہا ہے جیسے کام تم کیا کرتے تھے۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ (۱۷) حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ناراضگی
وَّنَعِيْمٍ ⑰ یا بُرائیوں سے بچنے والے "متّقین"

www.drhasanrizvi.com

جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات اور عیش کے سامان (یا) نعمتوں میں ہوں گے،

آیت ۱۵ کی تشریح : کفار وحی کے بارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ یہ جادو ہے۔ لیکن اب جو جہنّم کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ یہ بھی جادو ہی ہے۔

*...... (تفسیر صافی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ حق کے منکر اور انکاری حقیقتاً حقائق پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے، بلکہ بے فکری اور بے اعتنائی، بے خیالی، اور بے پروائی کے ساتھ سرسری گذر جاتے ہیں۔

(تفسیر ماجدی)

دنیا میں جتنے پیغمبر ان منکرینِ حق کو سمجھاتے تھے اور جہنّم یاد دلاتے تھے تو یہ احمق کہتے تھے کہ یہ سب الفاظ کی جادوگری ہے جس سے ہم کو بے وقوف بنایا جارہا ہے۔

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

اب لو یہ جہنّم تمھارے سامنے ہے۔ اب بتاؤ، یہ جادو ہے؟ الفاظ کا کرشمہ ہے؟ دل کا بہلاوا ہے؟ یا واقعاً بھڑکتی دہکتی آگ ہے؟

*...... (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

آیت ۱۶ : "اِنَّمَا" کے لفظ سے شروع ہوتی ہے جو عربی گرامر کے اعتبار سے کلمۂ حصر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمھیں بس صرف اُتنا ہی عذاب ہو رہا ہے جتنا تمھارا جرم ہے، جس کے تم مستحق ہو، جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جارہی ہے اسلئے اب تم اسے برداشت کرتے رہو۔ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ (۱۸) مزے لے رہے ہوں گے، اُس

رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ جو انھیں اُن کے پالنے والے مالک نے

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ دیا ہوگا۔ غرض اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں جہنّم سے بچالیا۔[1]

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا (۱۹) مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُن نیک اعمال کے) بدلے میں جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ (۲۰) وہ آمنے سامنے ترتیب کے ساتھ

مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ رکھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ بیٹھے ہوں گے اور ہم نے اُن کی شادی

بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی، گوری گوری حوروں کے ساتھ کردی ہوگی۔

محققین نے نتیجے نکالے کہ

(۱) کسی شخص کے جنّت میں داخل ہوجانے کے بعد یہ فرمانا کہ: "اُسے جہنّم سے بچالیا گیا" بظاہر عجیب سا معلوم ہوتا ہے، مگر یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ دوزخ سے بچ جانا بجائے خود خداوندِ عالم کی ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دوزخ سے بچنا صرف خدا ہی کی مہربانی سے ممکن ہے۔ کیوں کہ

www.drhasanrizvi.com

خدا نے خود فرمایا: "اللہ نے اُن کو دوزخ سے بچالیا" یعنی دوزخ سے بچنا صرف اللہ ہی کے فضل و کرم سے ممکن ہے۔

آیت ۱۹ کی تشریح "ھَنِیۡٓـًٔا" ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بغیر مشقت یا دشواری یا رکاوٹ کے حاصل ہو جائے اور خوشگوار بھی ہو۔ * (مفردات امام راغب)

★ جنت کی تمام نعمتیں صرف ارادہ کرتے ہی مل جائیں گی، جیسا کہ خود خداوندِ عالم نے فرمایا: "لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ" یعنی "اُن کے لیے وہاں پر وہ چیز موجود ہوگی جسے وہ چاہیں گے۔" (سورۃ آیت ۳۱ پارہ ۱۳)

گویا خدا انسان کے اندر وہاں اپنی صفت کُن فیکون کی ادنیٰ سی جھلک پیدا کردیگا کہ بندہ جیسے ہی جو چیز چاہے گا اُسکے سامنے فوراً بلا کسی کوشش، مشقت یا رکاوٹ کے حاضر ہو جائے گی۔

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ::: خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔
* (اقبال) * (موتف)

یہاں "مزے" کا لفظ اپنے اندر بہت گہرے اور وسیع معنی رکھتا ہے۔ جنت کے مزے دنیا کے مزوں سے بہت زیادہ اعلیٰ اور وسیع ہوں گے۔ (۱) جنت میں جو نعمتیں ملیں گی وہ دنیا کی نعمتوں سے بہت اعلیٰ ہوں گی۔ خدا فرماتا ہے کہ "وہاں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ دلوں نے سوچا ہوگا۔ (۲) جنت کی نعمتیں نہ کم ہوں گی، نہ ختم ہوں گی، نہ ضائع ہوں گی، نہ کوئی چھینے گا (۳) وہاں نعمتوں کا کوئی حساب کتاب ہوگا۔ (۴) خواہش کے مطابق ہوں گی، (۵) عزت و احترام سے (۶) کھانے صرف لذت حاصل کرنے کے لیے ہوں گے (۷) بدہضمی نہ ہوگی (۸) صاف ستھری ہوں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

آیت ۲۰: "مُتَّکِئِیۡنَ" یعنی تکیہ لگا کر بیٹھنا۔ یہ سکون و اطمینان، عزت اور خوشی کی تعبیر ہے کیوں کہ انسان تکیہ لگا کر اسی وقت بیٹھتا ہے جب پُرسکون ہوتا ہے، عزت دینے کے لیے بٹھایا جاتا ہے۔

"حُوۡرٌ" جمع ہے حوراء کی۔ حوراء اُس خوبصورت عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں خوب کالی ہوں مگر پورا جسم گورا ہو۔ یہ کنایہ ہے بہت زیادہ خوبصورت عورت کا کیونکہ خوبصورتی کا آنکھوں سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ (مفردات راغب)

(تفسیر [illegible]، انوار النجف، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ (۲۱) جن لوگوں نے (ابدی حقیقتوں کو
ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ یا خدا و رسولؐ کو) دل سے مانا اور اُن
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ کی اولاد نے بھی اُن کے ساتھ ایمان کی
مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ کسی درجے میں اُن کی پیروی کی
كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ تو ہم نے (جنّت میں) اُن کی اولا
رَهِيْنٌ ۲۱ کو اُن سے ملا دیا، جبکہ ہم نے اُن (بزرگوں)

کے اعمال میں سے کچھ کم بھی نہیں کیا۔ غرض ہر آدمی اپنے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ گروی (گرفتار) ہے (یا) ہر شخص اپنے اعمال کی کمائی کے عوض رہن ہے۔

مومن کی اولاد بھی فائدے حاصل کرے گی

فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی مومن (اپنے ایمان و عمل کی وجہ سے) درجے میں بڑھا ہوا ہوگا جبکہ اُس کی اولاد اُس سے کم مرتبہ ہوگی، تو خداوندِ کریم و رحیم اُس کی اولاد کے درجے بڑھا بڑھا کر مومن کی اولاد کو مومن سے ملا دے گا، تاکہ اُس مومن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔" سبحان اللہ و بحمدہٖ

*...... (تفسیر صافی صـ ۴۷۸)

* ایک دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ: "جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولادیں نابالغ مر گئیں (یعنی اُن کو عملِ صالح کمانے کا موقع ہی نہ ملا) وہ بچّے بھی اپنے ماں باپ سے ملا دیے جائیں گے (ابنِ جریر)

www.drhasanrizvi.com

★ مگر زیادہ سلجھا ہوا مطلب یہ ہے کہ اگر بالغ اولاد اپنے باپ دادا کے نیک راستے پر چلی، مگر عملِ صالح کے اعتبار سے اُس درجۂ کمال تک نہ پہنچ سکی، تو باپ دادا کے حُسنِ عمل کی وجہ سے اولاد کی کمزوریوں کو نظر انداز کردیا جائے گا اور اُن کے مرتبے بڑھادیے جائیں گے۔ بغیر باپ دادا کے مرتبوں کو گھٹائے۔

★..... (تفسیر تبیان ۔ بقول ابنِ عباس رض)

★ "غرض بہت سے افراد ایسے ہوں گے کہ اُن کا نیک عمل کمزور ہوگا، درجاتِ عالیہ کے قابل نہ ہوں گے، جبکہ اُن کے والدین بلند مرتبوں پر ہوں گے، خدا اُن لوگوں کے نیک والدین کے احترام میں اُن کی اولادوں کو اُن کے بلند درجات تک پہنچا دے گا۔"

★...... (تفسیر ماجدی)

★ روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جب قیامت کا دن ہوگا، تو خداوندِ حکیم اُن سب کو جمع کرے گا اور ایک آگ روشن کرے گا، اور اُنھیں (اولادوں، بچوں کو پوری عقل دے کر) حکم دے گا کہ خود کو آگ میں گرادیں"۔ جو اُس حکم پر عمل کرے گا (اور آگ میں کود جائے گا)، تو آگ اُس کے لیے سرد ہو جائے گی۔ اور وہ صحیح و سالم رہے گا، مگر جو حکم نہ مانے گا، وہ خدا کی مہربانیوں سے محروم رہے گا۔

★..... (تفسیر نور الثقلین جلد ۵ ص ۱۳۹)

★ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"جس وقت انسان جنّت میں داخل ہوگا تو اپنے والدین، بیوی بچوں کے بارے میں پوچھے گا، تو اُس سے کہا جائے گا "وہ تیرے درجے، مقام اور عمل تک نہیں پہنچ سکے"۔ وہ عرض کرے گا: مالک! میں نے جو نیک اعمال کیے تھے وہ ان کے لیے بھی کیے اور اپنے لیے بھی"۔ پس حکم دیا جائے گا کہ: "اُن کو بھی اِس کے ساتھ ملادو۔" (تفسیر مراغی جلد ۲۷ ص ۲۳ الوار النجف)

"گروی" خدا کا فرمانا کہ: ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے۔ یعنی اچھے اور بُرے اعمال کے بدلے گروی ہے۔

جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا: "وہ قبروں میں رہن اور لحدوں میں سونے والے ہیں۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۸۵)

★ آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص کے اعمال نیک و بد ہمیشہ اُس کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ یہ آیت محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حق میں اُتری

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو جانبِ عرش سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! اپنی اپنی آنکھیں بند کرلو تا اینکہ جناب فاطمہؑ بنتِ محمدؐ گذر جائیں۔" پس آپؑ جنت کے لباس میں ملبوس ہوں گی بارہ ہزار حورانِ جنت اُن کا استقبال کریں گی جن کے پیچھے پچاس ہزار ملائکہ مرصّع اور مسجّع عمدہ سوار ہوں گے۔ پس ایسے ماحول میں شہزادیٔ کونینؑ صراط سے گذر کر جنتِ فردوس میں داخل ہوں گی پھر نور کے تخت پر جلوہ گر ہوں گی، آپؑ کے اطراف حورانِ جنت ہوں گی۔ زیرِ عرش دو محل ہوں گے، ایک سفید جس میں ستر ہزار عالی شان محل و بنگلے ہوں گے جن میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی رہائش ہوگی۔

اور دوسرا محل زرد جس میں ستر ہزار قصر و بنگلے حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کے لیے مخصوص ہوں گے۔

پس ایک فرشتہ جانبِ پروردگار شہزادیٔ کونینؑ کی طرف سلام پہنچائے گا اور عرض کرے گا کہ خداوندِ کریم و رحیم کا ارشاد ہے کہ جو کچھ طلب کرو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔

شہزادیٔ کونینؑ عرض کریں گی کہ میں اپنی اولاد اور حبداروں کی شفاعت کی طالب ہوں۔

پروردگار کا ارشاد ہوگا کہ تمھاری شفاعت مقبول ہے۔" پس شہزادیٔ کونینؑ پروردگارِ عالم کی حمد بجا لائیں گی۔

یہ حدیث بیان فرما کر امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی آیتِ مجیدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(تفسیر انوار النجف)

★ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ فرزندانِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما السلام سے میں نے سُنا کہ خداوندِ کریم نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے صلہ میں چار انعامات عطا فرمائے ہیں (۱) اُن کی اولاد میں امامت (۲) اُن کی تُربت میں شفاء (۳) اُن کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا (۴) جو شخص اُن کی زیارت کو جائے تو آمد و رفت کا زمانہ اُس کی عمر میں شمار نہیں ہوتا۔" میں نے عرض کی: حضورِ والا! یہ چیزیں تو امام حسینؑ کے صدقے میں دوسروں کو ملیں گی، لیکن خود اُن کو کیا ملا؟ امامؑ نے فرمایا: "اُن کو اپنے جدِ نامدار کے ساتھ ملا دیا پس وہ رسول اللہؐ کے پاس اُن کے درجہ میں ہوں گے" پھر امامؑ نے اسی آیت کو پڑھا: وَأَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ... الخ (برہان، امالی شیخ، انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

جب انسان پر موت کا وقت آتا ہے

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جب انسان پر موت کا وقت آتا ہے تو سب سے پہلے اُس کا مال اُس کے سامنے مجسّم ہو کر آتا ہے۔ وہ مال سے کہتا ہے کہ "آج مجھ پر سب سے سخت وقت پڑا ہے۔ بتا، تُو میرے کیا کام آئے گا"؟

مال کہتا ہے کہ: "میں تمہارے لئے تمہارے کفن اور قبر کا انتظام کر سکتا ہوں۔"

★ مرنے والا مایوس ہو کر دوسری طرف دیکھتا ہے، تو اُس کی اولاد مجسّم ہو کر اُس کے سامنے آتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "تم بتاؤ اِس کٹھن وقت میں تم لوگ میرے کیا کام آسکتے ہو"؟

اولاد کہے گی کہ "ہم آپ کو اپنے کاندھوں پر سوار کر کے آپ کی قبر تک پہنچا دیں گے۔"

★ مرنے والا پھر مایوس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو اُسے ایک نہایت حسین و جمیل شخصیت قریب آتی ہوئی نظر آتی ہے جو آکر اُس کا بازو تھام لیتی ہے اور کہتی ہے کہ "نہ گھبراؤ میں قبر میں، نشر میں، حشر میں، میزان میں آپ کا ساتھ دوں گی۔ یہاں تک کہ آپ کو جنّت کے دروازے تک پہنچا دوں گی۔"

★ مرنے والا حیران ہو کر اُس سے پوچھتا ہے "تم کون ہو"؟

وہ شخص کہتا ہے کہ: "میں آپ کا غیر نہیں ہوں (حیران نہ ہوں) میں آپ کا دِی نیک عمل ہوں جسے آپ بڑی کراہت کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے۔"

★ ..... (الکافی)

★ اُس وقت مرنے والا سمجھتا ہے کہ اصل ساتھی صرف اُس کے اعمالِ نیک و بد ہیں، اور اصل دولت صرف نیک اعمال بجالانا ہے۔

★ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

رہین کے معنی

خداوند عالم کا فرمانا: "ہر شخص اپنی کمائی (عمل) کے عوض رہن ہے"۔ یہ بڑا معنی خیز جملہ ہے۔ اگر ہم کسی سے کچھ قرض لیں تو قرض دینے والا کوئی چیز رہن رکھ لیتا ہے۔ وہ ہمیں اُس وقت واپس ملتی ہے جب ہم (قرض لینے والے)، قرض ادا کر دیتے ہیں۔

خداوند عالم نے انسان کو جو دنیا کی نعمتیں اور زندگی کی نعمتیں، صلاحیتیں اور اختیارات دیے ہیں، وہ سب خدا کا دیا ہوا قرضہ ہے اور ہماری جان (نفس) خدا کے پاس رہن ہے۔ اگر ہم خدا کی قرض دی ہوئی دنیا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں تو ہم اپنی رہن شدہ جان کو جہنّم سے چھڑا لیتے ہیں، اگر ہم خدا کی قرض دی ہوئی دنیا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتے ہیں تو ہماری جان ضبط کر لی جائے گی اور جہنّم رسید کر دی جائے گی۔

ہر شخص اپنی جان اپنے فرائض ادا کر کے اور حرام کاموں سے بچ کر چھڑا سکتا ہے۔ پہلے اولاد اپنی جان، اپنے نیک اعمال کے ذریعہ چھڑائے۔ اب اگر جان چھڑانے کے بعد اولاد کا درجہ باپ دادا سے کم رہا، تو پھر خدا کا فضل و کرم شامل ہوگا، پھر خدا اپنے فضل و کرم کی وجہ سے کم درجہ اولادوں کو اُٹھا کر جنّت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کے باپ داداؤں کے ساتھ ملا دے گا۔ یعنی باپ دادا کی نیکیوں کا فائدہ اولاد کو صرف اُس وقت ملے گا جب پہلے وہ اپنی جان جہنّم سے چھڑا لیں اور خود کو جنّت میں داخل ہونے کا مستحق بنا لیں۔ یہ نہیں ہوگا کہ اولاد جہنّم کی مستحق ہو اور اُسے باپ دادا کی نیکیوں کی وجہ سے جنّت کے بلند درجوں میں پہنچا دیا جائے۔ ہاں اگر جنّت میں جانے کا مستحق خود کو بنا لیا، تب اولاد کو باپ دادا کی کمائی کی وجہ سے بلند درجات مل جائیں گے، تاکہ باپ دادا کا دل خوش کر دیا جائے۔ خداوند عالم کا فضل و کرم یہ گوارا نہ کرے گا کہ باپ دادا کے درجے کم کر کے اُن کی اولادوں سے اُن کو ملا دے، تاکہ باپ دادا کو خوشی حاصل ہو اور خوشی میں اضافہ پر اضافہ ہو اور اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

* (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفسیر نمونہ، تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ (۲۲) پھر ہم انھیں مدد پہنچائیں گے
وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾ پھلوں سے اور گوشت سے، اور جس چیز کو
بھی اُن کا دل چاہے گا۔ (وہ سب چیزیں
انھیں دیئے چلے جائیں گے۔)

يَتَنَازَعُوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا (۲۳) اُس (جنت) میں وہ ایکدوسرے
لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ ایسی شراب کے بھرے ہوئے ساغر لپک لپک کر
چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے جس شراب
میں نہ تو کوئی گندی بیہودہ بات ہوگی
اور نہ کوئی گناہ ہوگا۔

وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ (۲۴) اور اُن کے پاس چاروں طرف
لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾ ایسے نوجوان خدمت گار چکر لگا رہے ہوں گے
جو اُنہی کے لیے مخصوص ہوں گے، ایسے خوبصورت جیسے چھپا کر رکھے ہوئے چمکدار موتی۔

★ آیت ۲۳ کا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت کی شراب پی کر بہکیں گے نہیں کسی قسم کی کوئی فضول، لغو یا غلط بات اُن کے منھ سے نہ نکلے گی، اور نہ کوئی غلط کام کریں گے۔

www.drhasanrizvi.com

نہ اُوَل فُوَل بکیں گے، جیسے کہ دنیا کے شرابی شراب پی کر بُکا کرتے ہیں۔ اسی طرح خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا: "اِس جنّت کی) شراب کو پی کر نہ کوئی جھگڑا ہوگا، نہ مدہوشی (دردِ سر) ہوگی"۔ (سورۃ الصٰفٰت آیت ۴۷ پارہ ۲۳)

(تفسیر صافی)

★ اصل میں دنیا میں جو چیز بھی حرام ہے وہ اپنی کسی نہ کسی بُرائی کی وجہ سے حرام ہے۔ کیوں کہ جنّت والی شراب میں کسی قسم کی کوئی بُرائی یا نقصان موجود ہی نہ ہوگا، اِس لیے اُس کا پینا گناہ نہ ہوگا۔

جنّت کی ہر چیز میں سے نقصان یا خرابی کا پہلو ہی نکال دیا جائے گا، اسی لیے وہاں کی شراب پینے والوں میں وہ کوئی خرابی پیدا ہی نہ ہوگی جو دنیا کی شراب پینے والوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہاں کی شراب میں صرف کیف، لطف، مسرّت، شادابی، سکون اور بلا کی لذّت ہوگی اور بس۔ اِس لئے جنّت کے شرابیوں کے لیے خداوندِعالم نے فرمایا کہ "اُن میں نہ کوئی جھگڑا ہوگا، نہ فساد، اور نہ وہ ایک دوسرے کو گناہگار ٹھہرائیں گے"۔

(فصل الخطاب)

★ "کاس" شراب سے بھرے پیالے کو کہتے ہیں، (فارسی میں اس کو ساغر کہتے ہیں۔)

(مفردات امام راغب)

آیت ۲۴

★ چوتھی نعمت جنّتیوں کے لیے نوجوان خادم (غلمان) ہوں گے، جو ہر دم جوان رہیں گے موتیوں جیسے خوبصورت، چمکدار جیسے صدف کے اندر گوہر، وہ غلمان ہر طرف گھوم گھوم کر اُن کی خدمت کر رہے ہوں گے، اگرچہ جنّتیوں کو خدمتگاروں کی ضرورت ہی نہ ہوگی، اِس لیے کہ وہاں کا اصول تو یہ ہے کہ وہ جو چاہیں گے آموجود ہوگا، مگر یہ اُن کا احترام ہے کہ اُن کے خدمتگار اُن کے چاروں طرف دوڑ بھاگ رہے ہوں گے۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی (۲۵) پھر یہ لوگ آپس میں ایکدوسرے
بَعۡضٍ یَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾ سے (اُن کے حالات) پوچھیں گے۔
قَالُوۡۤا اِنَّا کُنَّا قَبۡلُ فِیۡۤ (۲۶) وہ کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے
اَهۡلِنَا مُشۡفِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾ (دنیا میں خود) اپنے گھر میں بہت ڈرا
کرتے تھے

جنتی کہیں گے کہ

جنتیوں کا ایک دوسرے سے یہ کہنا کہ "ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بھی خوف وہراس میں تھے" یعنی ہمیں (۱) ظالموں، جابروں، سرکشوں، کافروں، مشرکوں کا خوف رہتا تھا۔ پھر ہمیں اپنے گناہوں اور اپنی قوم کے گناہوں کی وجہ سے عذاب خدا کے آنے کا خوف ہر وقت ستاتا رہتا تھا۔ مگر خداوند کریم نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں اپنے ہر قسم کے عذاب یا سزا سے بچالیا۔

(تفسیر نمونہ)

جنتیوں کے اِس جملے سے معلوم ہوا کہ جنتی دنیا میں جابر، قاہر، ظالم کی روپ میں نہیں ہوتے۔ عام طور پر وہ مظلوم، ستائے ہوئے، خوفزدہ رہنے والے ہوتے ہیں، بُرے لوگوں کے شر سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں، مگر اِس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ بالکل نرم چارہ ہوتے ہیں۔ حتی الامکان وہ اپنے اندر اتنی طاقت پیدا کرتے رہتے ہیں کہ ظلم وجبر، کفر وشرک کا مقابلہ کرسکیں۔ لیکن اس کے باوجود خدا کے عذاب اور ناراضگی سے ضرور ہر وقت خائف رہتے ہیں

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

تیسرا خوف اُن کو یہ ہوگا کہ کہیں دنیا کی چکا چوند اُن کو اور اُن کی اولادوں کو گمراہ نہ کر دے اِسی لیے جنّتیوں نے بعد میں فرمایا کہ :" خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور تباہ کر دینے والے عذاب سے ہمیں بچالیا۔"

(تفسیر نمونہ)

★ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آیت اُن جنّتیوں کے بارے میں ہو جو غیر مومن گھرانوں میں پیدا ہوئے ، خود اسلام لائے ، اور ہمیشہ ڈرتے رہے کہ اُن کو اسلام اور ایمان کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔ مگر خدا کی مدد کی اُمید لیے ہوئے ایمان پر ڈٹے رہے۔

(تفسیر کبیر امام رازی)

★ مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں عیّاشی کی غفلت والی زندگی نہیں گذار رہے تھے بلکہ ہمیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس پر خدا کے ہاں ہماری پکڑ ہو۔ گھر میں ہم اِس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں اولاد کو عیش کرانے یا ترقّی دلانے کے چکّر میں ہم حرام کی کمائی تک نہ پہنچ جائیں، دوسروں کے حقوق نہ مارنے لگیں ، طرح طرح کی ناجائز تدبیریں نہ کرنے لگیں ، ہم کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھیں کہ ہماری آخرت تباہ ہو جائے۔

پھر ہمیں اپنی اولاد کے بدعمل ہونے یا خراب ہونے کا بھی خوف رہتا تھا۔ اس لیے ہم اُن کی دیکھ بھال کرتے تھے اور نیک تربیت کرنے میں لگے رہتے تھے۔

(تفسیر مجمع البیان ، تفہیم ، تفسیر نمونہ ، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا (۲۷) تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا
عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اور ہم کو اُس جُھلسا دینے والی سخت
گرم ہوا کی سزا سے بچا لیا۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ (۲۸) حقیقت یہ ہے کہ ہم پہلے ہی (اپنی
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ دنیا کی زندگی میں اس سزا سے بچانے کی) ع ۴۸
خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ واقعتاً خدا اچھا ہی اچھا محسن بھی ہے اور مسلسل
بے حد رحم کرنے والا بھی۔

" سَمُوْمِ " اُس گرمی کی شدت کو کہتے ہیں جو جسم کے اندر مساموں (یعنی چھوٹے چھوٹے
سوراخوں) تک میں داخل ہو جاتی ہے اور انسان کو سخت تکلیف پہنچاتی ہے۔

" سَم " کا لفظ ہلاک کر دینے والی چیز پر بھی بولا جاتا ہے۔ یعنی مار ڈالنے والی گرمی۔
(لسان العرب - لغات القرآن)

★ اِس سے مراد لُو کی وہ لپٹیں ہیں جو جہنم سے اُٹھ رہی ہوں گی۔ (تفسیر کبیر)

★ " سموم " دوزخ کے خاص بہت ہی سخت گرم حصے کو کہتے ہیں۔ (مجمع البیان بقول حسن)

آیت ۲۸ کی تشریح

" بَرّ " کے اصل معنی خشکی کے ہیں۔

دوسرے معنی میں یہ لفظ اُن لوگوں کے لیے بولا گیا جن کے نیک اعمال بہت زیادہ وسیع ہوں

www.drhasanrizvi.com

ظاہر ہے کہ اِس لفظ "بَرّ" کا سب سے اعلیٰ اور بہترین مصداق خدا کی ذات ہے کہ اُس کا فیض ہر طرف پھیلا ہوا ہے، یہاں تک کہ تمام جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

(مفردات امام راغب)

غرض اِن آیتوں میں جنّت کی چودہ ۱۴ نعمتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) جنّت کے گھنے سرسبز و شاداب باغات

(۲) جنّت کی بے حد و بے حساب نعمتیں

(۳) دائمی، سرمدی لطف و کیف

(۴) عذابِ جہنّم سے امن پانے کا احساس اور خوشی

(۵) جنّت کے کھانے پینے کی بے پناہ مزے دار چیزیں

(۶) مومنین کا ایک دوسرے سے پُرسکون حالت میں مل کر باتیں کرنا

(۷) حوروں جیسی بے حد خوبصورت بیویاں

(۸) مومن کے گھر والوں اور اولادوں کا ایک جگہ ساتھ رہنا

(۹) لاکھوں قسم کے بے حد تازہ مزے دار میوے اور پھل

(۱۰) ہر قسم کا بے حد تازہ مزے دار پرندوں کے بھُنے ہوئے گوشت

(۱۱) شرابِ طہور کے پُرلطف جام

(۱۲) موتیوں جیسے خوبصورت خوشنما سرگرم خادم (غلمان)

(۱۳) ماضی کی حسین یادیں

(۱۴) جنّت کی موجودہ حالت سے خوب اچھی طرح لطف اندوزی

یاد رہے کہ یہ جنّت کی تمام نعمتوں کا بیان نہیں ہے۔ یہ صرف چند مادّی نعمتوں کا تذکرہ بیان ہے، اِن کے علاوہ روحانی معنوی نعمتیں بھی ہیں جن کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾

(۲۹) پس آپ تو نصیحت اور یاد دہانی کرتے رہیئے (کیوں کہ) آپ اپنے پالنے والے مالک کے فضل و کرم سے نہ تو کاہن یا نجومی ہیں اور نہ دیوانے۔

قریشِ مکّہ کی انتہائی جہالت کا ذکر

قریشِ مکّہ جب رسولِ خدا ص سے آخرت کی باتیں حساب و کتاب کے وعدے، جہنّم کے ڈراوے سنتے تو انھیں بڑا غصّہ آتا تھا۔ کیوں کہ جہنّم کے ڈراوے اُنہی تمام صفات پر تھے جو اُن میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے، گویا رسول ص کے کلمات انھیں جہنمی ثابت کرتے تھے۔ اِس لیے جل کر رسول ص کو مجنون یعنی پاگل کہہ کر دل ٹھنڈا کر لیا کرتے تھے۔

آج کے مغربی مفکّرین بھی یہ لکھتے ہیں کہ ("معاذ اللہ") رسول ص پر صرع Epilepcy کے دورے پڑتے تھے اُنہی دوروں کے درمیان جو کچھ آپ ص کے منھ سے نکلتا تھا اُس کو قرآن یا وحی کہتے ہیں۔ آج کوئی بھی آدمی قرآن کو سمجھ کر پڑھے تو وہ واضح طور پر سمجھ سکتا ہے کہ اتنے گہرے بامعنی الفاظ کسی صرع کے دورہ پڑنے والے کی بے معنی بک بک سے کتنے مختلف اور کتنے اعلیٰ ہیں۔ مگر بے شرمی اور تعصب کی یہ انتہا ہے کہ ایسے بامعنی بلند ترین، بے مثل کلام کو صرع کے دورے کی بکواس قرار دیا جائے۔

(تفسیر کبیر، تفہیم، تفسیر نمونہ)

انسان اِس طرح اُتر آئے عناد پر ٭٭ لعنت خدا کی حشر تک ابنِ زیاد پر

شانِ نزول

یہ ہے کہ قریش دار النّدوہ (عربوں کے جدِّ اعلیٰ قصی بن کلاب کا گھر جہاں وہ مشوروں کے لیے جمع ہوتے تھے) میں جمع ہوئے تاکہ

www.drhasanrizvi.com

جناب رسولِ خدا ص کی تحریکِ اسلام کو کسی طرح ختم کر دیں۔ بنی عبد الدار کے قبیلے کے ایک شخص نے کہا: "ہمیں محمدؐ کے مرنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ شاعر جلد مر جاتے ہیں۔ جیسا کہ زہیر، نابغہ، اعشی (زمانۂ جاہلیت کے بڑے بڑے شاعر) جلد مر گئے۔ (اسی طرح معاذ اللہ محمدؐ کی بساط بھی جلد الٹ جائے گی)

اِس مشورے پر سب مطمئن ہو گئے۔ اُن کے جواب میں یہ آیت اُتری۔

(تفسیر مراغی جلد ۲۷)

محققین نے لکھا کہ: اِس آیت میں خدا کا فرمانا: "فَذَكِّرْ" (پس نصیحت کرو)"

(۱) اِس سے معلوم ہوا کہ پچھلی تمام آیات میں جنتیوں اور جہنمیوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اُن کے دل حق کو سننے سمجھنے اور اصلاح کرنے پر آمادہ ہوں۔

(۲) قریش جناب رسولِ خداؐ کو کاہن بھی کہتے تھے اور مجنون بھی۔ یہ دونوں القاب بتا رہے ہیں کہ وہ کس قدر جھوٹے تھے، اِس لیے کہ "کاہن" یعنی آئندہ کی خبریں بتانے والا انسان تو بلا کا مکار اور چالاک ہوتا ہے، وہ اُڑتی چڑیا کے پر گن لیا کرتا ہے جبکہ "مجنون" بے عقل، حواس باختہ ہوتا ہے۔ اب بیک وقت کسی کو کاہن بھی کہہ رہے ہیں اور مجنون بھی۔ یہ متضاد باتیں خود بتا رہی ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ "دروغ گو را حافظہ نباشد"

(تفسیر نمونہ)

کاہن شیخ مرتضیٰ انصاری نے علامہ حلیؒ کے حوالے سے "کاہن" کے معنی یہ لکھے ہیں:

"وہ جو کسی جن کو اپنا مددگار بنا لیتا ہے اور اُس کے ذریعے چھپی ہوئی آئندہ کی باتیں اور خبریں حاصل کر لیتا ہے، اور پھر لوگوں کو سناتا پھرتا ہے۔

★ قرآن کی دوسری آیتوں سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کاہن جنوں سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ (۳۰) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص
بِہٖ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ ﴿۳۰﴾ شاعر ہے، اور اس کے لیے وہ لوگ
اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ موت کے
کسی حادثے کا شکار ہو جائے ؟

قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ (۳۱) آپؐ کہدیجیے کہ اچھا پھر انتظار
مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِیۡنَ ﴿۳۱﴾ کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے
والوں میں سے ہوں ۔

"منون" کے معنی رات دن کا گزرنا، وقت کا گزرنا ۔
* ...... (مفردات امام راغب، لسان العرب)

مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ محمدؐ مرجائے گا اور اُس کی شاعری کا دفتر اور دوسرے شاعروں کی طرح لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا ۔
(تفسیر نمونہ)

" منون " کے دوسرے معنی ابنِ عباسؓ نے بتائے ، یعنی "حوادثِ روزگار" ، یعنی زمانے کا کوئی حادثہ اُس مار کر چھٹی کرے گا ۔
(تفسیر قرطبی جلد ۹)

* قریشِ مکہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ محمدؐ شاعر پر "معاذاللہ" کوئی آفت آئے جو شاعروں پر عشق کے چکر میں بہت جلد آہی جایا کرتی ہے کیوں کہ یہ

www.drhasanrizvi.com

شاعر ہے کسی نہ کسی سے محبت کے چکر میں ضرور پھنسے گا، پھر کوئی قبیلہ ضرور اُسے قتل کر دے گا ہم تو بس اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہماری جان اِس سے چھوٹ جائے۔

(۲) دوسرا خیال اُن کا یہ تھا کہ یہ شخص (رسولؐ) ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے، اُن پر تنقید کرتا ہے، اِس لیے ہمارے کسی نہ کسی دیوتا کی مار اس پر ضرور پڑے گی، یا پھر ______

(۳) کوئی دل جلا بُت پرست اِن کی باتیں سُن کر آپے سے باہر ہو جائے گا اور اُن کا کام تمام کر دے گا۔ (معاذ اللہ)

(تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

۵ تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اُڑیں گے پُرزے ؛ دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشا نہ ہوا۔

آیت ۳۱ کی تشریح

خداوندِ عالم نے رسولؐ سے کافروں کو یہ جواب دلوایا کہ: "اے کافرو! تم رسولؐ کی موت کا انتظار کر رہے ہو، ہم تمہارے اوپر عذابِ الٰہی آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم خدا کے دین کے عالمگیر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، تم اپنے خیالات، جھوٹی خواہشات پر تکیہ لگائے ہوئے ہو، اور ہم خدا کے لطف و کرم پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔

(تفسیر نمونہ)

★ معلوم ہوا کہ خدا کے لطف و کرم، عنایت اور مہربانی پر تکیہ کیے ہوئے خدا کے کسی نمائندہ کا انتظار کرنا کہ وہ آئے اور دینِ اسلام کو عالمگیر فتح سے ہمکنار کرے، سنتِ رسولؐ بھی ہے اور حکم بھی ہے۔ اسی لیے فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "افضل ترین عبادتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان خدا کی طرف سے "فرج" یعنی خوشی کا انتظار کرے۔" (اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ)

(تحف العقول)

۵ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں ؛ کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

(اقبال)

۵ مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی ؛ مھدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو

اے تُو کہ ہے مھدی کے تخیل ہی سے بیزار ؛ محروم نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ (۳۲) کیا اُن کی عقلیں انھیں ایسی ہی
بِهٰذَآ اَمۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (احمقانہ) باتیں کرنے کا حکم دیتی ہیں؟
یا وہ بےحد سرکش اور شریر لوگ ہیں۔؟

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ (۳۳) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اِس شخص
لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۳﴾ نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں،
بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ خدا و رسولؐ کو دل سے ماننا ہی نہیں چاہتے۔

خداوندِ عالم کے دو الفاظ کا کمال

خداوندِ عالم کے اِن دو لفظوں نے اسلام کے مخالفین کے پروپیگنڈے کی ہوا نکال کر برہنہ کر دیا، اِس لیے کہ: (۱) قریش کے سردار بڑے عقلمند بنے پھرتے تھے۔ خدا اُن سے پوچھ رہا ہے کہ: کیا تمھاری عقل یہی کہتی ہے کہ جس شخص میں شاعر کی ایک صفت بھی نہیں ہے اُس کو شاعر کہتے پھرو، جس کلام میں سراسر عقل ہی عقل ہو اُس کلام کے لانے والے کو پاگل کہو، جس انسان کو ساری دنیا سب سے عقلمند انسان کہے اُس کو مجنون کہتے پھرو، جس کی باتوں سے کہانت کی باتوں اور گول مول فقروں سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ ہو اُس کو کاہن کہو، جس کے انداز و اطوار میں کہیں کوئی جادوگر کی صفات نہ دکھائی دیں اُس کو جادوگر کہتے ہو۔

پھر یہ کہ کاہن کے جملے، فقرے، انداز، بیان سب الگ ہوتے ہیں، اور شاعر کے الگ، اور پاگل انسان کے الفاظ اور تیور سب الگ ہوتے ہیں۔ تم ایک وقت میں، ایک ہی آدمی کو شاعر بھی

www.drhasanrizvi.com

کہہ رہے ہو، اور کاہن بھی کہہ رہے ہو، اور پاگل بھی کہتے پھرتے ہو۔

آخر میں فرمایا کہ "تم خوب سمجھتے ہو کہ ہمارا رسولؐ نہ شاعر ہے، نہ کاہن ہے، نہ پاگل ہے۔

اصل بات صرف یہ ہے کہ تم حق دشمنی اور حسد میں حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو۔ اسی حق دشمنی، حسد اور تکبر کے جوش میں تم متضاد باتیں کررہے ہو، غصے میں عقل سے اندھے ہوکر بے سروپا الزامات لگارہے ہو۔ خود تمہارے الزامات اسقدر احمقانہ اور واضح طور پر غلط ہیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اُن کو قابلِ توجہ نہیں سمجھ سکتا۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ، انوار النجف)

آیت ۳۳ کی تشریح

خداوندِ عالم کا یہ جملہ کسقدر چُبھتا ہوا ہے کہ: "اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی لانا نہیں چاہتے۔"

جب انسان پہلے سے یہ بات طے کرلے کہ "میں نا مانوں" پھر اُس کو کوئی حقیقت اور سچائی دکھائی نہیں دیتی۔ قریشِ مکہ اور عرب کے تمام سمجھدار لوگ خوب اچھی طرح سے جانتے تھے کہ قرآن انسانی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ اُن کے تمام بڑے بڑے شاعروں، ادیبوں نے متفقہ طور پر سورۃ الکوثر کے آگے کعبہ کی دیوار پر لکھدیا تھا کہ: "مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ" (یہ بشر کا کلام نہیں ہوسکتا)

اب قریشِ عرب کا یہ کہنا کہ قرآن رسولؐ نے خود گھڑلیا ہے، صاف صاف بتارہا ہے کہ وہ خود سمجھتے تھے کہ یہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ رسولؐ کے طرزِ کلام سے بخوبی واقف تھے، اہلِ زبان تھے چالیس سال سے رسولؐ کا کلام سن رہے تھے۔ آج ہر پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن احادیثِ رسولؐ کے مقابلے میں کتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ اور فصیح و بلیغ کلام ہے۔ دونوں کا انداز یکسر جداگانہ ہے۔ اِس کے باوجود قریش کا یہ کہنا کہ یہ قرآن رسولؐ کا گھڑا ہوا کلام ہے، صاف صاف یہ بتاتا ہے کہ وہ اصل میں یہ بات پہلے سے طے کرچکے تھے کہ ہمیں قرآن کو خدا کا کلام ہرگز نہیں ماننا ہے۔ ایسے ہٹ دھرم، ضدی، حق دشمن عقل دشمن، مفاد پرست لوگوں سے کبھی کوئی حق بات نہیں منوائی جاسکتی۔ (تفسیر کبیر، سیرت ابن ہشام، تفہیم، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ (۳۴) اچھا تو پھر وہ اس جیسا اور اس
إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ شان کا کلام بنا کر لائیں، اگر وہ اپنی
بات میں سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ (۳۵) کیا وہ کسی خالق کے بغیر خود بخود
أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے کو پیدا کرنے
والے ہیں؟

قرآن خدا کا کلام ہے پچھلی آیت میں تو یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن رسول ؐ کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے۔ اس آیت ۳۴ میں یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ یہ قرآن سرے سے انسان کا کلام ہے ہی نہیں، بلکہ یہ ایسا کلام ہے جسے انسان بنا ہی نہیں سکتا۔ یہ خالق کا کلام ہے۔

پھر یہ چیلنج دیا گیا کہ اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو تم سب مل کر اس شان کا تھوڑا سا ہی کلام بنا کر لے آؤ۔ قرآن نے یہ چیلنج پوری دنیا کو دیا۔ تین مرتبہ یہ چیلنج مکّہ میں دیا۔ پھر مدینہ میں دیا، اور آج تک پوری دنیا اس چیلنج کو نہیں توڑ سکی۔ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ انوار النجف)

آیت ۳۵ کی تشریح بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ لکھا کہ: کیا تم اپنے آپ از خود بغیر ماں باپ کے پیدا ہو گئے؟ (ابن جریر)

لیکن صاف مطلب یہ ہے کہ تم از خود پیدا ہو گئے؟ یعنی کیا تم نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے؟ یا تمہارا کوئی پیدا کرنے والا نہ تھا؟ تم خود بخود پیدا ہو گئے۔ یہ دونوں امکانات عقلی حیثیت سے ناممکن ہیں۔ ←

(مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳۶﴾ کیا آسمانوں اور زمین کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ (حقیقتوں پر) یقین کرنا ہی نہیں چاہتے۔

اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ کیا اُن کے پاس تیرے پالنے والے مالک کے خزانے ہیں؟ یا یہی لوگ پورے کے پورے اقتدار کے مالک ہیں۔؟

اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ ۚ فَلۡيَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۳۸﴾ کیا اُن کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ (آسمانی رازوں کو) سُن لیتے ہیں؟ تو جس نے کچھ سُن لیا ہو وہ کھلی ہوئی کوئی دلیل پیش کرے۔

اِن آیات کا اصل مطلب یہ ہے کہ یہ دہریے کافر جان بوجھ کر خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ اِن کا ضمیر، وجود، دل و دماغ کسی پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین دلاتا ہے، مگر کیوں کہ یہ سرپھرے دانشور اِس بات پر سنجیدگی سے غور و فکر ہی نہیں کرتے، اِس لئے انکار کرتے ہیں "تاکہ ان کی بدمعاشیوں اور مفادات میں کوئی رکاوٹ نہ آن پڑے"، اِس لیے یہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ ☆ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ (۳۹) کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں (ہی بیٹیاں) ہوں اور تمھارے لیے بیٹے (ہی بیٹے)؟

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ (۴۰) کیا آپؐ اُن سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں جس سے وہ ایک بڑے مالی نقصان کے بوجھ کے نیچے دبے چلے جاتے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ (۴۱) کیا خود اُن کے پاس چھپی ہوئی غیب کی باتوں کا علم ہے کہ وہ اُسے لکھتے چلے جا رہے ہیں؟

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ (۴۲) کیا یہ لوگ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ (اگر یہ بات ہے تو) حق سے انکار کرنے والے کافروں پر خود اُن کی چال اُلٹی جا پڑے گی۔

www.drhasanrizvi.com

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ (۴۳) کیا اُن کے لیے اللہ کے سوا کوئی
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۳ اور خدا ہے ؟ پاک ہے اللہ کی ذات
اُس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں ۔
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ (۴۴) اگر وہ آسمان کا ایک ٹکڑا بھی
سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ گرتے ہوئے دیکھ لیں تو بھی وہ یہی
مَّرْكُوْمٌ ۝۴۴ کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جو تہ بہ تہ
کر دیا گیا ہے ۔ (یا) یہ تو بادل ہے جو اُمڈا چلا آ رہا ہے ۔

اِن آیات میں تمام سوالات انکاری حیثیت رکھتے ہیں

مثلاً کفار کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ؟

اِس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ تمھیں کیسے عالمِ بالا تک رسائی ہوئی ؟ تم نے کیسے جان لیا کہ فرشتے لڑکیاں ہیں اور خدا نے اُن کو اپنی بیٹیاں بنا لیا ہے ؟ جو شخص خدا کی طرف سے خدا کے علم کو تمھارے سامنے پیش کر رہا ہے اُس کو تو سُنتے نہیں، اور از خود غیب کی باتیں گھڑ رہے ہو۔

کیا جس وقت خدا ملائکہ کو بنا رہا تھا، تم دیکھ رہے تھے کہ خدا نے اُن کو اپنی لڑکیاں یا بیٹیاں بنا لیا ہے ۔ (تفسیر کبیر ، مجمع البیان ، تفہیم)

یہ بات یاد رہے کہ لڑکا لڑکی انسانی لحاظ سے قدر و قیمت میں برابر ہیں، یہ آیت تو جاہل عربوں کے

www.drhasanrizvi.com

عقیدے پر ضرب ہے، اور اس کی تردید ہے اور بیہودہ عقیدے کی تردید ہے۔

(تفسیر نمونہ)

آیت کی تشریح

جناب رسولِ خدا نے کبھی مشرکوں، کافروں سے رسالت کا معاوضہ طلب نہیں فرمایا۔ کیوں کہ جو خدا و رسولؐ کو مانتے ہی نہ ہوں اُن سے معاوضہ طلب کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا معاوضہ آلِ محمدؑ کی محبت کی شکل میں صرف مومنین سے اُن ہی کی فرمائش پر حکمِ الٰہی کے تحت طلب فرمایا وہ بھی اپنے فائدے کے لیے نہیں، خود مومنین کے فائدے کے لیے۔ جیسا کہ خود خدا نے ارشاد فرمایا:

"مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ" (القرآن) (سورۃ ۳۴ آیت ۴۷ پارہ ۲۲)

(میں جو کچھ اجر تم سے طلب کر رہا ہوں پس وہ بھی تمہارے فائدے کے لیے ہے۔")

اور فائدہ یہ ہے کہ جب تم میرے اقرباء سے محبت کروگے تو یہ محبت خدا سے محبت شمار ہوگی اور اُس کے نتیجہ میں خود خدا تم سے محبت کرے گا۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا:

"أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا"

خدا خود اُس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔

(ترمذی شریف)

خود قرآن میں رسولؐ کے قرابداروں سے محبت کرنے کا فائدہ ارشاد فرمایا: "وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا" (سورۃ الشوریٰ ۴۲ آیت ۲۳ پارہ ۲۵)

(۱) "اور جو اِس نیکی (آلِ محمدؑ کی محبت) کو کمائے گا (حاصل کریگا) ہم خود اُس کی نیکی میں اضافہ کردیں گے۔" .... پھر آخر میں فرمایا:

(۲) إِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (الشوریٰ ۴۲ آیت ۲۳ پارہ ۲۵)

"بیشک اللہ (گناہوں کو) معاف کرنے والا بھی ہے (قدردان) شکر گزار بھی۔"

یعنی جو آلِ محمدؑ سے محبت کرے گا اُس کے گناہ بھی معاف ہونگے اور ناقص نیکیوں کی بھی قدر کی جائیگی۔

* ------ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۱ کی تشریح

مشرک دعویٰ کرتے تھے کہ بہت جلد رسولؐ کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا اُن سے پوچھا جا رہا ہے کہ: کیا تم کو غیب کا علم ہے؟ کیا تم کو یہ علم ہے کہ تم رسولؐ کے بعد زندہ رہو گے
(تفسیر نمونہ، انوار النجف)

آیت ۴۲ کی تشریح

کفارِ مکہ کی مکاریوں اور بد معاشیوں کا وبال دنیا میں بھی خود اُنہی پر پڑا کہ وہ بدر کے دن قتل کر دیے گئے۔ (تفسیر صافی)

★ یہ چال خود اُن پر اُلٹی پڑ گئی، اور ایسا ہوا کہ اُس وقت کوئی تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا کہ اس قدر کم تعداد میں کمزور مسلمان، قریشِ عرب کی بساط ہی کو اُلٹ کر رکھ دیں گے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ بدر میں قریش کے چنیدہ سردار مارے گئے اور پھر چند سال میں مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور قریشِ عرب کی ساری چالیں اُلٹی اُنہی پر جا پڑیں۔
(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ، انوار النجف)

★ ....

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ☆ آخر اِس بیماریٔ دل نے اپنا کام تمام کیا۔

آیت ۴۳ کی تشریح

خداوندِ عالم نے گیارہ پے در پے سوالوں کی بھرمار کر کے مشرکوں کی تمام تدبیروں اور بد معاشیوں کا بھی خاتمہ کر دیا اور اُن کے لیے فرار کے راستے ہر طرف سے بند کر دیے۔ زبردست دلائل دے کر آخر کار شرک کی نفی صرف یہ فرما کر کی کہ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ۔ یعنی اللہ کی ذات پاک ہے اس بات سے کہ جسے وہ اللہ کا شریک بناتے ہیں۔" ★ (تفسیر نمونہ)

آیت ۴۴ کی تشریح

اِس آیت میں مشرکین اور حق کے منکروں کی اصل ذہنیت کو بے نقاب کیا ہے کیوں کہ اُنھیں طلبِ حق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اِس لیے وہ کتنے ہی دلائل سن لیں، معجزے دیکھ لیں پھر حق کو ماننے والے نہیں ہیں۔ قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا: "اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیتے اور یہ دن دہاڑے اُس میں چڑھنے بھی لگتے، پھر بھی یہ لوگ یہی کہتے کہ ہماری آنکھیں دھوکہ کھا رہی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔"
(الحجر ۱۴-۱۵)

www.drhasanrizvi.com

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ (۴۵) پس انھیں اُن کے حال پر چھوڑ
الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ دیں، یہاں تک کہ اُن کو اُس دن
کا سامنا ہو جس میں وہ بے حس و حرکت
کر کے مار گرائے جائیں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ (۴۶) جس دن نہ تو اُن کی اپنی کوئی
شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ چالاکی یا چالبازی اُن کے کسی کام آئے
گی، اور نہ اُنھیں کوئی مدد مل سکے گی۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا (۴۷) اور حقیقتاً ایسے ظالموں کے لیے
دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ تو اُس وقت کے آنے سے پہلے بھی
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ ایک بڑی سزا ہے لیکن اُن میں کے
اکثر (یہ بات) نہیں جانتے۔

آیت ۴۷ کی تشریح

اصل میں جب انسان حقیقتوں کو جاننا ہی نہ چاہے تو پھر وہ ابوجہل بن جاتا ہے۔ پھر وہ کسی واقعے، کسی دلیل، یا معجزے سے سبق نہیں لیتا۔ پھر اُس کے لیے قیامت سے پہلے بھی عذاب مقرر ہیں۔ مثلاً جنگِ بدر میں اُن کا ذلت کی موت سے مرنا اور بعض کا گرفتار ہونا۔ (تفسیر کبیر، انوار النجف، ابوداؤد)

www.drhasanrizvi.com

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (۴۸) آپ تو اپنے پالنے والے مالک کا
فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ فیصلہ آنے تک صبر سے کام لیں آپ
بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ تو پوری طرح ہماری نگاہ یا حفاظت
میں ہیں، اور جب بھی کھڑے ہوا کریں تو اپنے پالنے والے مالک کی حمد
کے ساتھ ساتھ تسبیح کیا کیجئے۔ (یا) خدا کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح
پڑھا کیجئے

اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو

خداوندِ عالم کا اپنے رسولؐ سے یہ فرمانا کہ:

"اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو۔" یعنی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے پالنے والے مالک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا کام کیے جاؤ کیوں کہ تمہارا کام حق کو پہنچاتے رہنا ہے۔ اب یہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے، تو اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ اُن سے ہم خود نمٹ لیں گے۔

کیوں کہ تم ہماری نگاہ کے سامنے ہو، ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم اپنا کام کیے جا رہے ہو۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان)

(تفسیر نمونہ، تفہیم)

★ خداوندِ عالم کا یہ حکم دینا کہ: "تم جب اُٹھو تو اپنے پالنے والے مالک کی تسبیحِ حمد کے ساتھ اُٹھو۔"

مفسّرین نے اِس کی کئی تفسیریں اور معنی لکھے ہیں:

(۱) جب کسی محفل، مجلس سے اُٹھو تو اللہ کی حمد و تسبیح کرو۔ جنابِ رسولِ خداؐ جب بھی

www.drhasanrizvi.com

کسی مجلس سے اُٹھتے تو تسبیح پڑھتے اور فرماتے : اِس سے تمہاری اُن باتوں کا کفّارہ ادا ہو جاتا ہے جو تم اس مجلس میں کرتے ہو۔"

(ابوداؤد ، ترمذی ، نسائی)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا : " جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اُس میں خوب رقیل وقال ، بحث مباحثہ ہوا ، اور وہ اُٹھنے سے پہلے یہ کہے : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ " (تفسیر المیزان)

یعنی : " اے اللہ ! تو ہر عیب سے پاک ہے اور حمد صرف تیرے ہی لیے ہے ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود (قابلِ عبادت) نہیں ہے ، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں ، اور تیری ہی طرف رُجوع کرتا ہوں ۔"

اُس کے یہ کہنے کی وجہ سے اللہ اُس کے اُن گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو اُس مجلس و محفل میں سرزد ہو گئے ہوں ۔

(حاکم ، المیزان ، تفسیر درِ منثور جلد ۶)

★ ایک تفسیر یہ ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بُلانے کے لیے اُٹھو تو اُس کا آغاز اللہ کی حمد و تسبیح سے کیا کرو ۔ اِسی لیے جناب رسولِ خدا ص اپنے تمام خطبوں کا آغاز خدا کی حمد و ثنا سے کیا کرتے تھے ۔

(تفسیر کبیر)

★ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ " اے رسول ص ! جب تم نمازِ تہجّد کے لیے اُٹھو تو تسبیح پڑھو (تفسیر نمونہ)

★ فرزندانِ رسول ص حضرت امام محمد باقر ع ، امام جعفر صادق ع سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا ص رات کے جس وقت اُٹھتے اور اطرافِ آسمان پر نظر ڈال کر سُورۃ آلِ عمران کی پانچ آیتیں ۱۹۰ تا ۱۹۴ تلاوت فرماتے اور نمازِ شب میں مشغول ہو جاتے ۔ (تفسیر مجمع البیان ، تفسیر انوار النجف)

★ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ : " جب تم دوپہر کو قیلولہ کر کے اُٹھا کرو تو نماز پڑھا کرو ۔ اِس سے مراد نمازِ ظہر (اور عصر) ہے ۔ (ابن جریر)

www.drhasanrizvi.com

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ (۴۹) اور رات کے کچھ حصّے (مراد
وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ نمازِ مغرب، عشاء اور نمازِ تہجّد) میں
اور ستارے جب پلٹتے ہیں (یعنی فجر کے وقت جب ستارے
ڈوبتے ہیں) تسبیح پڑھا کیجیۓ۔ (حمد کی تسبیح)

★ یہاں پر پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گۓ ہیں

فرمایا کہ: "جب بھی کھڑے ہوا کریں" یعنی جب دوپہر کو قیلولہ فرما کر کھڑے ہوا کریں تو نمازِ ظہر اور نمازِ عصر پڑھا کریں۔

پھر فرمایا: "رات کے کچھ حصّے میں"... تسبیح پڑھا کیجیۓ۔ یعنی مغرب، عشاء اور تہجّد کی نمازیں پڑھا کیجیۓ۔

★..... (تفسیر نمونہ)

★ اور یہ فرمایا کہ: "جب ستارے پلٹتے ہیں" یعنی فجر کے وقت صبح کی نماز پڑھا کیجیۓ۔ ★ (تفسیر کبیر، فصل الخطاب، تفہیم)

★ ملاحظہ فرمائیں کہ خداوندِ عالم نے پانچوں نمازوں کے اوقات تین قسموں میں بیان فرمائے ہیں۔

(۱) دوپہر کو قیلولہ سے اُٹھ کر، یعنی ظہر و عصر کی نماز (۲) رات کے کچھ حصّے میں، یعنی مغرب و عشاء اور تہجّد کی نمازیں۔ (۳) اور صبح کی نماز کو الگ بیان فرمایا۔

★ جنابِ امیر المومنینؑ نے فرمایا: اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ "ستاروں کے لوٹنے کا وقت" تسبیح کرنے سے مراد نافلۂ صبح جو دو رکعت ہے۔

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: "تمہارے لیے صبح کی نفل نماز کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے اُس سے بہتر ہے۔"

(تفسیر قرطبی جلد ۹)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ النَّجْمِ
کے
فضائل اور خصوصیّات

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

★ "جو شخص سورۃ النّجم کو سمجھ کر پڑھے گا، خداوندکریم اُس کو اُن لوگوں کی تعداد کے برابر جو رسولؐ پر ایمان لائے تھے، اور اُن لوگوں کی تعداد کے برابر جو رسولؐ پر ایمان نہیں لائے، دس دس گنا نیکیاں عطا فرمائے گا۔"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۹)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:
جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:
"جو شخص سورۃ النّجم کو دن رات پڑھے گا، وہ لوگوں کے درمیان قابلِ تعریف اور اچھا آدمی سمجھا جائے گا، خداوندِ عالم اُس کو بخش دے گا، اور لوگ اُس کو پسند کریں گے۔"

(بحار الانوار جلد ۹۲)

★ اصل میں اس سورۃ کی تعلیمات ہی ایسی ہیں کہ انسان اُن پر عمل کر کے خداوندِ عالم اور بندوں کا پسندیدہ بن سکتا ہے۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اٰیاتُھَا ۶۲	سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ	رُکُوْعَاتُھَا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکا۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ کہ تمھارا ساتھی (مراد رسولؐ) نہ تو گمراہ ہوا اور نہ وہ بہکا نہ بھٹکا۔

"النَّجْمِ" سے مراد ثریا Pleiades ہے۔

٭ (ابنِ جریر ، زمخشری ، کشاف)

★ بعض کے نزدیک اس سے مراد زُہرہ Venus ہے۔

٭ (بقول سُدی از تفسیر کبیر)

★ بعض کے نزدیک تمام ستارے مراد ہیں۔ گویا النجم بول کر جنسِ نجوم مراد لی گئی ہے۔

٭ (بقول ابو عبیدہ نحوی)

www.drhasanrizvi.com

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نجم عربی میں ستارے کو کہتے ہیں۔ اب جب اس پر الف لام آیا تو اس سے خاص ستارہ مراد ہوگیا

...... (فصل الخطاب)

شانِ نزول آیت

حضرت ابنِ عباس رض سے روایت ہے کہ "ایک رات ہم نے جناب رسولِ خدا ص کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ ص نے فرمایا: "آج رات کو طلوعِ فجر کے وقت ایک ستارہ ٹوٹے گا' اور تم میں سے ایک کے گھر میں گرے گا، پس جس کے گھر میں وہ ستارہ گرے وہی میرا وصی ہوگا' میرا خلیفہ اور میرے بعد (میری اُمّت کا) امام ہوگا۔"

پس جیسے ہی فجر کا وقت قریب آیا تو ہم میں سے ہر شخص ستارے کے ٹوٹ کر گھر میں گرنے کا منتظر تھا۔ اور اس کی سب سے زیادہ خواہش میرے والد عباس ابنِ عبد المطّلب کو تھی۔ مگر جب فجر ہوئی تو ستارہ ٹوٹ کر "حضرت" علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر میں اُترا۔ پس جناب رسولِ خدا ص نے ارشاد فرمایا: "اے علیؑ! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے ساتھ بھیجا کہ وصایت خلافت اور مخلوقِ خدا کی امامت میرے بعد تمہارے لیے لازمی قرار دے دی گئی۔"

اِس واقعے کے رونما ہونے پر عبد اللہ بن اُبی (مشہور منافقوں کے سردار) اور اُس کے ساتھیوں نے کہا کہ: "محمد ص اپنے چچا زاد کی محبت میں بہک کر گمراہ ہوگئے ہیں۔

اِس کے جواب میں خداوندِ عالم نے اگلی آیت میں فرمایا: "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى"

"تمہارا صاحِب (محمد ص) نہ تو گمراہ ہوا اور نہ وہ بہکا۔"

اِس سے اگلی آیتیں بھی اِسی کے جواب میں اُتریں۔

...... (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۹ بحوالہ المجالس)

آیت کی تشریح "مَا ضَلَّ"

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "تمہارا رفیق نہ بھٹکا' نہ بہکا"

اِس جگہ ہمارا رسول ص کہنے کی بجائے "تمہارا صاحِب" اِس لیے فرمایا' تاکہ قریش اور عرب کو

www.drhasanrizvi.com

یہ بتانا مقصود تھا کہ ہمارا یہ رسولؐ کوئی اجنبی نہیں ہے، تمہاری قوم کا تمہارے ساتھ رہنے والا ہے۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ کتنا سچا اور پاک انسان ہے؟ تم میں سے کوئی اُس کو بہکا یا بھٹکا ہوا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ کیوں کہ تم سب اُس کی سچائی، عقلمندی اور پاکیزگی کو خوب جانتے، مانتے ہو۔

★ "ضَلَّ" بھٹکا ہوا۔ یعنی راستہ نہ جاننے کی وجہ سے غلط راستے پر چل پڑنا۔

★ "غَوٰی" یعنی بہکا ہوا ہونا۔ یعنی کسی کا جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کر لینا۔

مطلب یہ ہے کہ محمدؐ تمہارے جانے پہچانے آدمی ہیں۔ تم خوب جانتے ہو کہ نہ وہ بھٹکے ہوئے آدمی ہیں، نہ بہکے ہوئے۔

تاروں کے غروب ہونے کی قسم اِس لیے کھائی، جب تارے ڈوب جاتے ہیں، اور روشنی پھیل جاتی ہے تو ہر چیز صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے اِسی طرح محمدؐ کی زندگی تمہارے لیے اندھیرے میں چھپی ہوئی نہیں ہے، بلکہ اُس کے قول اور عمل کی سچائی روشن صبح کی طرح عیاں ہے پھر تم کیسے کہہ رہے ہو کہ "معاذ اللہ" محمدؐ بھٹکا یا بہکا ہوا ہے۔ اُس کے منھ سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ بتا رہا ہے کہ نہ وہ بہکا ہے، نہ بھٹکا ہے۔

(تفسیر کبیر، تفسیر مجمع البیان، تفسیر نمونہ، تفہیم)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: نجم سے مراد قبرِ رسولؐ ہے۔ جس میں حضورؐ دفن ہوئے ہیں یعنی خداوندِ عالم اُس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ رسولِ خداؐ کا فرمان اُن کی خواہشِ نفس کی بنا پر نہ تھا۔" یہ باطنی تفسیر کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ پہلے معانی ظاہری تفسیر کے لحاظ سے مفسرین نے کیے ہیں۔" خداوندِ عالم اپنی مخلوق میں سے جس کی قسم کھائے درست ہے لیکن بندوں کے لیے اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ بعض کتب میں ہے کہ اِس جگہ نجم سے مراد وہ ستارہ ہے جو مدینے میں حضرت علیؑ کی خلافت کی نشاندہی کے لیے اُترا۔

(تفسیر برہان، انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ③ اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے بات تک نہیں کرتا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ④ اُن کا کلام (تمام تر) ایک وحی ہے جو (اُن پر) خفیہ اشارے کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے۔

رسولؐ بغیر وحی کے کلام نہیں کرتے

قرآن مجید کا یہ فرمانا کہ: "وہ (ہمارا رسولؐ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا' یہ ایک وحی ہے جو اُس پر اُتاری جاتی ہے۔"

اِس کا واضح مطلب یہ ہے کہ رسولؐ جو کچھ بھی بولتا ہے' وحیِ ربانی سے بولتا ہے' چاہے وہ تبلیغِ دین سے متعلق باتیں بیان کرے یا مسلمانوں کے سربراہ کی حیثیت سے بیان کرے۔ کیوں کہ محمدؐ مصطفےٰؐ کی حیثیت خدا کے نمائندے کی ہے' وہ مرضیِ الٰہی کے ترجمان ہیں۔ (تفسیر کبیر' تفہیم' مجمع البیان)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ❊ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود (مولانا روم)

یعنی۔ آں حضرتؐ کا ہر قول اللہ کا فرمان ہے' چاہے وہ خدا کے بندے (محمدؐ) کے حلق سے نکلے ہوئے الفاظ ہوں۔

"وَحْيٌ يُوحَىٰ" کے معنی دل ہی دل میں ایک معنی کا اُتار دینا۔ جس طرح خدا نے نحل کو وحی فرمائی۔ یعنی اُس کے دل میں یہ مطلب اُتار دیا۔ اسی طرح موسیٰؑ کی والدہ کو وحی کا ہونا' یعنی خدا نے اُن کے دل میں یہ وحی' بات اُتار دی کہ اِس بچّے کو دودھ پلاؤ اور جب دشمن کا خوف ہو تو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو۔

اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ وحی اُس خبر کو کہتے ہیں جس کو خدا فرشتے کے ذریعہ سے نبیؐ تک پہنچائے۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ﴿۵﴾ اُسے زبردست قوّت والے، مضبوط طاقتوں والے (خدا نے بذریعۂ جبرئیل) تعلیم دیا ہے۔

ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۙ﴿۶﴾ جو بڑا شاندار صاحبِ عقل وحکمت، صاحبِ قدرت، صحیح رائے والا ہے۔ پس وہ (رسولؐ معراج کی منزل پر) ٹھہرے

وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ﴿۷﴾ جبکہ وہ آسمان کے بلند ترین نقطے پر تھے۔

آیت کی تشریح

مطلب یہ ہے کہ ہمارے رسولؐ کو کسی اور انسان نے تعلیم نہیں دی ہے۔ اُس کو جو علم ملا ہے ایک فوق البشر ذریعے سے ملا ہے۔ "شَدِیۡدُ الۡقُوٰی" (یعنی) زبردست قوّت والے سے مراد جبرئیل امین کو بھی لیا ہے ★ (بقول عبداللہ ابن مسعود، حضرت عائشہ، ابوہریرہ، تفسیر کبیر، روح المعانی، قتادہ وغیرہ)

★ مگر اس کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں ہے کہ جبرئیلؑ، جناب رسولِ خداؐ کے اُستاد تھے۔ کیوں کہ جبرئیلؑ جو علم بھی رسولؐ تک پہنچایا کرتے تھے، وہ اُن کا ذاتی علم نہیں ہوتا تھا، وہ خدا کے علم کو رسولؐ تک پہنچانے کا صرف ذریعہ تھے۔ اِس لیے وہ رسولؐ سے افضل ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ ★ (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان، فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ "عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی" یعنی: حضورؐ کو شدید القویٰ نے تعلیم دی۔ یعنی یہ قرآن جو بذریعۂ وحی اُتارا گیا ہے۔ یہ اُن کی خواہشِ نفس کی ترجمانی نہیں، اور نہ خود اُنھوں نے اُسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ آں حضرتؐ پر وحی کی گئی ہے، اور مضبوط طاقت والے اللہ نے اُس کو تعلیم کیا ہے، اور ذُوْ مِرَّةٍ، کا مبتداء "هُوَ" ضمیرِ غائب محذوف ہے۔ اِس جگہ بعض مفسرین نے "شدید القویٰ" سے مراد جبریلؑ لیا ہے۔ اور ذُوْ مِرَّةٍ سے مراد بھی جبریلؑ لیا ہے۔

★ "فَاسْتَوٰی" سے مراد یہ ہے کہ شبِ معراج حضرت جبریلؑ حضورؐ کے سامنے اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے۔ کیوں کہ وہ جب وحی لے کر آتے تھے تو بشکلِ انسانی ہوتے تھے۔ لیکن وہاں آپؐ نے چاہا کہ اُن کو اصل شکل میں دیکھیں۔ تو وہ اُفقِ اعلیٰ پر اپنی اصل شکل میں تھے۔

اور یہ معنی قرینِ عقل نہیں ہوتے کیوں کہ حضورؐ کو جبرئیل کا تعلیم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ حضورؐ کو اللہ ہی نے سب کچھ تعلیم دیا ہے۔ کیوں کہ یہ مسلّم ہے کہ حضورؐ جبرئیل سے افضل تھے۔
★ (تفسیر انوار النجف)

"ذُوْ مِرَّةٍ" کے معنی (۱) خوبصورت اور شاندار وجود
★ (بقول ابنِ عباسؓ اور قتادہ)

(۲) دوسرے معنی "طاقتور" کے ہیں۔ (بقول مجاہد، حسن بصری، ابنِ زید، سفیان ثوری)

(۳) تیسرے معنی "صاحبِ حکمت" کے ہیں۔ ★ (بقول سعید ابنِ مسیّب)

(۴) جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اِس کے معنی "صحیح القویٰ" یعنی تندرست۔

(۵) عربی محاورے میں اِس کے معنی "صاحبُ الرّائے" اور عقلمند۔ ★ (تفسیر کبیر)

★ "اُفُقِ الْاَعْلٰی" سے مراد آسمان کے اوپر مشرقی کنارہ، جہاں سے سورج نکلتا ہے، اور روشنی پھیلتی ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل سب سے پہلے آسمان کے مشرقی کنارے پر رسولؐ کو دکھائی دیے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت اپنی اصل شکل میں تھے۔
★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ (۸) پھر وہ (رسولؐ) قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝۹ (۹) یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر (قریب ہوگئے) یا اس سے بھی کمتر کے فاصلے پر آگئے۔

مرکزِ جلالِ الٰہی سے اور قریب ہوگئے

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "پھر وہ قریب ہوئے"

یعنی حضرت جبرائیلؑ اور جناب رسولِ خداؐ دونوں اُفقِ اعلیٰ سے اور زیادہ قریب ہوتے چلے گئے۔ اور پھر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُفقِ اعلیٰ سے بھی آگے بڑھ گئے۔

یہاں تک کہ مرکزِ جلالِ الٰہی سے اتنے زیادہ قریب ہوگئے کہ جب خداوندِ عالم نے اِس حقیقت کو محسوسات کے دائرے میں لاکر سمجھایا تو آں حضرتؐ کا فاصلہ مرکزِ جمال وجلالِ الٰہی سے صرف دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔ "سبحان اللہ"

یہاں پر "اَوْ" یعنی "یا" کا لفظ جیسا کہ فرمایا: "دو کمانوں کے برابر" یا "اس سے بھی کم"۔ تو "یا" کا لفظ شک کی وجہ سے نہیں بلکہ یہاں "یا" کے معنیٰ "بلکہ" ہیں" تاکہ سننے والے خدا سے قُربِ رسولؐ کو دو کمانوں کے فاصلے تک محدود نہ کرلیں، بلکہ یہ بات بتادی جائے کہ خدا سے رسولؐ کے قُرب کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔

* (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ⑩ پھر اللہ نے اپنے بندے کو وحی کے ذریعہ خفیہ پیغام دیا، جو اُسے وحی کرنا تھا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ اُن (رسولؐ) کے دل نے کوئی دھوکہ نہ کھایا اُس میں جسے اُنھوں نے دیکھا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ⑫ تو کیا تم اُن سے بحث یا جھگڑا کرو گے اُس میں جسے اُنھوں نے خود دیکھا ہے۔

آیت کی تشریح اُس قرب کے عالم میں خداوندِ عالم نے فرمایا: "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی"

"اس اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو اُسے کرنا تھی۔"

* اب قرآن میں اُس وحی کا خاص طور پر کوئی ذکر نہیں۔

* اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ "وحی قرآن میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ اِس لیے یہ تصور غلط ثابت ہو گیا کہ جتنی وحی ہوئی وہ سب قرآن میں ہے۔ (فصل الخطاب)

وہ وحی کیا تھی؟

* تفسیر بُرہان میں تفسیر علی ابنِ ابراہیم سے منقول ہے کہ: حضورِ اکرمؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ: یارسول اللہؐ! وہ وحی کیا تھی؟

آں حضرتؐ نے فرمایا: "وہ وحی یہ تھی کہ اللہ نے فرمایا: علیؑ سید الوصیین، امام المتقین، اور قائد الغر المحجلین ہیں۔ اور خاتم النبیینؐ کے پہلے خلیفہ ہیں۔" بس لوگوں نے اِس پر شک کیا تو آیت ۱۱-۱۲ اُتریں۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

آیتؐ کی تشریح

مطلب یہ ہے کہ معراج کا جو بلند ترین تجربہ جناب رسولِ خداؐ کو ہوا وہ پوری بیداری کے عالم میں ہوا، کھلی آنکھوں ہوا۔ اس تجربہ کو اُن کے دل نے یہ نہ کہا کہ یہ کوئی نظر کا دھوکہ ہے یا کوئی جن یا شیطان مجھے دکھائی دے رہا ہے، یا کوئی خیالی صورت نظر آگئی ہے، بلکہ اُن کے دل نے ٹھیک ٹھیک وہی کچھ سمجھا جو اُن کی آنکھوں نے دیکھا، اُنھیں اِس سلسلے میں کوئی شک واقع نہیں ہوا کہ وہ جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں اور خدا کے قریب ترین مقام پر ہیں، اور خدا سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

★ اللہ فرماتا ہے کہ تم لوگ رسول اللہؐ سے خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہو، تاکہ وہ اپنے چشم دید حقائق کے متعلق شک میں پڑ جائیں۔

★ مذہب شیعہ کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضورؐ اکرم اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے، اور اللہ نے ہی اُن کو سیر کرائی اور عالمِ بیداری میں تشریف لے گئے۔ پس آپؐ نے ملکوتِ سماویہ اور مقدراتِ الٰہیہ کا آنکھوں سے مطالعہ فرمایا تھا نہ کہ صرف دل اور روح نے دیکھا تھا۔

(تفسیر انوار النجف)

دیدارِ الٰہی

بعض شیعہ علماء نے تو دیدارِ الٰہی کا کلّی طور پر انکار کیا ہے۔ اِس بنا پر کہ اللہ پاک اور بلند ہے اِس سے کہ اُسے دیکھا جا سکے۔ لیکن سنّی علماء اور بعض شیعہ علماء جیسے آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ نے مشاہدۂ جلال وجمالِ الٰہی کا انکار نہیں کیا۔

آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ کا بیان ہے کہ خدا کے جلال وجمال کا مشاہدہ ممکن ہے۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا کی کُنہِ ذات (حقیقتِ ذات) کو دیکھنا ممکن ہے، نہ اُس کا علم کلّی حاصل ہونا ممکن ہے۔

خدا کے دیدار اور ملاقات کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان دل کو صرف اور صرف خدا کے لیے خالی کر دے، انانیت کو ختم کر دے اور خدا کے اسماء وصفات کی طرف مکمل توجہ کرتے رہنے کی مسلسل مشق کرتا رہے

www.drhasanrizvi.com

اور بالآخر خدا کی حبِّ ذات میں غرق ہو جائے، تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اُس کا دل غیر اللہ کے تعلّق اور محبت سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے، پھر ایک صاف و شفّاف آئینے کی طرح اُس دل پر خداوندِ عالم کے اسمار و صفات کی تجلیات پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔

پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خداوندِ عالم کے اسمار اور صفات اور بندے کے درمیان تمام موٹے تاریک حجابات پھٹ کر ہٹ جاتے ہیں اور بندہ بارگاہِ خداوندی سے مکمّل تعلّق پیدا کر لیتا ہے

اِس حالت میں پہنچنے کے بعد سالک کی روح اور خدا کے درمیان سوائے اسمار اور صفات کے کوئی حجاب باقی ہی نہیں رہتا۔ پھر وہ تجلیاتِ ذاتی اور عینی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اپنی نظروں سے تمام موجودات کے وجود ظلّ حق کو دیکھتا ہے۔

(چہل حدیث از امام خمینیؒ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "سورج کی شعاعیں جتنا سورج سے تعلّق رکھتی ہیں، اُس سے کہیں زیادہ گہرا تعلّق مومن کی روح اور خداوندِ عالم میں ہوتا ہے۔"

اللہ کو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۶۶، کتاب کفر و ایمان باب اخوۃ المومنین حدیث ۴)

★ جنابِ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

" خدایا! مجھے اپنی طرف سے مکمّل انقطاع عطا فرما۔ ہمارے دلوں کی آنکھوں کو اپنی نظرِ کرم ڈال کر اتنا روشن کر دے کہ ہمارے دلوں کی آنکھیں نور کے پردوں کو کاٹ کر معدنِ عظمتِ خدا تک پہنچ جائیں اور ہماری روحیں تیرے عزِ قدس سے معلّق ہو جائیں۔ مالک! تو مجھے اُن لوگوں میں قرار دے جن کو تو نے جب بھی پکارا تو انھوں نے لبیک کہا، اور جب تو نے اُن کو دیکھا تو وہ تیرے جلال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر تو نے اُن سے چپکے چپکے باتیں کیں، اور اُنھوں نے فقط تیرے لیے عمل کیا۔" (مناجات شعبانیہ از مفاتیح الجنان، اقبال الاعمال، اعمال ماہ شعبان وغیرہ)

★ آپ نے یہ بھی فرمایا: "لَا تَرَاهُ الْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ وَلٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ"

" اللہ کو کھلم کھلا ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ دلوں کے ایمان کی حقیقتوں سے درک کیا جا سکتا ہے" (نہج البلاغہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰى ﴿۱۳﴾ پھر اُنھوں نے (رسولؐ نے) اُنھیں (جبرئیل کو) دیکھا دوسری دفعہ کے اُترنے میں۔

عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ﴿۱۴﴾ سدرۃ المنتہٰی کے پاس

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى ﴿۱۵﴾ جس کے پاس جنت الماوٰی ہے

(یعنی) بہشت بریں ہے۔ یہ وہ جنّت ہے جو مومنین کے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے، یا وہ جنّت ہے جس میں شہداء کی ارواح رکھی جاتی ہیں۔

قلب کی آنکھوں سے مشاہدۂ قدرت

پیغمبر اکرمؐ نے دوسری مرتبہ پھر سدرۃ المنتہٰی کے قریب خدا کی ذات پاک کا مشاہدہ اپنے قلب کی آنکھ سے کیا۔ یعنی دوسری مرتبہ پھر آپؐ کے قلب پر نزول فرمایا (نَزۡلَةً اُخۡرٰى)

اِس طرح حضور اکرمؐ کو دوسری مرتبہ پھر شہودِ کامل حاصل ہوا۔ اِس مقام کو خداوندِ عالم کا قُربِ حقیقی اور انتہائی قُرب کہہ سکتے ہیں۔ اُس وقت نور کے حجابوں نے سدرۃ المنتہٰی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ آپؐ نے خدا کے نور کے سوا کسی اور چیز کو نہیں دیکھا۔ وہیں پر آپؐ نے خدا کی عظمت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

شہودِ باطنی ایک قسم کا ادراک اور دیکھنا ہے، جو نہ تو ادراکاتِ عقلی سے مشابہ ہوتا ہے اور نہ ادراکاتِ حسّی سے

www.drhasanrizvi.com

جس طرح ہم اِس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ہم موجود ہیں کہ اپنی خواہشات اور ارادے کو جانتے ہیں، مگر یہ آگاہی نہ تو دلیلوں سے ہوئی ہے اور نہ مشاہدۂ ظاہری سے۔ اصل میں یہ ایک شہودِ باطنی ہے جو معلومات شہودِ باطنی سے حاصل ہوتی ہے، اِس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی جبکہ جو معلومات دلیلوں سے حاصل ہوتی ہیں، وہ غلط ہو سکتی ہیں۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ رسولِ اکرمؐ کو معراج میں جو شہودِ باطنی ہوا اُس کی حقیقت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اِس لیے کہ وہ بہت ہی اعلیٰ تجربہ تھا۔

(تفسیر نمونہ)

آیتؑ کی عام تفسیر جبریلؑ امین سے دوسری ملاقات کا ذکر ہے جس میں وہ جناب رسولؐ خدا کے سامنے اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے۔ یہ ملاقات سِدرۃُ المنتہیٰ پر ہوئی جس کے قریب ہی جنّت الماویٰ ہے۔

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

پھر جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہاں سے تنہا آگے چلے۔

سِدرۃُ المنتہیٰ "سِدرۃ" عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔

"یہ وہ بلند مقام ہے جہاں ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ اِس کے آگے جو کچھ ہے اُسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(علامہ آلوسی صاحبِ تفسیر روح المعانی)

★ ابنِ اثیر نے لکھا کہ: "ہمارے لیے یہ جاننا مشکل ہے کہ اِس عالمِ مادّی کی آخری حد پر وہ بیری کا درخت کیسا ہے اور اُس کی حقیقی نوعیت کیا ہے۔ یہ کائناتِ خداوندی کے وہ راز ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ بہرحال وہ کوئی ایسی چیز ہے جسے انسانی زبان میں سدرہ سے زیادہ کوئی موزوں لفظ نہیں کہہ سکتے۔

(ابنِ اثیر، ابنِ جریر)

www.drhasanrizvi.com

غرض " سدرۃ المنتہیٰ " وہ مقام ہے جو کائنات عالم کی انتہا ہے۔ یہ ساتویں آسمان پر انتہائی بلند مقام ہے۔ گویا وہ نقطہ کہ جہاں سے عالم بالا (عالم لاہوت) شروع ہوتا ہے، اور کائنات عالم ختم ہوتا ہے۔ یہیں سے تمام ملائکہ کو عالم بالا سے احکامات ملتے ہیں۔ یہ اُن کا بلند ترین مقام ہے۔ پھر ملائکہ ان احکامات کو حاصل کرکے زمین پر لاتے ہیں۔ اسی طرح مومنین کے اعمال بلند ہوکر یہیں پر آتے ہیں، پھر اوپر اُٹھائے جاتے ہیں۔

(جصّاص از ابنِ مسعود، ضحاک، معالم، تفسیر کبیر)

تفسیر اہلِ بیتؑ

جبریلؑ امین اُفقِ اعلیٰ پر ٹھہرے جو اطرافِ آسمان کا بلند ترین نقطہ ہے۔ رسولِ اکرمؐ اُس سے بھی آگے بڑھ گئے، اِس لیے کہ روایت میں آیا ہے کہ

" سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ جبرئیل رُک گئے، اور فرمایا کہ: " اے محمدؐ! بس میرا مقام یہاں تک ہے، میں یہاں سے آگے بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا، مگر آپؐ آگے بڑھیں "۔

" پس رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھ گئے اور جبرائیلِ امین پیچھے رہ گئے "۔

(علل الشرائع، تفسیر صافی)

★ یعنی: آخری آسمان جس کے آگے کوئی آسمان نہیں ہے یہ جناب جبریلؑ کی آخری حد ہے۔ اس کے بعد جو ہے وہ عرشِ الٰہی ہے۔ اس عرش کا بلند ترین نقطہ قابَ قوسین ہے جہاں جناب رسولِ اکرمؐ پہنچے۔ پھر واپسی میں دوبارہ جبریلؑ ملے۔ قابَ قوسین پر جو خداوندِ بزرگ و برتر کی بڑی بڑی نشانیاں آنحضرتؐ نے دیکھیں اُن میں آپؐ کے دل نے کسی قسم کا دھوکہ نہیں کھایا۔

(فصل الخطاب)

جنّتُ الماویٰ

(یعنی گھنا اور سرسبز و شاداب باغ)

★ یہ وہی جنّت ہے جو اہلِ ایمان کو آخرت میں ملے گی۔ اور یہ آسمان پر ہے۔ (تفسیر کبیر بقول حسن بصری)

★ اس میں شہداء کی ارواح رہتی ہیں۔ (تفہیم بقول قتادہ) ★ جو جنّت مومنوں کو دی جائے گی وہ زمین پر ہوگی۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ﴿۱۶﴾ اُس وقت اُس سدرہ (یعنی بیری کے درخت کو وہ (نور) لپٹ رہا تھا جو وہاں چھا رہا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (مگر) نہ تو اُن کی (رسولؐ کی) نظر چوکی، نہ چندھیائی، اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ (یعنی رسولؐ نے حد سے آگے بڑھ کر خدا کی عینِ ذات کو دیکھنے کی کوشش نہ کی)

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿۱۸﴾ حقیقتاً اُنھوں نے اپنے پالنے والے مالک کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (مراد جنت، جہنم، مکافاتِ عمل، انبیاءِ کرامؑ کی ارواح، عرش، نورِ خدا کا پرتو یا جبرئیلؑ کو اُن کی اصل شکل میں دیکھا)

وہ نشانیاں جو حضورِ اکرمؐ نے معراج پر دیکھیں	جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "میں نے

(۱) "سدرۃ المنتہیٰ" (بیری کے درخت) کے ہر پتّے پر ایک فرشتے کو دیکھا جو اُس پر کھڑا خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔

www.drhasanrizvi.com

(۲) فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہر پتّے کے سائے میں ایک امت کھڑی ہے۔"

* .... (نور الثقلین جلد ۵ ص ۱۵۵)

معراج کا مقصد

(۱) پیغمبر اکرمؐ کو شہودِ باطنی کا تجربہ کرانا تھا۔

(۲) پیغمبر اکرمؐ کو خداوندِ قدوس کی خاص خاص نشانیاں ظاہری آنکھوں سے دکھانی تھیں۔

مثلاً فرشتے، جنّت، جہنّم، ارواحِ انبیاءؑ

مثلاً روایات میں ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے جنّتیوں کے ایک گروہ کو جنّت میں اور دوزخیوں کے ایک گروہ کو دوزخ میں دیکھا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ سفرِ معراج میں آپؐ جبرئیلؑ کے ساتھ مدینے کی سرزمین پر بھی اُترے اور وہاں نماز پڑھی۔

(بحار الانوار جلد ۱۸)

پھر مسجدِ اقصیٰ میں حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ جیسے اولو العزم پیغمبروں کی نماز کی امامت فرمائی۔ پھر ساتویں آسمان کا سفر کیا، اور راستے میں بہت سے پیغمبروںؑ اور فرشتوں سے ملاقات فرمائی۔

آخرِ کار سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کے بعد ہے، وہاں پہنچے۔

پھر قربِ الٰہی کی انتہا، قَابَ قَوسَین، یعنی خدا کا شہودِ باطنی کا تجربہ فرمایا۔ وہاں خدا سے بہت سی باتیں ہوئیں، جو احادیثِ قدسی کی شکل میں موجود ہیں۔

اسی سفرِ معراج میں کئی دفعہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے ساتھ ساتھ دیکھا

(تفسیر نمونہ ـ تفسیر میزان)

★ معراج کا سفر کوئی عام سفر نہ تھا۔ یہ وہ سفر تھا جو خدا نے حضورؐ سے کرایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں

www.drhasanrizvi.com

خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا ..." (سورۂ ۱۷ آیت ۱ پارہ ۱۵)
یعنی: "پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا"

معرفت اور اسباق

افضل عمل

پیغمبرِ اکرمؐ نے معراج کے موقع پر خداوندِ عالم سے عرض کی:
"مالک! کونسا عمل افضل ہے؟"

خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز میرے نزدیک (۱) مجھ پر توکل کرنے، اور
(۲) جو کچھ میں نے تقسیم کردیا ہے، اُس پر راضی ہونے سے بہتر نہیں ہے۔
(۳) اے محمدؐ! جو لوگ میری خاطر ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں، میری محبت اُن کے شاملِ حال ہوگی۔ (یعنی میں خود اُن سے محبت کروں گا)
(۴) میری محبت اُن لوگوں کے لیے لازمی ہے جو مجھ پر توکل کرتے ہیں۔
(۵) میری محبت کے لیے کوئی حد، کنارہ اور انتہا نہیں ہے۔"
★ ..... (حدیثِ قدسی از تفسیرِ نمونہ)

★ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "اے احمدؐ! بچوں کی طرح ہر سبز و زرد، زرق و برق سے محبت نہ کرو، اور نہ بچوں کی طرح نعمتیں پاکر مغرور ہونا۔ اور بچوں کی طرح نعمتیں پاکر خدا کو نہ بھول جانا۔ ★ (حدیثِ قدسی)

پھر جنابِ رسولِ خداؐ نے عرض کی: "مالک! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جو آپ کی بارگاہ میں قُرب کا باعث ہو۔"
★ ارشاد فرمایا: "رات کو دن، اور دن کو رات قرار دو۔"
★ عرض کی: کس طرح؟
★ ارشاد فرمایا: اِس طرح کہ تمھارا سونا نماز ہو، اور ہرگز اپنا پیٹ پورا پورا نہ بھر لینا۔
★ پھر ارشاد فرمایا: "اے احمدؐ! میری محبت (یہ ہے کہ) فقیروں اور محروموں سے محبت کرو،

www.drhasanrizvi.com

★ اُن کے قریب رہو ★ اُن سے نشست و برخواست جاری رکھو، تاکہ وہ خود تمہارے نزدیک ہوں
★ دنیا پرست دولت مندوں کو اپنے سے دور رکھو، اور اُن کے ساتھ بیٹھنے سے بچتے رہو۔
★ جناب رسولِ خدا نے عرض کی: دنیا والے اور آخرت والے کون ہیں ؟
★ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: دنیا والے وہ ہیں جو

" زیادہ کھاتے ہیں ★ زیادہ ہنستے ہیں ★ زیادہ سوتے ہیں ★ زیادہ غصّہ کرتے ہیں خوش کم ہوتے ہیں ★ بُرائی کرنے کے بعد عذر و معذرت نہیں کرتے، اور نہ معافی مانگنے والوں کو معاف ہی کرتے ہیں ★ خدا کی اطاعت میں سُستی کرتے ہیں اور گناہ کرنے میں دلیر ہوتے ہیں ★ لمبی چوڑی تمنائیں رکھتے ہیں، جبکہ ★ موت اُن سے قریب ہے مگر وہ کبھی اپنے اعمال کا حساب نہیں کرتے، ★ اُن سے لوگوں کو بہت کم فائدہ ہوتا ہے ★ باتیں بہت کرتے ہیں، اور ★ ذمّہ داری کا احساس بہت کم رکھتے ہیں ★ کھانے پینے سے زیادہ غرض اور رغبت رکھتے ہیں۔ ★ نہ نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور ★ نہ مصائب پر صبر کرتے ہیں ★ بہت زیادہ اُن کی خدمت کرو تب بھی اُن کی نگاہ میں کم ہوتی ہے ★ جو اچھے کام نہیں کرتے اُن کی تعریف سننا پسند کرتے ہیں اور ★ اُن چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو اُن کا حق نہیں ہوتا ★ وہ اپنے کو بے حد عقلمند سمجھتے ہیں۔

اہلِ جنّت (آخرت والوں) کی نشانیاں

★ آخرت والے باحیا ہوتے ہیں ★ اُن میں جہالت بہت کم ہوتی ہے ★ اُن سے لوگوں کو فائدے بہت زیادہ ہوتے ہیں ★ لوگ اُن سے راحت

www.drhasanrizvi.com

اور آرام میں رہتے ہیں جب کہ ★ وہ خود تکلیف میں ہوتے ہیں ★ اُن کی باتیں سنجیدہ ہوتی ہیں ★ ہمیشہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں ،
★ اُن کی آنکھیں سوتی ہیں ، مگر دل بیدار رہتے ہیں ★ اُن کی آنکھیں اشکبار مگر دل خدا کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں (یعنی رات کو) ★ ہر نعمت کو استعمال کرتے ہوئے خدا کی حمد بجالاتے ہیں ، اور ★ نعمتوں کے استعمال کرنے کے بعد خدا کا شکر ادا کرتے ہیں ★ اُن کی دعائیں خدا کے ہاں قبول ہوتی ہیں ، اور اُن کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں ★ فرشتے اُن سے خوش رہتے ہیں ،
★ غافل لوگ اُن کے نزدیک مردہ ہوتے ہیں ★ خدا اُن کے نزدیک زندہ ہے ،
★ لوگ تو ایک دفعہ مرتے ہیں ، مگر وہ جہاد بالنفس اور اپنی بُری خواہشوں کی مخالفت میں ہر روز ستّر مرتبہ مرتے ہیں ، اور نئی زندگی پاتے ہیں ۔
★ جس وقت وہ عبادت کے لیے میرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں ، تو ایک فولادی دیوار کی طرح ، اُس وقت اُن کے دل میں مخلوق کی طرف کوئی توجّہ نہیں ہوتی ،
★ مجھے اپنی عزّت وجلال کی قسم ہے کہ میں اُن کو پاک زندگی بخشوں گا ، اور اُن کی روح کو خود قبض کروں گا ۔ اور اُن کے لیے آسمان کے دروازے کھول دوں گا تمام حجابوں کو اُن کے سامنے سے ہٹا دوں گا ، اور حکم دوں گا کہ جنّت خود کو اُن کے لیے آراستہ پیراستہ کرے ۔"

★ اے احمدؐ ! عبادت کے دس حصّے ہیں ، جن میں نو طلبِ حلال میں ہیں جب تمہارا کھانا پینا حلال ہوگا تو تم میری حفظ وامان میں ہوگے ۔

★ اے احمدؐ ! جانتے ہو کہ کونسی زندگی زیادہ گوارا اور باقی رہنے والی ہے ؟

www.drhasanrizvi.com

وہ زندگی جو زیادہ باقی رہنے والی ہے

خداوندِ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

★ وہ زندگی زیادہ گوارا اور باقی رہنے والی ہے کہ:

★ جس کا صاحِب ایک لمحے کے لیے بھی میری یاد سے غافل نہ ہو،

★ میری نعمتیں، عطائیں نہ بھولے،

★ میرے حق سے بے خبر نہ رہے،

★ رات دن میری خوشی حاصل کرنے کی کوششیں کرے،

★ دنیا اُس کی نظر میں حقیر و معمولی ہو،

★ آخرت اُس کے نزدیک بڑی اور اہم ہو،

★ میری رِضا کو اپنی رِضا پر ترجیح دے،

★ ہمیشہ مجھے خوش کرنا چاہے،

★ جب کوئی گناہ اُس سے سرزد ہو، مجھے یاد کرے،

★ اپنے دل کو اُن چیزوں سے پاک رکھے جو مجھے پسند نہیں،

★ شیطان اور شیطانی خیالات سے نفرت کرے، اور شیطان کو اپنے دل میں جگہ نہ دے،

★ اگر وہ ایسا کرے گا تو میں اُس کے دل میں ایک خاص محبّت ڈال دوں گا، پھر اُس کا سارا دل میرے اختیار میں ہوگا، پھر وہ اُن چیزوں کے بارے میں بات کرے گا جو میں اہلِ محبت کو بخشتا ہوں، پھر میں اُس کا دل اور کان کھول دوں گا، تو وہ اپنے دل کے کان سے غیب کی باتیں سنے گا، اور اپنے دل سے میرے جلال اور عظمت کو دیکھے گا۔

★ (ملخّص از بحارالانوار جلد ۷۷)

www.drhasanrizvi.com

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ کیا تم نے ’لات اور عزّیٰ‘
نامی بتوں پر) غور کیا ہے

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اور آخر والی تیسری (دیوی)
’منات‘ پر بھی غور کیا ہے ؟

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور
بیٹیاں خدا کے لیے ؟

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ یہ تو بڑی بے انصافی کی بے ڈھنگی
تقسیم ہے ۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ (۲۳) یہ سب کچھ نہیں ہیں، مگر بس چند
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ نام ہی نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، اللہ نے
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ان کے لیے کوئی دلیل نہیں اُتاری ہے
یہ لوگ صرف (اپنے) وہم و گمان اور جو اُن کے دلوں میں تمنا ہے اُس کے پیچھے چل رہے ہیں

www.drhasanrizvi.com

وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے پالنے والے مالک کی طرف سے اُن کے پاس ہدایت اور صحیح رہنمائی آچکی ہے۔

آیت ۱۹ تا ۲۰ کی تشریح: "لَات" عرب کی بہت مشہور اور قدیم دیوی تھی جو سورج دیوتا کی منظورِ نظر تھی۔ اس کا بہت بڑا بُت طائف میں تھا۔ حال ہی میں بعض مغربی سیاحوں نے لات کی اِسی دیوی کو دریافت کیا ہے۔ ڈاؤتی کی دوسری جلد میں اُس کا فوٹو بھی ہے۔

★ "عُزّیٰ" قوت اور طاقت کی دیوی تھی، جیسے ہندوستان میں درگا دیوی ہے۔ یہ یونان اور روما کی زہرہ دیوی کی ہم شکل ہے۔ عربوں میں اُس کا بڑا نام تھا۔ وہ اُسے قوت، طاقت اور اقتدار کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ اُس کا بُت نخلہ میں تھا۔

(تفسیر ماجدی)

★ فرمایا جارہا ہے کہ "ہمارا رسولؐ تو تمہیں حقیقی علم اور عقلی دلائل کی بنیاد پر توحید کی حقیقتوں پر علم سکھا رہا ہے، مگر اس قدر گمراہ ہو کہ اِس بات پر بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ جن عقیدوں کو تم مان رہے ہو وہ کس قدر غیر معقول ہیں۔ کیا ان بُتوں، دیویوں کو زمین اور آسمانوں کی خدائی کے کاموں میں کوئی ادنیٰ سا دخل بھی ہو سکتا ہے؟

(تفہیم، تفسیر کبیر)

"لات" اللہ کا مؤنث ہے (یعنی اللہ کی بیوی ہے) اصل میں اَلالہۃُ تھا جسے اللات کر دیا گیا ہے۔ (ابن جریر)

www.drhasanrizvi.com

لیکن بعض دوسرے ماہرین کے نزدیک "لوی"، یلوی" سے مشتق ہے جس کے معنی مُڑنے اور جُھکنے کے ہیں۔

(زمخشری) ..... *

* کیوں کہ عرب اس کی طرف جُھکتے تھے، اِس لیے اس کو لات کہا گیا۔

* مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص تھا جو طائف کے قریب ایک چٹان پر رہتا تھا اور حج پر جانے والوں کو ستو پلاتا تھا جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اُسی چٹان پر اُس کا بُت بنا دیا اور اُس کی عبادت کرنے لگے۔

(تفسیر کبیر)

عربوں کے تین مشہور بُت

عربوں کا سب سے مشہور بُت (۱) مَنات تھا جو عمرو بن لحی نے شام کے سفر سے آکر بنایا۔ یہ بُت بحرِ احمر کے پاس مکّہ مدینہ کے درمیان رکھا گیا تھا۔ عرب اس کا بڑا احترام کرتے تھے، خاصکر اوس اور خزرج کے قبیلے کے لوگ اس کے پاس قربانیاں دیتے۔ آٹھویں ہجری میں جب رسولِ خداؐ مدینہ سے مکّہ تشریف لے جا رہے تھے، آپؐ نے حضرت امام علیؑ کو بھیج کر اُسے تڑوا دیا، خس کم جہاں پاک۔

(۲) "لات" کو خود عربوں نے بنایا، جو چار کونوں والے پتّھر کی صورت میں تھا، جو طائف میں تھا۔ اِس بُت کے ماننے والے قبیلۂ ثقیف کے لوگ تھے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو حضور اکرمؐ نے اُسے آگ میں جلوادیا۔

(۳) تیسرا بُت عُزّیٰ تھا، جو مکّہ سے عراق کے راستے میں ذاتِ عرق کے قریب رکّھا ہوا تھا قریش اس کا بہت احترام کرتے تھے۔ اکثر عرب خانۂ کعبہ کا طواف کرتے وقت کہا کرتے۔

" لات و عُزّیٰ اور مَنات خوبصورت بلند مقام پرندے ہیں۔ جن کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے۔" وہ اِن تینوں کو تین فرشتوں کی مورتیاں سمجھتے اور اُن کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔

(بلوغ الارب فی معرفتِ احوال العرب جلد۲)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۲ کی تشریح | **ضِیْزٰی** | کے معنی ہیں "من مانی -"

یعنی : جس کو چاہا دیوی کہدیا ، جس کو چاہا دیوتا کہدیا ۔ کسی کو ہوا کا خدا کہدیا ، کسی کو رزق کا ، کسی کو طاقت کا ، کسی کو بارش کا خدا سمجھ لیا ۔ جبکہ اِن کاموں سے اُن کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے ۔

*..... (تفسیر ماجدی)

جنوں کا نام خرد پڑ گیا ، خرد کا جنوں ⁂ جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

★ غرض بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب خیالی خدا ہیں جن کو تم جہانوں کا حکمراں سمجھ رہے ہو ، اور اُن کی عبادت کر رہے ہو ۔

★ اصل میں یہ بیہودہ عقیدے یونان سے چلے تھے ، آخر کار حجاز پہنچے ۔ کیوں کہ عربوں میں توحیدِ ابراہیمی کا تصور ماند پڑ گیا تھا ، اِس لیے وہ ان فرشتوں کی مورتیوں کو پوجنے لگے ، اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھنے لگے ، اور پتھر کے بتوں کو اُس کا مظہر جانتے ۔ خدا نے فرمایا یہ سب بے معنی نام ہیں جو تم نے اپنے دماغ سے گھڑ لیے ہیں ۔ دراصل یہ تمھاری خواہشات ہیں جو از خود سب سے زیادہ خطرناک بُت ہیں ۔ اِنہی خواہشات نے دوسرے بتوں کو پیدا کر دیا ، اور بُت پرستی عام کی ہے ۔

*...... (تفسیر نمونہ)

آیت ۲۳ کی تشریح

مطلب یہ ہے کہ شرک کے ثابت کرنے کے لیے کوئی عقلی دلیل ہے ، نہ کوئی نقلی ، نہ کوئی الہامی ثبوت ہے ، نہ کوئی علمی تجربہ ہے ۔ سب کا سب فلسفہ من گھڑت اور بے اصل ہے ۔ (تفسیر ماجدی)

گمراہی کے دو اسباب

(۱) جب علم کی ضرورت کو نہ مانا جائے اور بغیر علم کے کوئی عقیدہ بنا لیا جائے ، یعنی صرف ظن و گمان و قیاس و تخمین سے کسی بات کو فرض کر لیا جائے اور مان لیا جائے ۔

(۲) خواہشات کی پیروی کرنا ۔ دل چاہا کوئی ایسا خدا ہو جو آخرت میں بخشوا دے ، مگر حرام حلال کی پابندیوں میں نہ جکڑے ۔ ایک خدا کو اسی لیے نہیں مانتے تاکہ جو چاہیں کریں اور بخشے جائیں (تفسیر کبیر ، تفہیم ، مواہب)

www.drhasanrizvi.com

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے ؟

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ نہیں بلکہ ہر تمنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔ ع ۲۵ ۵

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں، جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی، جب تک کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے دے، اور وہ اُس کی سفارش سننے کے لیے راضی بھی ہو (جائے)۔

★ آیت ۲۴ میں انسان سے مراد کافر، منکرِ حق انسان ہے۔ (مدارک، معالم)

★ مطلب یہ ہے کہ کیا انسان کو یہ حق ہے کہ وہ جس کو چاہے اپنا معبود بنا لے ؟ کیا انسان ایسے جھوٹے بے زور معبودوں سے اپنی مرادیں، تمنائیں پا سکتا ہے ؟ (تفسیر کبیر، تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

* یاد رکھیے کہ اچھی تمنائیں اور نیک آرزوئیں اچھی چیزیں ہیں۔
* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جو شخص کسی ایسی چیز کی تمنا کرے جس سے خدا راضی ہوتا ہو تو وہ دنیا سے اُس وقت تک نہیں جاتا جب تک اُس کی وہ آرزو پوری نہ ہو جائے۔"

*----- (بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۲۶۱)

* نیز ارشاد فرمایا: "اگر دنیا میں اُس کی آرزو پوری نہ ہوئی تو خدا کے ہاں اُس کا اجر و ثواب ضرور پائے گا۔"

*----- (بحار الانوار جلد ۷۱)

آیت ۲۵ : یعنی انسان (کافر) چاہتا ہے کہ اُس سے کوئی بازپرس نہ ہو، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ آخرت و اولیٰ (دنیا و آخرت) کا مالک اللہ ہے' وہ بازپرس ضرور کرے گا۔

*----- (تفسیر انوار النجف)

آیت ۲۶ کی تشریح

مشرک بتوں کو اِس اُمید میں پوجا کرتے تھے کہ کیوں کہ یہ بت جنوں یا فرشتوں کی شبیہ ہیں' اُن کے ہمشکل ہیں' اور ہم اُن کو پوج رہے ہیں' اِس لیے وہ جن یا فرشتے ہماری اس پوجا پاٹ کی وجہ سے ہم سے خوش ہو جائیں گے' اور کیوں کہ وہ خدا کے مقرب ہیں' اِس لیے خدا سے ہماری سفارش کریں گے' اور کیوں کہ وہ خدا کے چہیتے اور شریک ہیں' اس لیے خدا اُن کی سفارش سننے اور ماننے پر مجبور ہو جائے گا' اور ہمارا کام بن جائے گا۔ * (تفسیر مجمع البیان)

ان احمقوں سے کہا جا رہا ہے کہ: فرشتے تو خدا کی اجازت کے بغیر خدا کی بارگاہ میں دم بھی نہیں مار سکتے، پھر بھلا یہ تمھارے گھڑے ہوئے بُت کیسے خدا سے سفارش کر سکیں گے۔ اُن کو خدا نے کب سفارش کرنے کی اجازت دی ہے' اور خدا کو کون سفارش سننے یا ماننے پر مجبور کر سکتا ہے؟

* (تفسیر تبیان، تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (۲۷) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت
بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ کی زندگی کو دل سے نہیں مانتے، وہ
تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾ فرشتوں کے نام لڑکیوں یا دیویوں کے
سے رکھ دیتے ہیں۔

وَ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ (۲۸) حالاں کہ انھیں اِس کا کوئی علم
اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ حاصل نہیں ہے۔ وہ صرف وہم و گمان
وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ (یعنی) بلاوجہ کے اُوٹ پٹانگ
الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿۲۸﴾ خیالات کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں، اور
ایسے وہم و گمان یا بلاوجہ کا اُوٹ پٹانگ خیال حقیقت تک پہنچنے کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرسکتا۔

★ مشرکوں کی سب سے پہلی حماقت تو یہ بتائی گئی کہ انھوں نے فرشتوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے جو خدا کے سامنے خدا کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش تک نہیں کرسکتے۔

★ اُس پر مزید حماقت یہ کی کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بنا دیا۔ ان ساری حماقتوں اور جہالتوں میں مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کی دوسری زندگی کو نہیں مانتے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور یہاں کے ہر عمل کا نتیجہ دار الجزاء یعنی آخرت میں ظاہر ہوگا۔ ★ (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۲۹﴾

(۲۹) آپؐ اُس شخص کو اُس کے حال پر چھوڑ کر اُس سے منھ پھیر لیجیئے جو ہماری یاد سے منھ پھیر لیتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُس کا کچھ مقصد نہیں ہوتا۔

ذٰلِکَ مَبۡلَغُہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۙ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اہۡتَدٰی ﴿۳۰﴾

(۳۰) بس یہی (دنیا) اُس کے علم کی پہنچ کی آخری حد ہوتی ہے، آپؐ کا پالنے والا مالک (اُس کو) خوب جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ اُس کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر ہے۔

جو ذکرِ الٰہی سے منھ پھیر لے، تم بھی اُس سے منھ پھیر لو

جنابِ رسولِ خداؐ سے کہا جارہا ہے کہ اگر یہ لوگ خدا کا ذکر تک سننے کو تیار نہیں ہیں تو اُن کو چھوڑ دیجئے، اُن پر اپنا وقت ضائع نہ کیجئے، کیوں کہ جو شخص خدا کا ذکر تک سننا نہ چاہے، اور خالص مادّہ پرست ہو، وہ اِس لائق نہیں ہے کہ اُس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اِس لیے کہ اُس میں ذرہ برابر بھی حقیقتوں کو سمجھنے کا

www.drhasanrizvi.com

شوق یا طلب موجود نہیں ہے۔ پھر ایسے انسان پر توجہ دینا اور اُس کو نصیحت کرنا وقت اور محنت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

*...... (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر، تفسیر مجمع البیان، تفہیم)

خدا کے ذکر سے مراد

(۱) قرآن کو سمجھ کر پڑھنا،

(۲) خدا کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کرنا،

(۳) نماز پڑھنا،

(۴) خدا کی حمد بجالانا، اور شکر ادا کرنا،

(۵) اُن تمام عقلی منطقی دلائل پر غور کرنا جو خدا کے وجود اور اُس کی عظمت، قدرت اور حکمت کو ثابت کرتے ہیں

(۶) ہر معاملے میں خدا پر بھروسہ اور خدا کی طرف توجہ کرنا۔

خدا کے ذکر کے فائدے

(۱) انسان، خدا اور اُس سے اپنی ملاقات کو یاد کرکے دنیا کی پستیوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، اور دنیاوی خرافات سے کنارہ کش رہتا ہے۔

؎ کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں ⁂ محفل گداز، گرمیِٔ محفل نہ کر قبول

(۲) خدا کو یاد کرنے سے غفلتیں دور ہوجاتی ہیں (۳) خدا کو یاد کرنے سے خدا خود ہمیں یاد کرتا ہے۔ کیوں کہ خدا نے خود فرمایا ہے: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا
* (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۲ پارہ ۲)

* جنابِ رسولِ خدا صؐ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا مانگی:

"خداوندا! دنیا کو ہمارے لیے سب سے بڑی فکری مشغولیت اور ہمارے علم و آگہی کی انتہا نہ قرار دے۔"

(تفسیر مجمع البیان، مفاتیح الجنان (دعائے شعبان)

www.drhasanrizvi.com

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی (۳۱) اور آسمانوں اور زمین کی ہر چیز
الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ کا مالک اللہ ہے، تاکہ وہ برائی کرنے
اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ والوں کو اُن کے عمل کی سزا دے
الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ (۳۱) اور جو اچھے اچھے کام کریں اُن کو اچھی
جزاء سے نوازے۔

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ (۳۲) رہے وہ لوگ جو بڑے بڑے
الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ گناہوں اور فحاشیوں کھلی ہوئی
اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ بدکاریوں سے بچتے ہیں، سوا اتفاقاً معمولی
هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ سی غلطیوں کے، تو یقیناً تمھارا پالنے
مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ والا مالک معاف کرنے میں بہت وسیع
اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ ہے۔ وہ تمھیں اُس وقت سے ہی خوب
فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ جانتا ہے جب اُس نے زمین سے
تمھیں پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں

www.drhasanrizvi.com

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ ع کے پیٹ میں بچّوں کی شکل میں تھے

پس تم اپنے نیک اور پاک ہونے کے دعوے نہ کرو۔ (کیوں کہ) خدا

اُن کو خوب جانتا ہے جو واقعی بُرائیوں سے بہت بچنے والے "متّقی" پرہیزگار ہیں۔

"فواحش" یعنی بڑے بڑے بُرے کام۔ جیسے زناکاری، ڈاکہ زنی، چوری، غنڈہ گردی، قتل و غارتگری وغیرہ

* ...... (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

گناہانِ صغیرہ، یا معمولی گناہوں سے مراد وہ بُرائیاں ہیں جو بندہ کبھی کبھی جہالت کے سبب کر بیٹھتا ہے اور جلد شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے، تو خدا اُس کو معاف کر دیتا ہے بسبب اپنی رحمت کے

* ...... (تفسیر صافی۔ مجمع البحرین)

"لَمَمَ" یعنی چھوٹے گناہوں سے مراد؟

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "لَمَمَ" سے مراد وہ گناہ ہے جسے انسان کر بیٹھتا ہے اور پھر رُک جاتا ہے۔ جب تک خدا چاہے رُکا رہتا ہے۔ پھر دوبارہ اُس میں آلودہ ہو جاتا ہے۔ (مگر یہ گناہ عادتاً نہیں ہوتا)

(کافی جلد ۲ کتاب کفر و ایمان)

★ نیز امامؑ نے فرمایا: "لَمَمَ" ایسا گناہ ہے جو انسان کبھی کر بیٹھے، مگر فوراً ہی خدا سے معافی مانگ لے۔" * (کافی جلد ۲)

گناہانِ کبیرہ کون کون سے ہیں؟ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادقؑ سے

روایت ہے کہ: کتابِ علیؑ میں گناہانِ کبیرہ کی تعداد سات بیان ہوئی ہے۔ (۱) اللہ کا کفر

www.drhasanrizvi.com

(۲) قتلِ نفس (۳) عقوقِ والدین (۴) سود خوری (۵) ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد سے بھاگ جانا (۷) ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ واپس چلا جانا۔

★ راوی عبید بن زرارہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: "فرزندِ رسولؐ! بس یہی ہیں؟"

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں، یہی ہیں۔

★ میں نے عرض کی: "یتیم کے مال سے ایک درہم کھالینا زیادہ گناہ ہے یا نماز کا ترک کرنا؟

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ترک الصلوٰۃ (نماز کا ترک کرنا)۔

★ میں نے عرض کی: "ترک الصلوٰۃ کا تو آپؑ نے ذکر ہی نہیں فرمایا۔"

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے سب سے پہلے کس چیز کا نام لیا ہے"؟

★ میں نے عرض کی: "آپؑ نے سب سے پہلے کفر کا نام لیا ہے (نماز کا نام تو نہیں لیا)

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "بلاوجہ نماز کو ترک کرنے والا ہمارے نزدیک کافر ہوا کرتا ہے"۔

★ تفسیر برہان میں ہے کہ آپؑ نے گناہانِ کبیرہ کے بارے میں عمرو بن عبید سے فرمایا کہ:

(۱) اکبر الکبائر شرک ہے (۲) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۳) اللہ کی گرفت سے نہ ڈرنا (۴) عقوقِ والدین۔ اس کو خدا نے جبار و شقی فرمایا ہے (۵) قتلِ نفسِ محترمہ (۶) قذفِ محصنہ (پاکدامن عورت کو تہمتِ زنا دینا) (۷) یتیم کا مال کھانا (۸) جہاد سے فرار کرنا (۹) سود کھانا (۱۰) جادو (۱۱) زنا (۱۲) جھوٹی قسم کھانا (۱۳) دھوکہ دینا (۱۴) زکوٰۃ نہ دینا (۱۵) جھوٹی گواہی دینا (۱۶) یا گواہی چھپانا (۱۷) شراب (خمر) نوشی (۱۸) ترک الصلوٰۃ (۱۹) عہد شکنی اور (۲۰) قطعِ رحمی۔ ★ (تفسیر برہان، انوار النجف)

اپنی تعریف کرنے کی مذمت فرزندِ رسولؐ امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ کے زیادہ (یا اچھے) ہونے پر فخر نہ کرے کیوں کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کون کتنا برائیوں سے بچنے والا اور فرائض کا ادا کرنے والا ہے۔"

★ ...... (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

www.drhasanrizvi.com

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ بھلا آپؐ نے اُسے دیکھا جو (خدا کے راستے سے) پلٹ گیا۔؟

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اور تھوڑا سا (اللہ کی راہ میں) چل کر رُک گیا۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (حقیقت کو) دیکھ رہا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ کیا اُسے وہ خبر نہیں پہنچائی گئی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے؟

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اور ابراہیمؑ (کے صحیفوں میں بھی ہے) جنھوں نے (خدا سے) وفاداری کی تھی؟

شانِ نزول

۳۳-۳۴-۳۵

یہ آیتیں ولید بن مُغیرہ کی شان میں نازل ہوئیں جو قریش کا بڑا سردار تھا۔

وہ جناب رسولِ خداؐ کی باتیں سن کر قائل ہوگیا اور اسلام قبول کرنے والا تھا کہ اُس کے ایک مشرک دوست کو معلوم ہوگیا۔ اُس نے آکر کہا کہ اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑ اگر تجھے آخرت کے عذاب کا خطرہ ہے، تو مجھے اتنی رقم دیدے، میں تیرے بدلے عذاب بھگت لوں گا۔ ولید نے یہ بات مان لی مگر

www.drhasanrizvi.com

اُس نے اپنے مشرک دوست کو تھوڑی سی رقم دے کر باقی رقم روک لی۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ جو شخص آخرت کو دل سے نہیں مانتا وہ کس قدر جہالتوں، گمراہیوں اور حماقتوں میں مبتلا رہے۔

★ ..... (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، قرطبی، روح البیان، روح المعانی، تفہیم، تفسیر نمونہ)

شانِ نزول ۲

حضرت عثمانؓ کے پاس مال و دولت بہت تھی جس میں سے وہ کافی مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ عبداللہ بن سعد نے کہا کہ اگر تم اِسی طرح خیرات کرتے رہے تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں اس لیے خیرات کے ذریعہ سے خدا کی رضامندی اور بخشش چاہتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر آپ اپنی سواری کا اونٹ مع ساز و سامان کے مجھے دے دیں تو میں تمھارے سارے گناہ اپنی گردن پر لینے کو تیار ہوں۔

حضرت عثمان نے ایسا ہی کیا اور عہد و پیمان لے لیا۔ اور گواہ بھی کیے اور پھر خیرات سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر یہ آیات اُتریں۔

★ ..... (کشاف، از زمخشری، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر ابن عباسؓ وغیرہ)

پھر آگے آیت ۳۷ میں حضرت ابراہیمؑ کی مثال دی کہ انھوں نے خود اپنی ذمہ داری پوری کی۔ اس طرح کہ اپنے آپ کو آگ کے حوالے کر دیا، اور اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے کے گلے پر ستر مرتبہ چھری چلائی اور اپنا مال مہمانوں، غریبوں اور بھائیوں پر خرچ کیا۔

★ ..... (تفسیر روح البیان)

آیت ۳۸ میں تمام آسمانی کتابوں کا حوالہ دیا کہ "کیا تو نے آسمانی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ ہر شخص خود اپنا بوجھ اٹھائے گا، دوسرا آدمی کسی شخص کا بھی بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ (تفسیر نمونہ)

★ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ: خدا نے ۱۰۴ کتابیں اتاریں۔ دس صحیفے آدمؑ پر، پچاس شیثؑ پر، تیس ادریسؑ پر، دس ابراہیمؑ پر (یہ سب سو صحیفے ہوتے) اور توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن۔ (مجمع البیان جلد، روح البیان جلد ۹)

www.drhasanrizvi.com

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ (یہ خبر)[1] کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسروں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا،

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا
مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ اور یہ[2] کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر اُس کی وہی کوشش جو وہ کرے۔

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ اور یہ[3] کہ اُس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ پھر اُسی کے مطابق اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھائے گا

روزِ قیامت ہر شخص کا عمل آشکار ہو گا

جیسا کہ خداوندِ عالم نے فرمایا:
(۱) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ (سورۃ آلِ عمران آیت ۳۰ پارہ ۳)

یعنی: "اُس دن ہر نفس ہر نیک عمل کو جو اُس نے کیا اور ہر بد عمل کو جو اُس نے کیا موجود پائے گا۔"

www.drhasanrizvi.com

(۲) دوسری جگہ ارشاد فرمایا: " یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠ " (سورۃ الزلزال آیت ۶-۷-۸ پارہ ۳۰)

یعنی: اُس دن لوگ مختلف کیفیات میں اپنے اپنے اعمال دیکھنے کے لیے نکل پڑیں گے (قبروں سے نکلیں گے)

پس جس شخص نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا، وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

اور جس شخص نے ذرہ برابر بھی بُرا کام کیا ہوگا، وہ (بھی) اُس کو دیکھ لے گا۔"

دنیا میں ہر فرد کی مووی تیار ہو رہی ہے
ہوشیار رہو، ہوشیار رہو، ہوشیار رہو،

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو مووی میکر (کراماً کاتبین) ہر شخص کی مووی کی کیسٹ تیار کر رہے ہیں۔ یہ کیسٹ روزِ قیامت میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کی فیکٹری کے تیار کردہ اسپیشل رنگین ٹی وی پر تمام مخلوقِ بشر کے سامنے چڑھا دیا جائے گا۔ اِس لیے اپنے اچھے اعمال، خوشنودیٔ پروردگارِ عالم کی خاطر، اور شرمندگی و عذابِ آخرت سے بچنے اور جنت کی قسم قسم کی نعمات سے لطف اندوز ہونے کے لیے، کیسٹ تیار کرا لیجیے۔ پھر نہ کہنا: ہمیں خبر نہ ہوئی۔

(چہ کارِ کُند عاقل کہ باز آید پشیمانی)

غلط نتائج نکالنا

اِن آیات سے یہ غلط نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ کسی آدمی کے لیے اپنی محنت کی کمائی کے سوا کچھ کھانا یا استعمال کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ نتیجہ قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن نے قانونِ وراثت، مہمان نوازی، زکوٰۃ، صدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حالاں کہ وراثت مہمان نوازی اور زکوٰۃ و صدقات لینے والوں کو ان چیزوں کے حاصل کرنے میں کوئی محنت کرنی نہیں پڑتی۔

(۲) اِن آیات سے یہ نتیجہ نکالنا بھی غلط ہے کہ ایصالِ ثواب ممکن نہیں۔ کیوں کہ فقہِ اسلامی اور احادیثِ

www.drhasanrizvi.com

رسولِ خدا ؐ سے ایصالِ ثواب ، حجِ بدل ، دوسروں کے لیے دعائے استغفار کرنا متفقہ طور پر ثابت ہے ۔ آں حضرت ؐ نے :

" دو مینڈھے لے کر ایک کو اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کیا اور دوسرے کو اپنی اُمت کی طرف سے قربان کیا ۔

★ ..... (بخاری ، مسلم ، مسند احمد ، ابن ماجہ ، طبرانی ، مستدرک اور ابن شیبہ ۔

★ .. بروایت حضرت عائشہ رض ، ابوہریرہ ، جابر ابن عبداللہ انصاری رض ، ابورافع ، ابوطلحہ اور حذیفہ وغیرہ ۔)

★ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ : " ایک شخص نے جناب رسولِ خدا ؐ سے عرض کی : " میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کو وصیّت کرنے کا موقع ملتا تو ضرور صدقہ کرنے کا حکم دیتیں ۔ اب کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں ؟ کیا اُن کو اُس کا اجر ملے گا " ؟

جناب رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا : " ہاں "

★ ...... (بخاری ، مسلم ، مسند احمد ، ابوداؤد ، نسائی)

★ ایک شخص نے جناب رسولِ خدا ؐ سے دریافت کیا : " میں نے اپنے والدین کی خدمت اُن کی زندگی میں تو کی نہیں ، اب ان کی موت کے بعد اُن کی خدمت کیسے کروں ؟

فرمایا : " یہ بھی اُن کی خدمت ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ساتھ اُن کے لیے بھی نماز پڑھو ، اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے لیے (کسی اور وقت میں) روزے رکھو "

★ ..... (دارقطنی)

★ حضرتِ امام علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا :

" جس شخص کا قبرستان پر سے گذر ہو وہ گیارہ مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے اور اُس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے ، تو جتنے مردے اُس قبرستان میں ہوں گے اتنا ہی اجر اُس کو عطا کردیا جائے گا ۔ " ★ (دارقطنی) اس قسم کی بہت سی روایات صحاحِ ستہ وغیرہ میں موجود ہیں ۔

www.drhasanrizvi.com

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی ﴿۴۲﴾ اور یہ کہ آخر میں (تمھیں) اپنے پالنے والے مالک تک پہنچنا ہے۔

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی ﴿۴۳﴾ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا ہے، اور اُسی نے رُلایا ہے۔

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ﴿۴۴﴾ اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت دی، اور اُسی نے زندگی دی۔

وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ (۴۵) اور یہ کہ وہی ہے جس نے مرد و
الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾ عورت کے جوڑے پیدا کیے۔

مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ ایک قطرے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔

★ ایک حدیث میں ہنسنے رلانے کے معنی کو وسعت دی گئی ہے۔

★ جناب رسولِ خدا صؐ نے فرمایا: "خدا آسمان کو بارش سے رلاتا ہے اور زمین کو نباتات (کے لہلہانے) سے ہنساتا ہے۔ ★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

؎ ان فصل الربیع فصلٌ جمیل تضحک الارض من بکاء السماء

یعنی: فصلِ بہار کتنی خوبصورت لہلہاتی فصل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے رونے پہ ہنس رہی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ اور یہ کہ اُسی کے ذمّے ہے دوسری دفعہ کا پیدا کرنا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ اور یہ کہ اُسی نے دولتمند کیا ہے اور اُسی نے فقیر کیا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ اور یہ کہ وہی شعریٰ کا بھی مالک ہے۔

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ اور یہ کہ اُسی خدا نے پہلے والے قبیلۂ عاد کو ہلاک کیا۔

وَ ثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ اور قبیلۂ ثمود کو تو ایسا مٹا کر رکھ دیا کہ کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا

★ " اَغْنٰى " غنی کے مادّے سے ہے۔ یعنی بے نیازی

★ " اَقْنٰى " قنیہ کے مادّے سے ہے۔ یعنی وہ مال جو انسان جمع کرتا ہے (مفردات امام راغب)

★ سرمایہ، زمین، باغ وغیرہ مادّی نعمتیں ہیں اور خدا کی رضامندی ہمیشہ رہنے والا سرمایہ ہے

★ مطلب یہ بھی ہے کہ غنی و فقیر سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ (تفسیر نمونہ)

" رَبُّ الشِّعْرٰى " " خدا شعریٰ کا بھی مالک ہے " شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے

www.drhasanrizvi.com

★ عزّت ، ذلّت ، دولت ، فقر ، ترقّی ، تنزّلی ، سکون ، قوّت ، حکومت ، فائدہ ، نقصان سب خدا کے ہاتھ میں ہے ۔

★ اسی طرح آخرت میں اعمال کا بدلہ دینا بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہوگا ۔

★ رہے ستارے ، تو یہ نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں ، نہ کچھ چھین سکتے ہیں ۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا ⁂ وہ آپ وسعتِ افلاک میں ہے خوار و زبوں
(اقبال)

★ ذوالشّعریٰ کی مورتی ایک چوکور کالے پتّھر پر کندہ کی گئی تھی ۔

شعریٰ کے معنی ستارے کے بھی ہیں ، اور یہی نام جوزا ستارے کا بھی ہے ۔ جو آسمان پر روشن ترین ستارہ ہے ۔ اِس کی عبادت عرب ، مصری ، یونانی ، رومی کرتے تھے ۔ کیوں کہ یہ بہت چمکدار ہے ۔ قرآن نے صرف اِس ایک ستارے کا نام لے کر سارے ستارہ پرستی کے نظام ہی کو تہس نہس کر دیا ۔ مغربی محقّقین نے اس دیوی کا نام منات دیوی کے ساتھ ملا دیا ہے ۔

(تفسیر ماجدی)

★ . . . . . .

" شعریٰ " آسمان کا سب سے روشن ستارہ ہے ۔ انگریزی میں اس کو SIRIUS کہتے ہیں عرب اِسے الکلب الاکبر اور الکلب الجبار کہتے ہیں ۔ یہ سورج سے ۲۳ گنا بڑا ہے اور زمین سے اِس کا فاصلہ آٹھ سال نوری سے بھی زیادہ ہے ، اِسی لیے سورج سے چھوٹا نظر آتا ہے جب یہ طلوع ہوتا تھا تو نیل کا فیضان شروع ہوتا تھا ۔ اِس لیے مصری اور پھر عربوں نے یہ سمجھا کہ یہ ہماری قسمتوں پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ بعد میں عرب اِس کی پرستش کرنے لگے ۔

اسی لیے اس آیت میں خداوندِ عالم نے فرمایا : " تمھاری قسمتیں شعریٰ نہیں بناتا خدا بناتا ہے ۔ کیوں کہ خدا تو شعریٰ کا بھی مالک ہے ۔

(تفسیر کبیر ۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ (۵۲) اور اُن سے پہلے نوح کی قوم کو
إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ تباہ کیا، کیوں کہ وہ حقیقتاً بڑے
وَأَطْغَىٰ ﴿۵۲﴾ سخت ظالم اور بڑے سرکش تھے۔
وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿۵۳﴾ اور (لوطؑ کی قوم کی) اوندھی گرنے
والی بستیوں کو اوپر سے نیچے
دے مارا۔
فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿۵۴﴾ تو اُن پر چھاگئی وہ آفت (جو تم
جانتے ہو کہ) کیا چھا گیا۔

"مُؤْتَفِكَةَ"

زیر و زبر ہو جانے والی بستیوں سے مراد لوطؑ کی قوم کی سات بستیاں ہیں جن کو فرشتوں نے زیر و زبر کر دیا تھا۔ اوپر کا حصّہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا تھا۔ اور بصرہ کا شہر بھی مراد ہے۔ کیوں کہ حضرت امام علیؑ نے بصرہ شہر والوں سے خطاب فرمایا تھا: "اے اہلِ بصرہ! اے زیر و زبر شدہ زمین کے رہنے والو! اے عورت کے لشکرو! اے اونٹ کی پیروی کرنے والو! (تفسیر صافی)

★ اِن گذشتہ پانچ آیتوں میں چار قوموں کے معذب ہونے کا ذکر ہے، یہ اُن لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو خدا کے احکامات کو مذاق سمجھتے ہیں۔ خدا و رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ سوچ لیں کہ اُن کا کیا حشر ہوگا؟
(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ تو اپنے[1] پالنے والے مالک کی کن کن نعمتوں اور قدرتوں پر شک کرے گا۔؟

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ یہ بھی ایک ڈرانے والا[2] رسول ہے پہلے آئے ہوئے ڈرانے والوں میں سے۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ (۵۷) وہ قریب[3] آجانے والی چیز (قیامت) قریب آگئی ہے

---

[1] ★ خداوند عالم کا فرمانا: "تو اپنے پالنے والے مالک کی کن کن نعمتوں پر شک کرے گا؟"

★ اصل میں "تماریٰ" کے معنی شک کرنے کے بھی ہوتے ہیں اور جھگڑا کرنے کے بھی۔

★ مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطاؤں پر شک کرنے اور جھگڑا کرنے جیسا جرم تو پھر کرے گا جس کا انجام بار بار آسمانی کتابوں میں بتایا جا چکا ہے، کیا تو اس حماقت کو پھر دہرائے گا۔؟

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

[2] ★ آخر میں اُمت کو ڈرایا جارہا ہے کہ قومِ عاد و ثمود کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ سوچ لو کہیں تمہارا انجام بھی ایسا ہی نہ ہو جائے۔ کیوں کہ تمہارا رسولؐ بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرانے کے لیے ہی بھیجا گیا ہے۔ اِس ٹھوس حقیقت کو سمجھانے کے بعد فرمایا کہ:

[3] وہ قریب آجانے والی قیامت یا موت قریب آچکی ہے وہ کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

(تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

لَيۡسَ لَهَا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (۵۸) اللہ کے سوا کوئی اُس کو ہٹانے
كَاشِفَةٌ ۝۵۸ والا نہیں (یا)، اللہ کے سوا کوئی پردہ
کھولنے والا نہیں۔

اَفَمِنۡ هٰذَا الۡحَدِيۡثِ (۵۹) تو کیا اس بات پر تم تعجب ¹
تَعۡجَبُوۡنَ ۝۵۹ کرتے ہو؟

وَتَضۡحَكُوۡنَ وَلَا تَبۡكُوۡنَ ۝۶۰ اور تم ہنستے ہو، روتے نہیں ہو؟

وَاَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ۝۶۱ اور تم گا بجا کر ² ان باتوں کو ٹال
دیتے ہو؟

فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ وَاعۡبُدُوۡا ۝۶۲ السجدہ سجدے میں جھک ³ جاؤ اللہ کے لیے
اور اُس کی بندگی (عاجزانہ اطاعت) کرتے رہو۔ (سجدہ کیجیے)

¹ ★ یعنی قرآن مجید کے بیانات کو سن کر تم تعجب کرتے اور ہنستے ہو اور مسخری کرتے ہو، حالانکہ
رونے کا مقام ہے۔ (انوار النجف) ★ عربی میں "سمود" گانے بجانے کو کہتے ہیں۔ (بقول
ابن عباس / الرعیہ وغیرہ)

² ★ کفار رسول اکرم ص سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ کرتے تھے کہ جب آپ قرآن پڑھتے تھے تو یہ
لوگ زور زور سے گانا گانے لگتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

³ ★ ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ص نے صبح کی نماز میں سورۃ النجم پڑھی اور دیر تک سجدہ فرمایا۔
(بیہقی، ابن مردویہ)

النجم ۳ ع ۷ ۱۵

www.drhasanrizvi.com

سُورَۃُ الْقَمَر ۵۴
کی
خصوصیات

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ القمر کو ایک دن چھوڑ کر پڑھتا رہے گا، وہ قیامت کے دن اِس حالت میں اُٹھے گا کہ اُس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند (قمر) کی طرح چمکتا ہوگا۔

اگر ہر رات پڑھے گا تو یہ عمل اُس سے بھی افضل ہے۔ قیامت کے دن ایسے شخص کے چہرے کا نور تمام مخلوق پر برتری رکھتا ہوگا۔

(تفسیر مجمع البیان)

★ اصل میں قیامت کے دن چہرے کی روشنی (نور) سچے ایمان کی علامت ہے اگر انسان اِس سورۃ کے مطالب پر غور کرے تو اُس کا ایمان سچا اور پکا ہو جائے گا۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیاتُهَا ۵۵ # سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ رُكُوعَاتُهَا ۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ (۱) قیامت کا وقت قریب
وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝۱ آگیا اور چاند پھٹ گیا۔
وَ اِنۡ یَّرَوۡا اٰیَةً یُّعۡرِضُوۡا (۲) مگر اُن لوگوں کا حال یہ ہے کہ
وَ یَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ۝۲ چاہے وہ کوئی بھی نشانی یا معجزہ دیکھ لیں، پھر بھی اپنا منہ موڑ موڑ کر ٹال جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ چلتا ہوا جادو ہے جو ابھی ختم ہو جائے گا۔"

قیامت اس لیے قریب ہے، کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ اب

www.drhasanrizvi.com

بس قیامت ہی کو آنا ہے۔ (تفسیر کبیر۔ تفسیر ماجدی)

ایک روایت کے مطابق اِس سے مراد امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی ہے۔

* (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی)

شانِ نزول

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرک حضورِ اکرمؐ سے کہتے تھے کہ اگر آپؐ واقعی خدا کے سچے رسولؐ ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔

حضورِ اکرمؐ نے اُن سے پوچھا: "اگر میں ایسا کر دوں تو تم مجھے خدا کا رسولؐ مان لو گے؟"

اُنھوں نے وعدہ کیا کہ "ہاں ہم مان لیں گے۔"

وہ چودھویں تاریخ کی رات تھی کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے خداوندِ عالم سے دعا فرمائی اور چاند ۲ ٹکڑے ہو گیا۔ چاند کو ۲ ٹکڑے ہوتے دیکھ کر مشرکین کہنے لگے: "محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا۔"

جبیر بن مطعم سے بھی یہی روایت ہے۔

* (تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں بروایت امام جعفر صادقؑ)

جن لوگوں نے یہ ترجمہ کیا کہ: "چاند پھٹ جائے گا" یہ اس لیے غلط ہے کہ اگر چاند آئندہ پھٹنے والا ہے تو یہ کہنا قیامت کے آنے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔ پھر آگے کی عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ لوگوں نے اُس وقت کوئی معجزہ ضرور دیکھا تھا جسے دیکھ کر اُنھوں نے جادو قرار دیا۔ اس لیے "چاند پھٹ گیا" ترجمہ صحیح ہے۔ ورنہ آگے کی ساری آیتیں بے جوڑ ہو جاتی ہیں۔

* (تفسیر مجمع البیان۔ تفہیم)

★ پھر یہ کہ چاند کے پھٹنے کی روایات مستند کتابوں سے ثابت ہیں۔

★ (بخاری، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم اصفہانی بروایت حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت حذیفہؓ، انس بن مالک، جبیر بن مطعم)

★ سحر مستمر "کے معنی چلتا ہوا جادو۔ یعنی اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یا یہ کہ پکا جادو ہے۔"

(تفسیر مجمع البیان۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (۳) غرض اُنھوں نے دابدی حقیقتوں کو
وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے
پیچھے پیچھے چلے۔ ہر معاملہ کو آخر کار ایک
انجام تک پہنچنا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ (۴) اب جبکہ اُن کے پاس ایسی خبریں
مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ آچکی ہیں جو اُن کو سرکشی سے روکنے
کے لیے بہت کافی عبرت کا سامان ہیں۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ (۵) ایسی پُر اثر دانائی کی گہری باتیں
النُّذُرُ ۝۵ جو نصیحت کے مقصد کو مکمل طور پر پورا
کرتی ہیں، مگر ایسی (زبردست) تنبیہیں (WARNINGS)
بھی اُنھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ (۶) تو بس اب آپ اُن سے اپنا منھ
پھیر لیجیے۔ اب جس دن پکارنے والا

www.drhasanrizvi.com

الدَّاعِ اِلٰی شَیۡءٍ نُّکُرٍ ۙ﴿۶﴾ ایک سخت ناگوار چیز (جہنم) کی طرف بُلائے گا۔

خُشَّعًا اَبۡصَارُہُمۡ یَخۡرُجُوۡنَ ﴿۷﴾ اِس عالم میں کہ اُن کی نگاہیں

مِنَ الۡاَجۡدَاثِ کَاَنَّہُمۡ جھکی اور سہمی ہوئی ہوں گی (اور یہ

جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ اپنی قبروں سے اِس طرح نکلیں گے جیسے چاروں طرف پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔

★ خداوندِ عالم کا اپنے رسولؐ سے یہ فرمانا کہ: "اب آپؐ اُن سے منھ پھیر لیجیے" کا مطلب یہ ہے کہ اتمامِ حجت ہو چکا، اب اُن سے بحث و تکرار میں وقت ضائع نہ کیجیے۔

(تفسیر جلالین)

★ اس کے فوراً بعد آیت میں، قیامت کا ذکر شروع کر کے بتا دیا کہ اب تمہارا فیصلہ وہیں ہو گا

(تفسیر ماجدی)

★ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل نکل کر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ واقعی قیامت، جنّت، جہنّم سچی حقیقت ہیں۔

(تفسیر کبیر)

"شَیۡءٍ نُّکُرٍ" یعنی (۱) ناگوار چیز۔ مراد جہنّم۔ (۲) انجانی چیز جو کبھی سان گمان میں بھی نہ تھی۔ ★ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

آیت کی تشریح "خُشَّعًا اَبصَارُهُم" یعنی اُن کی آنکھیں خوفزدہ ہوں گی۔
(۲) ذلّت و ندامت سے جُھکی ہوں گی۔

★ یہ خوف اپنے بُرے اعمال کے احساس کی وجہ سے ہوگا، اور شرمندگی قیامت کو نہ ماننے کی وجہ سے ہوگی۔ پھر اُن کو یقین آجائے گا کہ اب وہ خدا کے سامنے مجرموں کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔

*.... (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

قیامت کے ہولناک مناظر (از قرآن)

جب اُن کافروں، ظالموں، مشرکوں کے ہاتھوں میں اُن کے کرتوت کا دفتر، نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ سر پیٹ لیں گے اور کہیں گے:

(۱) "وائے ہو ہم پر، یہ کیسا نامۂ اعمال (کتاب) ہے کہ چھوٹا بڑا کوئی کام ایسا نہیں جو اِس میں لکھا نہ ہو۔" (سورۃ الکہف[18] آیت[49] پارہ[15])

(۲) "اگر تم اُن کی حالت کو دیکھو جس دن وہ جہنّم کی آگ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ: اے کاش! ہم دنیا کی طرف دوبارہ پلٹ سکتے اور اپنے پالنے والے مالک کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور دل سے ماننے والوں میں سے ہوتے۔"
(سورۃ[6] الانعام آیت ۲۷ پارہ ۷)

(۳) "گناہگار وحشت اور خوف کی وجہ سے پسند کریں گے کہ جو کچھ اس جہان میں اُن کے پاس ہے اُسے دے دیں اور خدا کے عذاب سے بچ جائیں۔" سورۃ المعارج آیت[11] پارہ ۲۹

(۴) عذاب اس قدر شدید ہوگا کہ مائیں اپنی اولادوں کو بھول جائیں گی، اور ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی، اور تم لوگوں کو مدہوش و مست دیکھو گے، حالانکہ وہ مدہوش و مست نہ ہوں گے
(سورۃ[22] الحج آیت ۲ پارہ[17])

(۵) جہنّم، مجرموں کو دیکھ کر جوش کھاتی ہوگی۔ گویا وہ غصّہ کے عالم میں پھٹ پڑے گی۔ (سورۃ[67] الملک آیت ۷-۸ پارہ ۲۹)

www.drhasanrizvi.com

مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ (۸) پکارنے والے کی طرف دہشت
يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا اور خوف سے نظریں جمائے سرپٹ دوڑے
يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ چلے جا رہے ہوں گے، اُس وقت یہی حق کے
منکر کہہ رہے ہوں گے کہ: (ہائے) یہ تو بڑا مشکل
اور سخت دن ہے۔"

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ (۹) اُن سے پہلے نوحؑ کی قوم والوں
فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا نے بھی جھٹلایا، اُنھوں نے ہمارے بندے
مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨ (نوحؑ) کو جھوٹا قرار دیا اور کہا: "یہ
تو دیوانہ ہے۔" اور اُنھیں بُری طرح
ڈانٹا ڈپٹا اور جھڑکا گیا۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ (۱۰) آخرِ کار اُنھوں نے اپنے پالنے والے
فَانْتَصِرْ ⑩ مالک کو پکارا کہ میں اِن کے مقابلے میں
بے بس اور مغلوب ہو چکا ہوں، تُو میری مدد فرما (یا) اب تُو اِن سے انتقام لے۔

www.drhasanrizvi.com

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ (۱۱) تو ہم نے برستے ہوئے پانی
بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے۔
وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (۱۲) اور زمین کو پھاڑ کر چشمے بہا دیے
فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ پھر سارے کا سارا پانی اُس کام
قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو تجویز
ہو چکا تھا۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ (۱۳) اور نوح کو ہم نے تختیوں اور
وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔
تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً (۱۴) جو ہماری نگاہوں کے (خفیہ) اشاروں پر چل رہی
لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ تھی (غرض) یہ بدلہ لیا تھا اُس شخص
کی خاطر جس کی ناقدری اور ناشکری
کی گئی تھی۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ (۱۵) پھر اُس کشتی کو ہم نے (اپنی قدرت کی)

www.drhasanrizvi.com

مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا۔ تو کیا ہے کوئی سبق لے کر نصیحت قبول کرنے والا

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ⑯ تو اب دیکھ لیا کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی ہوتی ہیں میری تنبیہیں (warnings) !؟

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰ غرض ہم نے اس قرآن کو سبق سیکھنے اور نصیحت لینے کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کوئی ہے جو سبق لے اور نصیحت قبول کرے ؟

آیات کی تشریح

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حضرت نوح اُن میں ۹۵۰ سال تک رہے اور آپ اپنی قوم کو خفیہ اور علانیہ طور پر سمجھاتے رہے، مگر وہ نہ مانے تب اُنھوں نے یہ دعا فرمائی" (کافی)

★ نوح کی قوم نے صرف اُن کی تکذیب ہی نہیں کی، بلکہ اُن کو دیوانہ قرار دیا، دھمکیاں بھی دیں، لعنت ملامت بھی کی اور ڈانٹ ڈپٹ کی انتہا کر دی، حق کا پیغام پہنچانے سے بڑی سختی سے روکا۔ تب مجبور ہو کر حضرت نوح نے یہ دعا فرمائی۔

"میرے مالک ؑ میں مغلوب ہوں، میرا بدلہ لے، میری مدد فرما۔"
(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

★ حضرت نوح بے انتہا صابر انسان تھے۔ اُن کی قوم طرح طرح سے اُن پر ظلم کرتی تھی۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر تم اپنے کام سے باز نہ آئے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے۔ کبھی وہ لوگ اُن کا گلا دباتے تھے کہ وہ بیہوش ہو جاتے تھے، مگر جب ہوش آتا تو قوم کے لیے خدا سے دعا کرتے تھے کہ مالک ؟ میری قوم کو بخش دے۔ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر کشاف، ابوالفتوح رازی)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۱ کی تشریح حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "آسمان سے کوئی قطرہ ایسا نہیں گرا جس کا شمار نہ کیا گیا ہو، سوا اُن قطروں کے جو طوفانِ نوحؑ میں گرے تھے۔ کیوں کہ اُس دن آسمان سے بے حد و بے شمار موسلا دھار پانی برسا تھا۔

(تفسیر صافی)

آیت ۱۳ کی تشریح لوہے کے آلات سے کٹی ہوئی لکڑیاں اور لوہے کی بنی ہوئی کیلیں کشتیٔ نوحؑ کے بنانے میں استعمال ہونا بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم ایک مہذب اور متمدن قوم تھی، مگر شرک اور قیامت کے انکار کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئی۔

(تفسیر ماجدی)

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی ؛ جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا۔

(اقبال)

آیت ۱۴ کی تشریح حضرت نوحؑ کی قوم برسوں سے خشک سالی کی شکار تھی اور بارش کے انتظار میں تھی۔ اچانک بارش ہونے لگی، مگر زندہ کرنے والی بارش نہیں بلکہ جان لینے والی۔

(تفسیر روح المعانی)

آیت ۱۵ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ نوحؑ کی قوم کو عبرت کا نشان بنا کر چھوڑا۔ یا۔ کشتیٔ نوحؑ کو عبرت کا نشان بنا دیا۔ آج بھی ایک پہاڑ (جودی) پر اُس کا موجود ہونا عبرت اور سبق حاصل کرنے کی نشانی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ آج بھی وہ کشتی خدا کے غضب کو یاد دلا رہی ہے؟

(تفسیر کبیر ۔ مجمع البیان)

آیت ۱۷ کی تشریح بعض لوگوں نے اِس آیت سے یہ غلط نتیجہ نکالا کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ عربی ادب، حدیث و فقہ سے بے نیاز ہو کر ہم قرآن کو سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں۔

حالاں کہ سیاقِ کلام سے بتا رہا ہے کہ: "قرآن تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر تم اِس فائدہ کیوں حاصل نہیں کرتے؟ خدا کا عذاب دیکھنے کے بعد بھی نہیں سمجھتے کہ حق کا انکار اور تکذیبِ پیغمبرؑ کا کیا انجام ہوتا ہے؟ خدا اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اپنے نبیؑ اور کتابیں تمھارے فائدہ کے لیے بھیج رہا ہے اور تم پھر بھی تباہی کے راستے پر چلے جا رہے ہو۔

(تفسیر نمونہ، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ **محققین نے نتیجہ نکالا** کہ یہ صرف خداوند کریم و رحیم کی عظیم مہربانی اور کرم ہے اُس نے قرآن کو ہمارے لیے آسان فرمادیا ہے۔ ورنہ اتنی بڑی بڑی ابدی و سرمدی حقیقتوں کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہ تھی۔ لیکن پورے قرآن کو پورے طور پر سمجھنا اور اُس سے نتائج اخذ کرنا خود ایک مستقل اور مشکل ترین مسئلہ ہے۔ مگر ہمارے علم کی بھی ایک حد ہے جس کے بعد ہم قرآن نہیں سمجھ سکتے۔ پھر نبی اکرمؐ اور اُن کے وارث امام معصوم علیہم السّلام کی رہنمائی میں قرآن کے گہرے مطالب (تفسیر و تاویل وغیرہ) کو سمجھا جاسکتا ہے۔

(فصل الخطاب)

★ اور اِس کا ثبوت جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی متفقہ اور مسلّمہ حدیث ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں تم میں دو بہت قیمتی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک تو اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسری میری عترت، اہلِ بیتؑ جب تک تم اِن دونوں سے تعلّق جوڑے رکھو گے، کبھی میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر لوٹ آئیں۔"

(صحیح مسلم)

★ اگر قرآن کے تمام مطالب اور انطباقات ہم خود اپنے علم کے زور پر سمجھ سکتے ہوتے تو جناب رسولِ خداؐ قرآن کے ساتھ اپنے اہلِ بیتؑ کو نہ چھوڑتے اور اِن دونوں سے تمسّک اختیار کیے رہنے کا حکم نہ دیتے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ (۱۸) عاد (کے قبیلے) نے (بھی
كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۱۸ ابدی حقیقتوں کو) جھٹلایا۔ تو
دیکھ لو کہ کیسی تھی میری سزا اور میرا ڈرانا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا (۱۹) ہم نے ایک ایسے دن جو ہمیشہ
صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ کے لیے منحوس تھا اُن کی طرف ایک
مُّسْتَمِرٍّ ۱۹ سردی سے ٹھٹھرا دینے والی سخت
طوفانی ہوا بھیج دی۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ (۲۰) جو لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر اس طرح
أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۲۰ پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے
اُکھڑے ہوئے درختوں کے تنے ہوں۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي (۲۱) (دیکھا) کیسی تھی میری سزا
وَنُذُرِ ۲۱ اور میرا ڈرانا!؟

آیت ۱۹: "یَوْمِ نَحْسٍ" (منحوس دن) یہ نحوست اُن معذّب لوگوں کے لیے تھی جن پر اس دن

www.drhasanrizvi.com

عذاب آیا تھا۔ ائمۂ اہلِ بیت ؑ کی روایات کے اعتبار سے وہ بدھ کا دن تھا۔
(فصل الخطاب)

★ فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"وہ عذاب آٹھ دن قائم رہا، جو بدھ کے دن سے شروع ہوا تھا۔"
(علل الشرائع)

★ سورۃ الحاقۃ میں فرمایا: "وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ (سورۃ الحاقۃ آیت ۶، ۷، ۸ پارہ ۲۹)

یعنی: "رہے گئے (قومِ) عاد تو وہ بہت شدید تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ خدا نے اُسے سات رات اور آٹھ دن لگاتار اُن پر چلایا تو تم لوگوں کو اس طرح مرے پڑے ہوئے دیکھو گے گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں تو کیا تم اُن میں سے کسی کو بھی بچا کھچا دیکھتے ہو"؟

دنوں کو منحوس کیوں کہتے ہو؟

★ ایک شخص نے فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ بدھ کا دن کتنا منحوس دن تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "تمھارا یہ حال ہے، جبکہ تم ہمارے پاس آیا جایا کرتے ہو۔ تم گناہوں کا الزام ایسی چیز پر لگا رہے ہو جو بے گناہ ہے۔ بھلا دنوں کا کیا قصور؟ تم انھیں کیوں منحوس قرار دیتے ہو؟ یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں۔" (دنوں کے نہیں) (تحف العقول)

★ فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام موسیٰ کاظم ؑ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص خاص طور پر مہینے کے آخری بدھ کو اس لیے سفر کرے کہ وہ بُرے شگون لینے والوں کی مخالفت کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا، اور خدا اُس کو اُس کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے گا۔"
(وسائل الشیعہ کتاب الحج آداب سفر)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

مہینے کے آخری بدھ کو قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔

اور اسی بدھ کو تیز آندھی قوم عاد کی طرف بھیجی گئی تھی۔
(تفسیر نور الثقلین)

★ مگر بعض دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ بدھ ہی کے دن خدا نے دریائے نیل کو حضرت موسیٰ کے لیے پھاڑ دیا تھا اور اُن کو فرعون سے نجات دی تھی۔
(تفسیر نور الثقلین ص ۱۰۵)

★ یا مثلاً مہینے کی تیسری تاریخ کو حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا جنت سے نکالے گئے تھے مگر اسی تاریخ کو حضرت نوحؑ اپنی کشتی پر سوار ہوئے تھے اور نجات پائی تھی۔
(تفسیر نور الثقلین جلد ۵ ص ۵۸)

★ طبرانی بھی اسی کے قائل ہیں کہ منحوس دن ہونا غلط خیال ہے۔

محقق مناوی لکھتے ہیں کہ: "بدفالی کے خیال سے بدھ کے دن کو منحوس کہنا نجومیوں کے اعتقادات میں سے ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا حرام ہے۔ کیوں کہ سارے دن اللہ کے ہیں۔ کوئی دن بذاتِ خود نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان۔"
(طبرانی)

★ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ: "سارے دن یکساں ہیں۔ بدھ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو کسی کے لیے اچھی اور کسی کے لیے بُری ہو۔ ہر وقت خداوندِ عالم کسی کے لیے موافق اور کسی کے لیے ناموافق حالات پیدا کرتا رہتا ہے۔
(تفسیر روح المعانی)

★ "نحس" کے اصل معنی "اُفق کی شدید سرخی" کے ہیں۔

اکثر روایات جو دنوں کو نحس قرار دیتی ہیں یا سعد قرار دیتی ہیں، ضعیف ہیں۔ رہا یہ کہ فلاں دن فلاں واقعہ ہوا، یہ درست ہو سکتا ہے لیکن اس سے وہ دن نیک یا بد نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ (۲۲) حقیقتاً ہم نے اِس قرآن
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ کو سبق لینے اور نصیحت حاصل
مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ کرنے کے لیے آسان بنایا ہے، ع ۴۲ / ۸
تو کیا کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ (قوم) ثمود نے بھی ڈرانے والے
(انبیاء) کو جھٹلایا۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا (۲۴) اُنھوں نے کہا: "ایک اکیلا
نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ آدمی جو ہے بھی ہم میں سے، تو کیا اب
ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ہم اُس کے پیچھے پیچھے چلیں؟ اِس
صورت میں تو ہم بالکل گمراہ اور دیوانے ثابت ہوں گے۔

حضرت صالحؑ کو اُن کی قوم نے کیوں جھٹلایا؟

★ حضرت صالحؑ کی قوم تین وجوہات کی بناء پر حضرت صالحؑ کو ماننے کے لیے تیار نہ تھی۔ (۱) ایک سبب تو یہ تھا کہ یہ ہم جیسے

www.drhasanrizvi.com

بشر ہیں۔ (معلوم ہوا کہ نبیٔ خداؐ کو ہم جیسا بشر کفار کہا کرتے ہیں) یہ کوئی الگ آدمی نہیں ہیں، پھر ہم اُن کی بڑائی کیوں مان لیں؟ آخر اِن میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے۔؟

(۲) دوسرا سبب یہ کہ: یہ بھی تو ہماری ہی قوم میں سے ہیں، کوئی سردار نہیں ہیں۔ اِس لیے اِن کو ہمارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ بڑے مالدار، جاگیردار، عالی خاندان نہیں ہیں۔ پھر بھلا ایسے آدمی کو ہم خدا کا نبی کیوں مان لیں؟

(۳) تیسری وجہ یہ کہ: یہ اکیلے ہیں۔ اِن کا کوئی قبیلہ، جتھا، گروہ، فوج لشکر بھی نہیں ہے۔ حشم و خدم، نوکر چاکر نہیں ہیں۔ پھر ہم اِن کی بڑائی کیوں مان لیں؟

اصل میں وہ لوگ چاہتے تھے کہ نبی کوئی فوق البشر ہو۔ اگر انسان ہی ہو تو کم سے کم ہماری قوم کا نہ ہو، بلکہ کہیں آسمان سے اُتر کر آیا ہو، یا پھر کم سے کم رئیس، کھاتا پیتا، مالدار آدمی ہو۔

یہی وہ جہالت تھی جس میں کفارِ مکہ گرفتار تھے۔ وہ بھی کہتے تھے کہ:

"محمدؐ تو ایک عام آدمی ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں۔ ہمارے درمیان پیدا ہوتے ہیں، ہماری ہی قوم میں سے ہیں، سردار نہیں ہیں"۔ (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

٭ کَذَّبَت: اِس جگہ نُذُر یا تو انذار کے معنی میں مصدر ہے یا جمع ہے نذیر کی۔ چونکہ ایک رسولؑ کی تکذیب تمام رسولوںؑ کی تکذیب کی موجب ہے اِس لیے اِن کو تمام ڈرانے والوں کا انکاری ٹھہرایا گیا اور یہ حضرت صالحؑ کی قوم تھی۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

(۲۵) کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک آدمی رہ گیا تھا جس پر خدا کی وحی اُتاری گئی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ تو پرلے درجے کا جھوٹا، گھمنڈی، ڈینگیں مارنے والا، خود پسند۔

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

(۲۶) (ہم نے نبیؐ کو وحی کی کہ) انھیں کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون پرلے درجے کا جھوٹا، گھمنڈی اور خود پسند ہے۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾

(۲۷) ہم ایک خاص اونٹنی کو بھیجتے ہیں جو اُن کے لیے امتحان (کا ذریعہ) ہو گی تو آپؐ ذرا صبر و ضبط سے کام لیں اور دیکھیں (کہ اِن کا کیا حشر ہوتا ہے)۔

آیت ۲۵: "اَشِرٌ" کے معنی، ایسا خود پسند اور بر خود غلط انسان جس کے دماغ میں اپنی بڑائی

www.drhasanrizvi.com

کا سودا سما گیا ہو ، اور اس بنا پر وہ ڈینگیں مارنے لگے ۔
(مفردات امام راغب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ حق کے منکروں اور مسخ شدہ ذہنوں کی گمراہی کی کوئی حد نہیں ہوا کرتی ۔ کیوں کہ ایسے ذہن شیطان کا کھلونا ہوتے ہیں ۔
(تفسیر ماجدی)

" ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں "
(میر انیس)

آیت ۲۶ کی تشریح آیت کا مطلب یہ ہے کہ (اے سرکشو!) تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ گھمنڈی کون ہے ؟ اصل گھمنڈی ، خود سر اور خود پسند انسان تو وہ ہے جو خدا کے مقرر کیے ہوئے ہادیوں کو نہیں مانتا ، اُن کے سامنے سر جھکانا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے ۔ یہ وہ شیطان صفت آدمی ہے جس نے حضرت آدمؑ جیسے انسان کی فضیلت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا ۔
.... (فصل الخطاب ، تفسیر ماجدی)

آیت ۲۷ کی تشریح : خداوندِ عالم نے فرمایا کہ : ہم اونٹنی کو معجزانہ طور پر ظاہر کر دیں گے ۔"

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ : " ہم اونٹنی کو اُن کے لیے فتنہ (امتحان) بنا کر بھیجیں گے ۔ وہ فتنہ یہ تھا کہ یکایک ایک اونٹنی اُن کے سامنے آن کھڑی ہوئی ، اور اُن سے کہہ دیا گیا کہ ایک دن یہ اکیلی چشمے کا پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم سب لوگ پانی لے سکو گے ۔
یہ چیلنج اُس شخص کی طرف سے دیا گیا تھا جس کے متعلق وہ احمق ، سرپھرے لوگ کہتے تھے کہ یہ اکیلا ہے ، کوئی لاؤ لشکر نہیں رکھتا ۔
(تفسیر کبیر ۔ مجمع البیان ۔ تفہیم ۔ تفسیر نمونہ)

وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ بس انھیں اتنا بتا دیں کہ پانی اُن کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا، اور ہر ایک اپنی اپنی باری کے دن پانی (کے چشمے) پر آیا کرے گا۔

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ پھر اُن لوگوں نے اپنے آدمی کو پکارا، تو اُس نے پکڑ کر (اُس اونٹنی کے) ٹخنوں کے پچھلے حصّوں کو کاٹ کر اُسے مار ڈالا

آیت ۲۹ کی تشریح

آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک اونٹنی اُن کے درمیان دندناتی پھری۔ اُس کی باری کے دن کسی کو پانی کے چشمے پر آنے کی ہمت نہ ہوتی۔ بالآخر قوم نے بدمعاش سردار کو اونٹنی کے قتل پر اُبھارا، اُکسایا اور کہا کہ تو بڑا بہادر آدمی تھا، اب تجھے کیا ہوگیا؟ بات بات پر آستین چڑھا کر مارنے مرنے پر اُتر آتا تھا، ذرا ہمت کر اور اس اونٹنی کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ اُن کے اُبھارنے پر اُس نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ خود بتا رہا ہے کہ قوم والے اونٹنی سے مرعوب تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ کوئی غیر معمولی طاقت اس کے پیچھے ہے۔ اِس لیے اِس پر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے۔ (تفہیم)

■ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ سورۃ الشمس میں پوری قوم کو اونٹنی کا قاتل کہا ہے جبکہ یہاں ایک آدمی کا ذکر ہے۔ یہاں بتا جا رہا ہے کہ قاتل تو ایک آدمی ہے مگر پوری قوم اس پر راضی تھی۔ اِس لئے سب قاتل ہیں۔ اور قیامت تک یہی قانون جاری رہے گا مشرق میں کوئی قتل کر دیا جائے اور مغرب میں کوئی اس پر راضی ہو تو وہ بھی قتل میں شریکِ قرار پائے گا۔

([illegible])

www.drhasanrizvi.com

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ پھر دیکھ لیا کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔؟

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً (۳۱) ہم نے اُن پر بس ایک دھماکہ
وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ کیا، تو وہ بھرے ہوئے کھلیان میں
الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ خشک بھوسے کی طرح بھس ہو کر رہ گئے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (۳۲) غرض ہم نے اس قرآن کو سبق حاصل
فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، تو ہے

کوئی سبق لے کر نصیحت قبول کرنے والا؟

آیت ۳۱ میں "کھشیم المحتظر" کی تشریح یہ تشبیہ خاص طور پر عربوں کے مذاق کے مطابق ہے کیوں کہ عرب اپنے گھروں اور کھیتوں کے چاروں طرف کانٹوں کی باڑھ لگاتے تھے، مگر چند دنوں کے بعد وہ چُور چُور ہو جاتی تھی۔ بس اسی طرح بڑی بڑی طاقتور قومیں اپنی ہی بداعمالیوں کی وجہ سے بھس بن کر رہ گئیں۔
(تفسیر ماجدی)

★ پھر جو وہ جھاڑیوں کی باڑھ جانوروں کے چاروں طرف لگائی جاتی ہے، سوکھ جاتی ہے تو جانور اُس کے اوپر دوڑتے بھاگتے ہیں، آخر کار ان جھاڑیوں کا برادہ بن جاتا ہے۔ قوم ثمود کی کچلی ہوئی پرانی لاشوں اور ہڈیوں کو اُسی بُرادے سے تشبیہ دی گئی ہے۔
(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ لوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا ﴿۳۴﴾ ہم نے اُن پر سخت پتھراؤ کرنے
إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ والی آندھی بھیج دی، سوا لوط کے خاندان والوں کے کوئی نہ بچا کیونکہ انکو ہم نے رات کے پچھلے پہر سحر کے وقت بچا کر نکال لیا۔

نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ﴿۳۵﴾ یہ ہمارا فضل و کرم تھا۔
كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ اِس طرح ہم صلہ دیتے ہیں ہر اُس شخص کو جو ہمارا شکر گذار ہوتا ہے۔

عملاً اطاعتِ نبی نجات کا سبب ہوتا ہے

آیت ۳۴ کی تشریح

حضرت لوطؑ کے خاندان کو خدا نے اپنے عذاب سے محفوظ رکھا، اِس لئے نہیں کہ وہ نبیؑ کے رشتہ دار تھے، بلکہ اس لیے کہ وہ حضرت لوطؑ کو دل سے خدا کا پیغمبرؑ مانتے تھے اور اُن کی عملاً اطاعت کرتے ہوئے گندگیوں، برائیوں سے بچتے تھے۔ اگر صرف نبی کے خاندان سے ہونا نجات کے لیے کافی ہوتا تو حضرت نوحؑ کا بیٹا غرق نہ ہوتا اور حضرت لوطؑ کی بیوی معذب نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ نبیؑ کا بیٹا یا بیوی ہونا، یا خاندان سے ہونا نجات کی ضمانت نہیں ہوا کرتا۔ نجات کی ضمانت نبیؐ پر دل سے ایمان لانا اور اُن کی عملاً اطاعت کرنا اور برائیوں سے بچنا ہوا کرتا ہے

(تفسیر ماجدی)

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾
(۳۶) اور لوطؑ نے اُن لوگوں کو ہماری سخت پکڑ سے ڈرایا تھا، مگر وہ ہماری ساری تنبیہوں پر شک کر کے اُس کو باتوں میں اُڑاتے رہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾
(۳۷) پھر اُنھوں نے لوطؑ کے مہمانوں پر ڈورے ڈالے، تو ہم نے اُن کی آنکھوں کو ختم کر دیا۔ تو لو اب چکھو میری سزا اور میرے ڈرانے کا مزہ۔

★ روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے لوطؑ کی قوم کی آنکھوں کی طرف انگلی ماری جس سے اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ (تفسیر صافی)

★ اِس طرح اُن کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، اور وہ حضرت لوطؑ کے گھر سے باہر نکلنا چاہتے تھے مگر اُن کو دروازہ سجھائی نہ دیتا تھا۔ حضرت لوطؑ نے اُن کو پکڑ پکڑ کر دھکے دے کر گھر سے نکالا۔ (تفسیر صافی)

★ مختصر یہ کہ حضرت لوطؑ کی قوم پر اُن کی بیحیائی، ہم جنس پرستی اور لوٹ مار کے جرم میں جب خدا نے سزا دینی چاہی تو چند فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں مہمان کی حیثیت سے حضرت لوطؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت لوطؑ کی قوم والے اُن لڑکوں کو دیکھ کر اُن کے گھر چڑھ دوڑے، اور اُن سے مطالبہ کیا کہ اِن لڑکوں کو ہمارے حوالے کریں۔ حضرت لوطؑ نے بڑی منت سماجت کی، مگر وہ لوگ گھر کے اندر گھس گئے۔ مگر جبرئیلؑ کے اشارے پر اُن لوگوں کی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ ←

(تفسیر مجمع البیان، نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً (۳۸) پھر صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے
عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳۸ والے عذاب نے انھیں آپکڑا۔

فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۳۹ اب چکھو مزہ میری سزا کا اور
میری تنبیہوں کا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (۴۰) اور ہم نے اس قرآن کو سبق لینے
فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝۴۰ اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے
آسان بنا دیا ہے، تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

آیت ۳۸ کی تشریح فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ "آخر شب میں شہر سے نکل جائیں"۔
اُن کے جانے کے بعد ہی صبح سویرے سخت زلزلہ آیا اور پھر فوراً ہی پتھروں کی بارش ہوئی۔
(تفسیر نمونہ)

ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا
یہ آیت ہر قصے کے ساتھ دہرائی گئی ہے۔
جس کا مطلب یہ ہے کہ (۱) "ہر رسولؑ کو جھٹلایا گیا ہے۔ (۲) اسی وجہ سے قوموں پر عذاب آتا ہے۔
(۳) اگر انبیائے کرامؑ کے قصے غور سے سنے جائیں اور یاد رکھے جائیں" تو ان سے زندگی بسر کرنے کا اہم
سبق سیکھنے کو ملتا ہے۔ (تفسیر صافی)

اسباق (۱) اس واقعے میں پہلا عذاب قوم کا اندھا ہونا، دوسرا یہ کہ اُن پر پتھروں کی بارش کا ہونا
تیسرا عذاب، اُن کی بستیوں کا پلٹ دیا جانا جن کے نشانات بھی باقی نہ رہے، اور سمندر کا اُن کی بستیوں پر چھا جانا

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۴۱) اور فرعون والوں کے سامنے
النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ بھی ڈرانے والی چیزیں آئیں۔
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا (۴۲) تو انھوں نے ہماری ساری
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ کی ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔
مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ آخر کار ہم نے انھیں پکڑ لیا جس طرح
کوئی زبردست طاقت، اقتدار، عزت اور قدرت
والا پکڑتا ہے۔
اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ (۴۳) کیا تمہارے (زمانے کے) کافر
اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ ان لوگوں سے بہتر ہیں؟ یا آسمانی
کتابوں میں تمہارے لیے کوئی معافی لکھی
ہوئی ہے؟
اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ (۴۴) یا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مضبوط
مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ جماعت ہیں، جو فتح حاصل کر کے ہی
رہیں گے۔

www.drhasanrizvi.com

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

(۴۵) یہ جماعت بہت جلد شکست کھا جائے گی، اور یہ سب کے سب پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔

★ آیت ۴۴ کی تشریح — قریش کہتے تھے کہ "ہم ایک مضبوط جماعت ہیں۔ محمدؐ کا خدا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ فتح آخر کار ہماری ہی ہوگی، اور ہم محمدؐ کو قتل کرکے اپنے بتوں کی توہین کا بدلہ لیں گے۔ ★ (تفسیر صافی)

★ آیت ۴۵ میں جنگِ بدر کا واقعہ مذکور ہے — اس سے مراد بدر کے دن کا واقعہ ہے جس دن قریش کو سخت شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ وہ قتل بھی کیے گئے، اور قید بھی۔ ★ (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی)

★ مطلب یہ ہے کہ قریش والو! تم کو خدا نے نجات کا کوئی پروانہ لکھ کر نہیں دے دیا ہے کہ تم جو چاہو کرتے پھرو۔ اور تمھارا یہ خیال کہ "ہم بڑا مضبوط گروہ ہیں" "اور سب متحد ہیں" تو یہ کثرت اور اتحاد تمھیں خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکے گا۔ تنکوں سے دریا کو روکا نہیں جا سکتا۔ خدا کے عذاب کا بس ایک جھونکا سب کچھ ملیا میٹ کر دے گا۔ بدر کے دن جب کفّار و مشرکین میدانِ جنگ سے بھاگ رہے تھے، تو جنابِ رسولِ خداؐ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر اگلی آیت میں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو چھوٹی سی سزا ہے دنیا کی، اصل سزا تو قیامت میں ملے گی۔ جہاں تمہیں پوری طرح ملیا میٹ کر دیا جائے گا۔ ★ (تفسیر کبیر۔ فصل الخطاب)

★ کوئی عقلمند سے عقلمند سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو مسلمان انتہائی بے بس تھے، شعبِ ابی طالبؑ میں محصور تھے حبش میں جا کر پناہ لے رہے تھے، قریش نے جن سے پانی کاٹ کرکے بھوکوں مار دیا تھا، سات سال میں قریش کا بھرتا بنا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب یہ آیت اتری تو میں سخت حیران تھا کہ قریش کو بھلا کیسے شکست ہو سکے گی؟ مگر جب بدر کے دن میں نے دیکھا کہ رسولِ خداؐ زرہ پہنے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں اور اسی آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ ←

(در منثور، ابن ابی حاتم ،

www.drhasanrizvi.com

بَلِ السَّاعَةُ مَوۡعِدُهُمۡ (۴۶) ہاں اُن کی (اصل) سزا کا وقت
وَالسَّاعَةُ اَدۡهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ مقرر ہے جو قیامت کا وقت ہے، جو
بڑی سخت مصیبت، بڑی زبردست
آفت اور بہت زیادہ کڑوی کٹھن منزل ہے
اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ (۴۷) حقیقت یہ ہے کہ یہ مجرم لوگ سخت
وَّسُعُرٍ‌ۘ ﴿۴۷﴾ گمراہی، غلط فہمی اور دیوانگی میں
مبتلا رہے دیا، اُن کی عقل ماری گئی ہے۔
يَوۡمَ يُسۡحَبُوۡنَ فِى النَّارِ (۴۸) جس دن یہ آگ میں منہ کے بل
عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡؕ ذُوۡقُوۡا مَسَّ پھینک کر گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا)
سَقَرَ ﴿۴۸﴾ "لو چکھو جہنّم کی آگ کی لپٹ کا مزہ"

وقف لازم

★ "سَقَرَ" بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ "سقر" پوری جہنّم کا نام نہیں ہے بلکہ جہنّم کا ایک حصّہ ہے جو بیحد سخت گرم ہے۔ ★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "سقر" جہنّم کا ایک درّہ ہے اور یہ متکبّر لوگوں کے لیے ہے۔ یہ درّہ جس وقت سانس لیتا ہے تو پوری جہنّم کو جلا دیتا ہے۔ ★ (تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ (۴۹) ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے اور پیمانے (یعنی) قانون اور ضابطے کے مطابق پیدا کیا ہے۔

وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ (۵۰) اور ہمارا حکم تو بس ایک حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکتے ہی (وہ پورا ہو جاتا ہے)

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَآ أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۵۱) اور ہم تم جیسے بہت سوں کو ہلاک و برباد کر چکے ہیں، پھر ہے کوئی سبق لے کر نصیحت قبول کرنے والا؟

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِى ٱلزُّبُرِ (۵۲) جو کچھ بھی اُنھوں نے کیا ہے وہ سب کا سب (ہمارے) رجسٹروں میں لکھا ہوا ہے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ (۵۳) غرض ہر چھوٹی بڑی بات اُن میں لکھی ہوئی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ (۵۴) وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فرائضِ الٰہیّہ کے ادا کرنے اور خدا کی ناراضگی سے ڈرنے اور بچنے والے (متقین) یقیناً باغوں اور نہروں میں (مزے کرتے) ہوں گے۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ (۵۵) مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ سچّی اور حقیقی اعلیٰ عزّت کی جگہ، اُس بڑے صاحبِ اقتدار بادشاہِ حقیقی کے قریب۔

ع ۱۵

آیت ۴۹ میں "تقدیر" سے مراد	یہ آیت قدریوں کے بارے میں اُتری ہے (جو سمجھتے ہیں

کہ ہمارے اعمال پوری طرح ہمارے اختیار میں ہیں۔ خدا کو ہمارے کاموں میں کوئی دخل عمل نہیں۔)

قیامت میں اُن سے کہا جائے گا: "لو جہنّم کی آگ کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو حساب اور اندازے 'قدر' سے پیدا کیا ہے۔"

(تفسیر نور الثقلین)

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "میری اُمّت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں (۱) جبری (جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہمارے اعمال میں ہمیں کوئی اختیار نہیں، ہم مجبورِ محض ہیں۔) (۲) قدری (جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اعمال پورے طور پر ہمارے اختیار میں ہیں۔ خدا کو

www.drhasanrizvi.com

ہمارے کاموں میں کوئی دخل نہیں ہے۔)

انہی دونوں گروہوں کے بارے میں خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

" اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ "

یعنی: " بیشک مجرم لوگ آگ کے شعلوں میں ہیں۔"

جنّت میں سب سے پہلے علیؑ داخل ہوں گے

[تفسیر روح المعانی۔ بخاری، ترمذی، ابنِ ماجہ بروایت ابنِ عدی ابنِ عباسؓ، ابنِ مردویہ، تفسیر قرطبی جلد ۹)

" اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۝ " تحقیق متقی لوگ باغات اور نہروں میں ہوں گے۔"

★ تفسیر "مجمع البیان" میں جابر ابنِ عبداللہ انصاریؓ سے منقول ہے حضرت رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا: " جنّت میں سب سے پہلے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ داخل ہوں گے۔" تو ابودجانہؓ نے عرض کی: حضورؐ! کیا یہ سچ ہے کہ جنّت میں انبیاء کا داخلہ نہ ہوسکے گا جب تک آپؐ داخل ہوں اور اُمتوں کا داخلہ نہ ہوگا جب تک آپؐ کی اُمّت داخل نہ ہو جائے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: " ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔ خداوندِ کریم نے آسمانوں و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل ایک لواءِ نور پیدا فرمایا، جس کے پھریرے پر لکھا ہوا ہے: " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَاحِبُ اللِّوَآءِ عَلِیٌّ وَّهُوَ اِمَامُ الْقَوْمِ "

یعنی: " نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، تمام مخلوق سے افضل آلِ محمدؐ ہیں، اور لواء (علم) کے مالک علیؑ ہیں جو قوم کے امام ہیں۔"

یہ سُن کر حضرت امام علیؑ پروردگارِ عالم کی حمد بجا لائے۔ تو حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: " اے علیؑ تم کو مبارک ہو جس کے دل میں تمہاری محبت ہوگی، وہ ہمارے ساتھ روزِ قیامت محشور ہوگا۔" پھر آپؐ نے یہی آیت پڑھی۔

★ ایک روایت میں معصومؑ نے فرمایا: " متقین سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں کیوں کہ ملّتِ ابراہیم پر ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

۵۳۱۰

سُورَۃُ الرَّحمٰن کے فضائل
اور خصوصیّات

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الرحمٰن کی قراءۃ کرے (یعنی سمجھ کر پڑھے) تو خداوندِ رحیم اُس کی اِس کمزوری پر رحم فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ اور پھر دوسروں کی شکرگذاری کا حق جو اُسے ادا کرنا چاہیئے تھا خدا خود ادا کر دے گا۔"

(تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"سورۃ الرحمٰن کو نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنے کو ہرگز نہ چھوڑنا' کیوں کہ یہ سورۃ منافقوں کے دل میں نہیں رُکتا۔ (معلوم ہوا کہ سورۃ کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے تاکہ اِس کے مطالب دل میں رُکے رہیں) قیامت کے دن خداوندِ کریم اِس سورۃ کو انسانی شکل عطا فرمائے گا' جو بہت ہی خوبصورت ہوگی' اور اس کے جسم سے بیحد عمدہ خوشبو آرہی ہوگی۔ وہ خداوندِ کریم سے سب سے زیادہ قریب ہوگی اور خداوندِ عالم اُس سے پوچھ رہا ہوگا کہ: بتاؤ دنیا میں کون کون شخص تیرے مضامین کے ساتھ (یعنی تیرے مضامین کو سمجھ کر) ہمیشہ تیری تلاوت کیا کرتا تھا؟" وہ سورۃ اُس وقت عرض کرے گی "فلاں فلاں شخص"

www.drhasanrizvi.com

اس کے اشارہ کرتے ہی اُن لوگوں کے چہرے چمکنے لگیں گے۔

پھر خداوندِ کریم اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے: "اب تم جس کے لیے چاہو بخشش کی سفارش کر سکتے ہو۔" پھر اُن کے دل میں جتنی آرزوئیں ہوں گی اتنی سفارشیں کریں گے، اور جس جس کی وہ سفارش کریں گے، اُن سے کہا جائے گا: جنّت میں داخل ہو جاؤ اور جہاں چاہو سکونت اختیار کرو۔"

(بحار الانوار جلد ۹۲ صـ ۳۰۶)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کرے (یعنی سمجھ کر پڑھے) تو جب وہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پڑھے

(یعنی:) "تم دونوں اپنے مالک کی کس کس نعمت، قدرت کا انکار کرو گے"؟

تو فوراً بعد جواباً کہے "لَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآئِكَ رَبِّ اُكَذِّبُ"

(یعنی) "مالک! میں آپ کی کسی نعمت قدرت اور کمال کا انکار نہیں کرتا۔"

اگر پڑھنے والا ایسا کرے گا اور رات کو اِس سورۃ کی تلاوت کرے گا تو شہید قرار پائے گا، اور اگر دن کو تلاوت کرے گا اور انتقال کر جائے گا تو بھی شہید قرار پائے گا۔"

(تفسیر نمونہ)

اور خداوندِ عالم اُس پر ایک فرشتے کو موکّل فرمائے گا جو صبح تک اُس کی حفاظت کرے گا اور دن میں صبح کے وقت تلاوت کرے گا تو فرشتہ شام تک اُس کی حفاظت کرتا رہے گا۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ

اٰيَاتُهَا — رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے.

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾

(۱) خدائے رحمٰن یعنی سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والے

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾

ہی نے قرآن کی تعلیم دی ہے (۲)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾

اُسی نے انسان کو پیدا کیا (۳) اور اُسے بولنا، بیان کرنا سکھلایا (۴)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱ : "الرحمٰن" کے لقب کا اطلاق کبھی غیرِ خدا پر نہیں ہوتا۔

★ کیونکہ الرحمان کے معنی: "سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا" اور ایسا کوئی نہیں ہے سوا خداوندِ عالم کے۔ البتہ "رحیم" کے لفظ کے معنی: "کسی خاص آدمی پر رحم کرنے والا" یہ لفظ دوسروں پر بولا جا سکتا ہے۔

(تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلرَّحْمٰنُ" ایک خاص اسم ہے جو عمومیّت رکھتا ہے۔ اِس لیے یہ ایسا نام ہے جو صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ اُس کی رحمت سب کے لیے عام ہے؛ (اور کسی کی رحمت سب کے لیے ممکن نہیں) (تفسیر نور الثقلین)

★ کیونکہ اِس سورۃ میں دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتوں اور عطاؤں کا ذکر ہے وہ نعمتیں بھی جو کافر و مومن سب کے لیے ہیں، __________ اور وہ نعمتیں بھی جو صرف مومنین کے لیے مخصوص ہیں، سب کا ذکر ہے، اِس لیے اِس سورۃ کا آغاز "اَلرَّحْمٰن" سے کیا گیا ہے۔ جس کے معنی: "سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والے" کے ہوتے ہیں۔

(فصل الخطاب)

شانِ نزولِ آیت

یہ ہے کہ مشرکین پوچھتے تھے کہ اللہ کو تو خیر ہم جانتے ہیں، جو سب خداؤں کا خدا ہے، لیکن یہ "رحمٰن" کیا ہوتا ہے؟

اور یہ بھی پوچھتے تھے کہ آپ کو قرآن کی تعلیم کون دیتا ہے؟

اِسی لیے اِس سورۃ کے شروع ہی میں بتا دیا کہ رسولِ خداؐ کو قرآن کی تعلیم رحمٰن دیتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

★ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ " قرآن " سارے عالمِ انسانیت کو فیض اور فائدے پہنچانے کے لیے اُترا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ بہتے دریا سے کوئی از خود فائدہ اُٹھانا ہی نہ چاہے تو دریا کا کیا قصور؟

پھر اول سے آخرِ سورۃ تک " الرحمٰن " کا تعارف بڑے حسین و جمیل انداز اور الفاظ کے ساتھ کرایا گیا ہے ، جو جواب ہے اُن کے اُس سوال کا کہ " الرحمٰن " کیا ہوتا ہے ؟

بتایا گیا کہ " الرحمٰن " وہ ہے جو (۱) قرآن کی تعلیم دیتا ہے (۲) دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرماتا ہے ۔

(تفسیر صافی ، فصل الخطاب ، تفسیر کبیر)

آیت " عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ " رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی ہے

محققین نے نتائج نکالے کہ :

(۱) خداوندِ عالم کی نعمتوں میں سب سے پہلے خداوندِ کریم و رحیم نے قرآن تعلیم دینے کی نعمت کو بیان فرمایا ہے ۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت علمِ قرآن ہے ۔ کیوں کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان کو دُنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں حاصل ہو جاتی ہیں ۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ : قرآن کی تعلیم خدا ہی دیتا ہے ، یعنی خدا ، خدا کے رسول اور خدا سے علم یافتہ خدا کے بندے ہی قرآن کا اصل علم دے سکتے ہیں ۔

اِس لیے یہاں انسان سے مراد جنابِ رسولِ خدا ہیں ۔

(تفسیر تبیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا : " علیؑ کو ہر اُس چیز کا بیان سکھا دیا گیا تھا جس کے لوگ محتاج ہیں ۔ "

(تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.com

نتائج و تعلیمات محققین نے اِس آیت سے پہلا نتیجہ یہ نکالا کہ:

(۱) قرآن رسولؐ کا کلام نہیں ہے۔ کیوں کہ خدا فرما رہا ہے: "رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی ہے۔"

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود (مولانا روم)

یعنی، رسولؐ کا فرمانا اللہ کا فرمانا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کے بندے کی زبان سے فرمایا جا رہا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ: قرآن اور اُس کی تعلیمات خداوندِ کریم کی سراسر رحمت ہیں۔

کیوں کہ خدا نے یہاں اپنی ذات کے لیے "الرحمٰن" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

گویا قرآن کا آنا عالمِ انسانیت کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے۔ کیوں کہ خدا اپنی مخلوق پر بے حد مہربان "رحمٰن" ہے۔ اِس لیے اُس نے اپنی مخلوق کو گمراہیوں کے اندھیروں میں چھوڑنا گوارا نہ فرمایا۔

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: "قرآن کو ہم براہِ راست پوری طرح سے نہیں سمجھ سکتے۔ اِس لیے فرمایا، "ہم نے اُن (رسولؐ) کو قرآن کا علم دیا"۔ معلوم ہوا کہ قرآن اُس علمِ قرآن کے بغیر ناکافی ہے جو خدا نے رسولؐ کو دیا، اور ائمۂ اہلِ بیتؑ اُسی علم کے حامل تھے کیوں کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"

(ترمذی، صواعق محرقہ، ارجح المطالب)

(مجمع البیان، تفسیر نور الثقلین، تفسیر انوار النجف)

آیت ۳: "خَلَقَ الْاِنْسَانَ"
(خدا نے انسان کو پیدا کیا)

* اِس سے پہلے والی آیت میں: قرآن کی تعلیم دینے کا ذکر ہے۔ اِس کے بعد انسان کی تخلیق کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ انسانی تخلیق سے پہلے ضرور کچھ ایسے لوگ تھے جن کو خداوندِ عالم نے علمِ قرآن تعلیم فرمایا تھا: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ" "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا" (بحار الانوار، جلاء العیون) (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے جب نورِ مقدسِ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا فرمایا تو اس نورِ مقدس کو بارہ حجابوں میں ۷۸ ہزار سال رکھا۔ پہلا حجابِ قدرت : جس میں ۱۲ ہزار سال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کی تسبیح پڑھی۔

(۲) "حجابِ عظمت" اس میں "سُبْحَانَ عَالِمِ السِّرِّ وَالْخَفِیَّاتِ" کی تسبیح ۱۱ ہزار سال پڑھی۔

(۳) "حجابِ منت" اس میں "سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَائِمٌ لَا یَلْهُوْ" کی تسبیح ۱۰ ہزار سال پڑھی

(۴) "حجابِ رحمت" میں رکھا وہاں "سُبْحَانَ الرَّفِیْعُ الْاَعْلٰی" کی تسبیح ۹ ہزار سال پڑھی۔

(۵) "حجابِ سعادت" اس حجاب میں "سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَائِمٌ لَا یَسْهُوْ" کی تسبیح ۸ ہزار سال پڑھی۔

(۶) "حجابِ کرامت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غَنِیٌّ لَا یَفْتَقِرُ" کی تسبیح ۷ ہزار سال پڑھی۔

(۷) "حجابِ منزلت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ الْعَلِیْمُ الْکَرِیْمُ" کی تسبیح ۶ ہزار سال پڑھی۔

(۸) "حجابِ ہدایت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ" کی تسبیح ۵ ہزار سال پڑھی۔

(۹) "حجابِ نبوت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ" کی تسبیح ۴ ہزار سال پڑھی۔

(۱۰) "حجابِ رفعت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ" کی تسبیح ۳ ہزار سال پڑھی۔

(۱۱) "حجابِ ہیبت" میں اس نور نے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" کی تسبیح ۲ ہزار سال پڑھی۔

(۱۲) "حجابِ شفاعت" میں رہ کر اس نور نے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ" کی تسبیح ۱ ہزار سال پڑھی

(از روح الحیات علامہ مجلسیؒ ص ۲۸۳)

(باقی چار انوارِ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اسی نور کے جزو ہیں۔)

نیز حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ" (میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔)
(الحدیث)
(بحار الانوار، جلاء العیون)

خداوندِ عالم کا پہلے یہ فرمانا کہ: "ہم نے قرآن کی تعلیم دی" پھر یہ فرمانا کہ: "اسی نے انسان کو پیدا کیا" اس سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ خالق کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کرے

www.drhasanrizvi.com

تاکہ غرضِ تخلیق پوری ہوسکے۔

گویا قرآن کا خداوندِکریم کی طرف سے رسولِ خداؐ کو علم دیا جانا صرف خدا کی رحمانیت ہی کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ اُس کی خالقیت کا بھی تقاضا ہے کہ خالق اپنی مخلوق کی رہنمائی فرمائے۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کی وفات کے بعد بھی کوئی ہادیٔ برحق ہونا ضروری ہے جو رسولِ خداؐ کی طرح سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے اور ٹیڑھے راستوں سے بچائے۔

مگر اِس موضوع پر زبردست اختلافات آج تک موجود ہیں، پھر خدا کی ذمہ داری کیسے ختم ہوگئی کہ نبیؐ کا جانشین اور قرآن کا وارث بنا کر اپنی ذمہ داری کیوں پوری نہ کرے گا؟ استدلال یہ ہے کہ،

(مؤلف)

ہشام کا زبردست استدلال

بصرہ کے مفتیٔ اعظم صاحب سے ہشام صحابیٔ امام جعفرؑ صادق کا کوفہ کی مسجد میں مکالمہ ہوا، جبکہ انھوں نے اپنے درس کے دوران امام برحق اور خلیفۂ برحق کے موجود ہونے سے انکار کردیا کہ امام برحق کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ہشام اُن کے درس میں موجود تھے۔ وہ مفتیٔ اعظم صاحب کے قریب آکر بیٹھ گئے اور سوالات کی اجازت حاصل کرکے ان سے دریافت کیا:

اے شیخ! یہ فرمائیے کہ اللہ نے کان کیوں بنائے ہیں؟ فرمایا: کہ سننے کے لیے۔

• پوچھا: آنکھیں کیوں بنائیں؟ فرمایا: دیکھنے کے لیے۔ پوچھا: ناک کیوں بنائی؟ فرمایا: سونگھنے کے لیے پوچھا: ہاتھ کیوں بنائے؟ فرمایا: کام کرنے کے لیے۔ پوچھا: پیر کیوں بنائے؟ فرمایا: چلنے کے لیے پھر پوچھا: دل و دماغ کیوں بنائے؟ فرمایا: دماغ غور و فکر کے لیے بنایا اور دل ان سب پر حاکم بنایا۔ اگر دل چاہے تو یہ اعضاء کام کریں گے، ورنہ رُک جائیں گے اسی دماغ کے تحت وہ کام کرتے ہیں

ہشام نے عرض کی اے الشیخ! خدا نے اِس چھوٹے سے جسم کو بغیر رہنما و ہادی، امام کے نہ چھوڑا، تو اِس پوری کائنات کو بغیر کسی ہادی، رہنما اور امام کے کیسے چھوڑ دے گا؟ مفتی صاحب یہ جواب سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور ہشام کو اپنے قریب بٹھالیا پھر کچھ نہ بولے (اصول کافی)

www.drhasanrizvi.com

آیۂ: "عَلَّمَهُ الْبَیَانَ" کے یہ معنی بھی ہیں کہ: خدا نے ہر وہ چیز محمدؐ کو سکھادی جس کے جاننے کے لوگ محتاج تھے۔ (ضرورت مند تھے)

(تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

★ "عَلَّمَهُ الْبَیَانَ" کے معنی یہ ہیں کہ خداوندِ عالم نے جنابِ رسولِ خداؐ کو دنیا اور آخرت کی تمام اہم باتیں، اور حلال و حرام کی تمام تفصیلات کا علم عطا فرمایا:

(بقول قتادہ از تفسیر کبیر، تفسیر مجمع البیان)

★ "بیان" کے معنی: اظہارِ ما فی الضمیر کے ہوتے ہیں۔ یعنی بولنا یا اپنا مدّعا بیان کرنا۔

★ "بیان" کے دوسرے معنی: امتیاز کرنے کے ہوتے ہیں۔ حق و باطل میں امتیاز کرکے اس کو بیان کرے۔ **(مفردات امام راغب)**

★ بیان کرنا انسان کا ایسا وصف ہے جو انسان کو سارے حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔

★ بیان، صرف قوّتِ گویائی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کے پیچھے عقل و شعور، فہم و ادراک، ارادہ، تمیز، ذہنی فکری قوّتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ اسی لیے بولنا انسان کے ذی شعور اور ذی اختیار مخلوق ہونے کی علامت ہے۔ اب کیوں کہ خدا نے انسان کو بیان کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، اسی لیے ہدایت کا انتظام بھی الگ طریقے سے فرمایا۔ اس کو جانوروں کی طرح ہدایت نہ کی، بلکہ (۱) اس کے اندر اخلاقی حس Moral Sense رکھ دیا۔ جس کی ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں امتیاز کرسکتا ہے۔

(۲) پھر اسی "بیان" کے ذریعے انبیاءِ کرامؑ اور ائمۂ عظامؑ کو ہدایت کا ذمّہ دار قرار دیا۔

اسی لیے انسان کی ہدایت اور تعلیم کا ذریعہ قوّتِ بیان کو قرار دیا۔ کیوں کہ اس کو اللہ نے قوّتِ بیان سے نوازا تھا، اس لیے آج ہر انسان اپنے نظریات اور خیالات کو اسی قوّتِ بیان کے ذریعے

www.drhasanrizvi.com

دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اس کے باوجود کافروں، منکروں کو اسی بات پر تعجب ہوتا ہے کہ:
آخر خدا نے کیوں انبیاء کرام ؑ اور کتابیں بھیجیں؟ اُن لوگوں کے بیان کو ذریعۂ ہدایت کیوں بنایا؟
وہ نہ سمجھ سکے کہ جیسی مخلوق ہوگی، ویسا ہی طریقۂ تعلیم ہوگا۔ جس مخلوق کو خدا نے بیان کرنا
سکھایا ہے، اُس کی ہدایت قرآن ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے، جو سراسر کامل ترین "بیان" ہے۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

★ خلقتِ انسانی کے ذکر کے فوراً بعد "عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" اُس کو بیان کرنے کی صلاحیت
عطا فرمائی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تخلیقِ انسانی کے بعد خدا کی سب سے بڑی نعمت "قوتِ بیان" ہے۔
اِس میں بولنا، لکھنا، استدلال کرنا، پیچیدہ باتوں کو واضح کر سکنا شامل ہے۔ بظاہر
بیان کرنے کی صلاحیت کو ہم سادہ اور معمولی سی چیز سمجھتے ہیں جبکہ یہ ایک نہایت پیچیدہ عمل ہے
اِس کے لیے ذہانت، آواز، فکر اور مختلف پیچیدہ اعضاء کا عمل درکار ہوتا ہے۔

نئی نئی لغتیں، زبانیں، الفاظ، کروڑوں ہیں جو زبان سے ادا کیے جاتے ہیں۔ دنیا میں
رائج زبانیں تین ہزار سے زیادہ ہیں۔

(دائرۃ المعارف فرید وجدی)

★ "عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" کے بارے میں فرزندِ رسول خدا ص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے
روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیان" سے مراد (اوّلین معنی میں) وہی اسمِ اعظم
ہے جس کے ذریعے سے تمام کائنات کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ ★ .. (تفسیر مجمع البیان) جلد ۹

★ فرزندِ رسولِ خدا ص حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ "الرحمٰن علم القرآن" سے اوّلین
مراد جناب رسولِ خدا ص ہیں (خدا نے رسولِ خدا ص کو قرآن کی تعلیم دی) اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ سے (اوّلین) مراد حضرت
علی ؑ ہیں، اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ میں ہر وہ امر یا معاملہ شامل ہے، جس کے لوگ محتاج ہیں۔ (ان سب باتوں کی

www.drhasanrizvi.com

تعلیم خداوندِ عالم نے رسولِ اکرمؐ کو دی اور آں حضرتؐ نے حضرت امام علیؑ کو عطا فرمائی)
(تفسیر نمونہ)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام نے فرمایا :

" عَلَّمَنِی رَسُولُ اللّٰہِ اَلفَ بَابٍ مِّنَ العِلمِ یَنفَتِحُ لِی مِن کُلِّ بَابٍ اَلفُ اَلفَ بَاب "

یعنی: " جناب رسولِ خداؐ نے مجھے علم کے ایکہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے ہر باب سے ہزار ہزار باب خود کھولے ۔"
(تفسیر انوار النجف در تفسیر سورۃ القدر صـ ۲۴۲ پارہ ۳۰)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا :

" سورۃُ الرّحمٰن سب کی سب میرے (اہل بیتؑ کے) حق میں نازل ہوئی ۔"
(تفسیر انوار النجف)

اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۝۵

سورج اور چاند ایک معیّن حساب کے ماتحت چل رہے ہیں

قدرت کا اٹل ضابطہ

سورج اور چاند کا نکلنا ' چلنا اور غروب ہونا خداوندِ عالم کا ایک اٹل ضابطہ یا قانون ہے جس میں تمام سیّارے جکڑے ہوئے ہیں ۔ دن وقت تاریخ موسموں اور فصلوں کا حساب ' سورج اور چاند کے طلوع وغروب سے ہوتا ہے ۔ اس لئے خداوندِ عالم نے ان کی چال ، رفتار ، مدار مقرّر فرمادیے ہیں ۔ اس قاعدے کے تحت یہ چلتے ہیں ۔ ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ۔ یہی حساب اور اندازہ سورج سے زمین کے فاصلے کا رکھا گیا ہے ۔ اگر اس

www.drhasanrizvi.com

فاصلے میں کمی یا زیادتی ہو جائے تو زندگی ختم ہو جائے۔

(تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

★ سورج عالمِ انسانیّت کے لیے عظیم نعمت ہے۔ اِس کی حرارت اور روشنی کے بغیر ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ کُرّۂ خاکی میں جو بھی جنبش و حرکت ہے اُس کا سرچشمہ سورج کی حرارت اور روشنی ہے، گھاس اور دیگر نباتات کا اُگنا، ہواؤں کا چلنا، بارشوں کا برسنا، سمندروں کا مدّو جزر، سب سورج کا مرہونِ منّت ہے۔ اِسی سے رات دن، مہینے سال مختلف موسم، صنعتی، زراعتی ترقّی وجود میں آتی ہے۔

(تفسیر نمونہ)

★ پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ سورج اور زمین کی یہ تمام حرکات اسقدر منظّم اور مرتّب ہیں کہ ہم آئندہ کا حساب منٹوں، سکنڈوں میں نکال سکتے ہیں، اور یہ حرکات کروڑوں سال سے اسی ترتیب سے جاری وساری ہے۔

★ (راز آفرینش انسان ص۲۸)

وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ⑥

اور بیلیں، سبزیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔
(یعنی خدا کے قانون کی اطاعت کر رہے ہیں)

النَّجۡمُ کے معنی

(۱) ستارے

(۲) بیل بوٹے، جن کا تنا نہیں ہوتا۔ مثلاً ترکاریوں اور خربوزے وغیرہ کی بیلیں)

(۳) بعض مفسّرین نے یہاں النجم سے مراد بے تنے والے نباتات لیے ہیں۔ کیوں کہ:

www.drhasanrizvi.com

النّجم کے بعد الشّجر (درخت) کا لفظ آیا ہے۔ شجر کے لفظ کے ساتھ یہ معنی زیادہ مناسب ہیں۔

* (تفسیر کبیر بقول ابنِ عباسؓ، سعید بن جُبیر، سُدی، سفیان ثوری وغیرہ)

★ اِس کے برخلاف دوسرے مفسّرین نے یہاں "النّجم" کے معنی ستارے لیے ہیں۔ کیوں کہ النّجم کے معروف معنی ستارے کے ہیں۔ اور اِس لیے بھی کہ اِس سے پہلے ذکر شمس و قمر کا آیا ہے، اِس لیے اُن کے بعد ستاروں کا ذکر آنا فطری اور منطقی ہے۔

* (تفسیر مجمع البیان بقول مجاہد، قتادہ اور حسن بصری)

★ مگر ابنِ کثیر نے لکھا کہ زبان اور مضمون کے اعتبار سے ستارے قابلِ ترجیح ہیں۔ کیوں کہ قرآن میں ہر جگہ "النّجم" سے مراد ستارے ہیں۔

* (حافظ ابنِ کثیر)

سجدہ کرنے کا مفہوم

مطلب یہ ہے کہ (۱) آسمان کے تاروں سے لے کر زمین کے درختوں، پودوں تک ہر چیز اللہ کی مطیع اور فرماں بردار ہے، خدا کے قانون کے پابند ہیں، اس لیے خدا کے سوا کوئی معبود یا خدا نہیں ہے، سب اُس کے غلام ہیں اور وہ سب کا واحد، یکتا، آقا ہے۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

(۲) اِس لیے ہم کو بھی اختیاراً خدا ہی کی اطاعت کرنی چاہیئے کہ یہی ہماری تکمیل کا سامان ہے۔

ے مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ※ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات * (اقبال)

سجدہ کرنے کا مطلب خدا کے قانون کا پابند ہونا ہے۔

یعنی جو راستہ، قانون خدا نے اُن کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ ستارے، درخت، نباتات بلا چون وچرا اُس پر عمل کر رہے ہیں۔ ہر پتّا، ہر دانہ حکمِ الٰہی کا پابند ہے۔ * (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿٧﴾

اور اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور توازن قائم رکھنے کا اصول مقرر کیا۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴿٨﴾

تاکہ تم توازن قائم رکھنے اور تولنے میں (کوئی) گڑبڑ نہ کرو

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴿٩﴾

اور تم انصاف کے ساتھ ٹھیک طریقے پر تولا کرو، اور تولنے میں دوسروں کا نقصان نہ کیا کرو۔

آیت: میزان کے معنی

تمام مفسّرین نے یہاں "میزان" (ترازو) سے مراد "عدل" لیا ہے۔ میزان قائم کرنے کا مطلب کائنات کے پورے نظام کو عدل پر قائم فرمایا ہے یہ لاتعداد مخلوقات، ستارے، سیّارے، کہکشائیں، انسان، حیوان، جمادات، نباتات اگر خداوندِ عالم اِن سب کے درمیان عدل و توازن کو قائم نہ فرما دیتا تو ساری کائنات ہستی کا شیرازہ کب کا بکھر چکا ہوتا۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، انوار النجف)۔

زندگی کیا ہے، عناصر کا ظہورِ ترتیب ∴ موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشان ہونا

(پنڈت چکبست نرائن)

www.drhasanrizvi.com

" خداوند عالم کا فرمانا " آسمان کو اونچا کیا " اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آسمان پہلے نیچے تھے پھر اُن کو اونچا کیا ، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کو اونچا پیدا کیا ۔

* (تفسیر صافی)

" وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ " کے معنی ہیں ، لوگوں کے درمیان عدالت کا معیار مقرر فرمایا ۔

اسی لیے حضور اکرمؐ نے فرمایا : " عدل ہی پر آسمان اور زمین کے نظام کا دار و مدار ہے " (ابن جریر)

* (تفسیر صافی)

حضرتِ امام علیؑ کا فلسفۂ عدل

ایک مرتبہ حضرتِ امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کچھ لوگوں کے درمیان خطبہ فرما رہے تھے ، ایک یہودی عالم کا اُس طرف سے گذر ہوا ، خطبہ سُن کر اُس نے عرض کی : اے فرزندِ ابوطالبؑ ! اگر آپؑ فلسفہ بھی سیکھ لیتے تو آپؑ کا علم بیان میں بڑا مرتبہ ہوتا ۔

یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا : فلسفہ سے تمہارا کیا مطلب ہے ؟

" کیا ایسا نہیں ہے کہ جس انسان کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہو جائے تو اُس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے ، اور جس کے مزاج میں پاکیزگی راسخ ہو جاتی ہے ، تو اُس کے اثراتِ نفس قوی ہو جاتے ہیں ، اور جو شخص اپنے نفس کے اثرات پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے تو وہ (انسانیت کے) منتہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے ، اور جو شخص اس معراجِ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائلِ نفسانیہ سے آراستہ ہو جاتا ہے ، اور جو فضائلِ نفسانیہ سے مزیّن ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس میں تمام کمالاتِ انسانیت موجود ہوتے ہیں ، بجائے اس کے کہ اُس میں خاصۂ حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر دکھلائے ۔ اِس حالت میں ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے ۔ بس اب اِس سے زیادہ انسانی عروج کا تصوّر نہیں " یہ فلسفہ سُن کر وہ یہودی عالم بیساختہ بول اُٹھا کہ اے فرزندِ ابوطالبؑ ! آپؑ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی ۔

* (العرب صفحہ ۹ لعبد المنعم العدوی المصری طبع بمبئی ۵ ذی القعدہ ۱۳۵۹ھ ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء یوم الخمیس)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۸-۹ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ اے انسانو! تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر چل رہا ہے۔ اس لیے تم کو بھی ہر معاملے میں عدل سے کام لینا چاہیے

(تفسیر کبیر، تفہیم)

★ امام رازی نے لکھا کہ " سب سے پہلے جو "میزان" کا لفظ آیا ہے وہ اسمِ آلہ ہے (یعنی ناپ تول کا پیمانہ) ★ دوسری دفعہ جو "میزان" کا لفظ آیا ہے، وہ مصدری معنی رکھتا ہے (یعنی وزن کرنا) اور تیسری مرتبہ جو "میزان" کا لفظ آیا ہے، وہ مفعولی معنی رکھتا ہے۔ یعنی جس جنس کو تولا جائے۔

(تفسیر کبیر)

★ بعض روایات واحادیث میں "میزان" سے اوّلین مراد "قرآن" اور بعض میں "امام" مراد لیا گیا ہے۔

(تفسیر علی بن ابراہیم بروایت امام رضاؑ)

★ اس کی وجہ یہ ہے کہ "قرآن" یا "امام" (معصومؑ) حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور حقیقتوں کے ماننے کا معیار بتاتا ہے، اور یہ دونوں ہدایت کے لیے مؤثر عامل ہیں۔

★ (تفسیر نمونہ)

وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾

اور زمین کو اُس نے تمام مخلوق کے لیے بنانا

★ "وَضَعَ" کے معنی بنانا، تالیف کرنا، تیار کرنا، ثبت کرنا وغیرہ

"اَنَام" کے معنی انسان اور دوسری زندہ مخلوقات۔

(مجاہد، قتادہ)

★ ابنِ عباسؓ نے فرمایا: "انام" سے مراد ہر ذی روح۔

★ حسن بصریؒ نے فرمایا: "جنّ اور انسان مراد ہیں۔" (ابنِ جریر)

www.drhasanrizvi.com

غلط نتیجہ

اِس لیے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ زمین ' ریاست یعنی حکومت کی ملکیت ہے۔ پھر اس سے سوشلزم کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا قرآن میں اپنی بات کو ٹھونسنا ہے۔

کیوں کہ اَنام کے معنی صرف انسان ہی نہیں ہیں، بلکہ ساری مخلوقات مراد ہیں۔ جن میں جنات بھی شامل ہیں۔ اِس لیے یہ کہنا کہ زمین سارے انسانوں کی مشترک ملکیت ہے کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں بن سکتی ہے۔ عبارت کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔

خداوندِ عالم کے فرمانے کا واضح مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اِس زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ ہر قسم کی مخلوقات کے رہنے بسنے اور زندگی گذارنے کے لائق ہوگئی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اپنے آپ ' از خود نہیں ہوگیا ہے۔ بلکہ خالق نے ہی اس کو بنایا ' سجایا ' سنوارا ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿١١﴾

جس میں طرح طرح کے پھل ہیں، کھجور کے درخت ہیں ' جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾

طرح طرح کے دانے اور غلے ہیں ' جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی دیا ، جو پتوں کے اندر بھی ہوتے ہیں ' اور خوشبودار پھول میں بھی۔

www.drhasanrizvi.com

(۱) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۱۳)

اور تم دونوں (جن اور انسانوں) اپنے پالنے والے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

"اٰلَآءِ" کے معنی بہت وسیع ہیں۔

(۱) نعمتوں کے ہیں۔ (بقول ابن عباسؓ، قتادہ، حسن بصری)

اِس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اِس آیت کو پڑھنے کے فوراً بعد یہ کہا کرو:"

"لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ"

یعنی: (ہم اپنے پالنے والے مالک کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے)

(تفسیر کبیر، مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا

"جو شخص سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کرے (سمجھ کر پڑھے) تو جب وہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے، تو فوراً بعد جواباً یہ کہے: لَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ رَبِّ اُكَذِّبُ"

★ (تفسیر نمونہ، تفسیر انوار النجف)

یعنی: (مالک! میں آپ کی کسی نعمت، قدرت اور کمال کا انکار نہیں کرتا)

(۲) اٰلَآءِ کے دوسرے معنی، قدرت، عجائباتِ قدرت اور کمالاتِ قدرت کے ہیں۔

(ابن جریر بقول ابن زید)

★ یہ آیات اللہ کے عجائباتِ قدرت کے بیان میں ہیں، نہ کہ نعمتوں کے بیان میں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

★ اِس آیت میں استفہام تقریری ہے۔ اِس لیے حکم ہے کہ جب بھی یہ آیت پڑھو تو فوراً کہو: لَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآئِکَ رَبِّ اُکَذِّبُ

یعنی: (مالک! میں آپ کی کسی نعمت، قدرت اور کمال کا انکار نہیں کرتا)

★ خداوندِ عالم، عام انسانوں اور جنّوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ سوچو کیا میری کوئی نعمت، میرا کوئی کمال، میری قدرت قابلِ انکار ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر میرا شکر کیوں ادا نہیں کرتے؟ میری وحدانیت اور قدرتِ مطلقہ کی گواہی کیوں نہیں دیتے؟

پھر کیوں نہیں مانتے کہ میں تم کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہوں؟

میں تمھارے ہر ہر عمل کا حساب اور پھر جزا، سزا دے سکتا ہوں؟

پھر تم میرے سامنے سرِ اطاعت کیوں خم نہیں کرتے؟

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ اِس آیت کو اِسی سورۃ میں ۳۱ بار دُہرایا گیا ہے، اور یہ دُہرانا فصاحتِ عرب کے خلاف نہیں ہے، بلکہ غفلت کے پردوں کو دور کرنے اور مسائل کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

★ ..... (مؤلف)

★ اِس پورے سورے کی ساخت اِس طرح ہے کہ بار بار منکروں کو تازیانے لگائے گئے ہیں تاکہ اُن کے دل و دماغ میں ہلچل پیدا کر دیں۔ ★ (فصل الخطاب)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾

اللہ نے آدمی کو سوکھی سڑی اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا،

"صَلْصَالٍ" (۱) خشک مٹی کے اُس برتن کو کہتے ہیں جو بجے۔ عربی میں ایک محاورہ ہے

www.drhasanrizvi.com

صل المسمار (یعنی) گھنٹی بجی۔

★ (۲) بعض ماہرین نے لکھا کہ "صَلصَال" سڑی ہوئی مٹی کو بھی کہتے ہیں۔
کیوں کہ عرب کہتے ہیں صَلَ اللحم (یعنی) گوشت سڑ گیا۔

★ (۳) فراء کہتا ہے کہ "صلصال" اُس مٹی کو بھی کہتے ہیں جس میں ریت ملی ہو، اور اس طرح بجنے لگے جیسے ٹھیکری بجتی ہے۔

★ (۴) ابوعبیدہ نے کہا کہ "صلصال" وہ خشک مٹی ہے جس کو آنچ نہ لگی ہو، اور جب اُسے انگلی سے ٹھوکیں تو بجنے لگے۔ مگر اُسی مٹی کو جب آگ میں پکا لیا جاتا ہے تو اُس کو "فخّار" کہتے ہیں۔

★ (۵) ہر اُس مٹی کو "صلصال" کہتے ہیں جو کھن کھن بولے
(طبری بقول قتادہ، مفردات امام راغب)

★ (۶) "صلصال" اُس مٹی کو کہا جاتا ہے جس کے اوپر سے پانی بھر جائے اور خشک ہونے کے بعد اُس کے اوپر سے گذرنے اور چلنے کی صورت میں اُس میں کڑک کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور "فخّار" اُس مٹی کو کہتے ہیں جو آگ پر پختہ کرلی جائے۔ جیسے ٹھیکریاں وغیرہ۔
(تفسیر انوار النجف) (لغات القرآن نعمانی)

★ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو کبھی "تراب" سے، کبھی "طین" سے، کہیں "صلصال" سے، اور کہیں "فخّار" سے بتایا گیا ہے۔ یہ اختلاف نہیں ہے، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مختلف مراتب و مراحل اور منازل ہیں۔ ★ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲)

★ انسانی تخلیق کے مراحل کو قرآن مجید نے اس ترتیب سے بیان فرمایا ہے کہ:

www.drhasanrizvi.com

(۱) "تراب" : یعنی: مٹی۔ (۲) "طین" : یعنی: گارا
(۳) "طین لازب" یعنی، لیس دار گارا (۴) "حماء مسنون" یعنی: وہ گارا جو سڑ جائے اور اُس میں بدبو پیدا ہو جائے۔ (۵) "صلصال"... کالفخّار : یعنی وہ سڑا ہوا گارا جو سوکھنے کے بعد پکی ہوئی مٹّی کے ٹھیکرے جیسا ہو جائے۔
(۶) "بشر" یعنی مٹّی کی مورتی، جس میں اللہ نے اپنی روح پھونکی، اور جس کے سامنے فرشتوں سے روح پھونکنے کے بعد سجدہ کروایا گیا۔
(۷) پھر "مَآءٍ مَّهِينٍ" اس کی نسل ایک حقیر پانی کے ست سے چلائی گئی جس کو نطفہ کہتے ہیں۔ ★.....(مفردات امام راغب۔ تفسیر کبیر)

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اور جِنّوں کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

(۳) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

تو (اے جِنّ اور انسانو!) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

"مَارِجٍ" کے معنی "خالص شعلہ" جس میں دھواں نہ ہو۔ (امام راغب مفردات)

مطلب یہ ہے کہ: جِنّوں کو خالص آگ کے شعلے یا آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا ہے

www.drhasanrizvi.com

پھر اُن کی نسل چلی ہے ۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹّی سے پیدا کیا گیا تھا، پھر نطفہ سے اُن کی نسل چلی ۔ اب جس طرح اِس وقت حضرت آدمؑ کی اولاد کے جسموں کو بظاہر مٹّی سے کوئی مناسبت نہیں ہے ۔ کیوں کہ مٹّی کے اجزاء نے ہمارے جسم کے اندر گوشت، پوست، خون، ہڈّی کی شکل اختیار کرلی ہے ۔ گویا جان پڑنے کے بعد ہم مٹّی سے بالکل ایک مختلف چیز بن گئے ہیں،

اِسی طرح جنّات دراصل ایک آتشیں مخلوق ہے، مگر جس طرح ہم خاک و مٹّی نہیں ہیں، وہ بھی شعلۂ آتش و آگ نہیں ہیں ۔

نتائج

(۱) جنّات، مجرّد روح نہیں ہیں، بلکہ ایک خاص نوعیّت کے مادّی اجسام رکھتے ہیں ۔ مگر کیوں کہ خالص آتشیں اجزاء سے مرکّب ہیں اس لیے انسانوں کو نظر نہیں آتے ۔

(۲) آتشیں مخلوق ہونے کی وجہ سے جنّات تیزی سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ سکتے ہیں ۔ بآسانی مختلف شکلیں بدل سکتے ہیں، غیر محسوس طریقے سے ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں ۔

(۳) جنّوں کا مادّہ تخلیق بھی انسانوں سے مختلف ہے ۔ اِس لیے جدید مفسّرین کا یہ خیال غلط ہے کہ جنّوں سے مراد حبشی جنگلی دیوہیکل انسان ہیں ۔ یا جنّوں سے مراد آتشیں مزاج انسان ہیں ۔ ★ ..... (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

جنّات کو نارِ سموم سے پیدا کیا گیا ہے

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

" خداوندِ عالم نے نارِ سموم کو پیدا کیا، جس میں اُس وقت نہ گرمی تھی اور نہ اُس میں دھواں تھا ۔ پس اُس سے جانّ کو پیدا فرمایا ۔ چناں چہ ارشاد فرمایا: " وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ " (یعنی: " ہم نے جانّ کو اس سے پہلے نارِ سموم سے پیدا کیا ۔ ") اور

www.drhasanrizvi.com

اُس کا نام مارج رکھا۔ پھر اُس سے اُس کی مؤنث کو پیدا کیا، جس کا نام مارجہ رکھا۔ اور اِن دونوں سے جان کو پیدا کیا۔ جان کے بیٹے کا نام جنّ ہوا۔ پھر جنّ سے جنوں کے تمام قبائل پیدا ہوئے، جن میں سے ایک "ابلیس (شیطان) بھی ہے۔

"جان" کی اولاد جوڑا جوڑا پیدا ہوتی رہی، اور جنّ کی اولاد بھی جوڑا جوڑا نر و مادہ پیدا ہوتی رہی۔ اِس طرح اِن کے نوّے ہزار جوڑے پیدا ہوگئے۔ اور اس کے بعد اس قدر بڑھ کر ریگستان کے ذرّوں کے برابر اِن کی تعداد ہوگئی۔" (الحدیث)

٭ (تفسیر انوار النجف)

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ ﴿۱۷﴾

جو "خدا" دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پالنے والا مالک ہے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ ۳

تو تم دونوں جن اور انسانوں! اپنے پالنے والے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

٭ دو مشرق اور دو مغرب اِس طرح ہوئے کہ جس وقت زمین کے ایک حصّے میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے، تو عین اُسی وقت دوسرے نصف حصّے میں سورج طلوع ہو رہا ہو

www.drhasanrizvi.com

ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ سب مشرق و مغرب سورج اور زمین کی حرکت سے بنتے ہیں، اور سورج اور زمین خدا کے حکم سے حرکت کر رہے ہیں، اِس لیے خدا مشارق و مغارب کا مالک ہے۔ اگر سورج اور زمین کے رب "مالک" الگ الگ ہوتے تو طلوع و غروب کا یہ باقاعدہ نظام کیسے بنتا ؟ اور کیسے قائم رہ سکتا تھا ؟

خدا مشارق اور مغارب کا مالک اِس لیے بھی ہے کہ ان کے درمیان رہنے والی مخلوقات کو وہی پیدا کرتا ہے اور وہی پالتا پوستا اور ہر قسم کا رزق عطا فرماتا) ہے۔

*..... (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

★ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"سردیوں کے آغاز کا مشرق اور ہوتا ہے اور گرمیوں کے آغاز کا مشرق اور ہوتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ سورج اور دونوں موسموں میں قریب یا دور ہوتا ہے۔"

(تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ امریکہ کی جدید تحقیق اور دریافت کے بعد دو مشرق اور دو مغرب کے معنی اور بھی واضح ہو گئے پھر بہت سے سورجوں کا انکشاف ہو گیا ہے، اِس لیے خداوندِ عالم کو کئی مشرقوں اور کئی مغربوں کا پالنے والا فرمانے کا مطلب بھی واضح ہو گیا یعنی: (رب المشارق والمغارب) اور یہ تفسیر، تفسیر بالرّائے نہیں ہے، کیوں کہ ٹھوس واضح معلومات پر مبنی ہے۔

(فصل الخطاب)

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾

اُسی نے دو سمندروں کو بہا دیا کہ ایک دوسرے سے مل جائیں،

www.drhasanrizvi.com

بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخٌ لَّا یَبۡغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ ج

(پھر) اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہے، جس سے وہ دونوں آگے نہیں بڑھتے،

۲ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾

تو تم دونوں اپنے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

آیت ۱۹ کی تشریح | بَحۡرَیۡنِ | یعنی دو دریا۔ دو دریاؤں سے مراد میٹھے اور کھارے پانی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان میں فرمایا: "وَهُوَ الَّذِیۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا بَرۡزَخًا وَّحِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا ۝" (سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۵۳ پارہ ۱۹)

یعنی: "اور وہی خدا ہے جس نے ملے جُلے دو دریا بہائے، یہ میٹھا (پانی) ہے جو پینے میں خوشگوار ہے، اور یہ بالکل نمکین (کڑوا کھاری) ہے، اور خدا نے ان دونوں کے درمیان پردہ اور رکاوٹ ڈال دی۔"

تاویل یعنی اوّلین معنی تفسیرِ اہلِ بیت ؑ

جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "بحرین" کے اوّلین اور حقیقی معنی: علیؑ اور فاطمہؑ ہیں ——— اور

"بَرْزَخٌ" : (یعنی درمیانی حدِ فاصل) سے مراد میںؑ (خود رسولِ خداؐ) ہوں۔ اور
لُؤْلُؤٌ وَ "الْمَرْجَان" (چھوٹے ، بڑے موتیوں ، آیتؐ۲۲ میں) سے مراد حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔
(تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

اِن دونوں سمندروں سے چھوٹے اور بڑے موتی نکلتے ہیں

۵ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

تو اے جِنّو اور انسانو ! تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی قدرت کے کن کن کمالات اور نعمتوں کو جھُٹلاؤ گے ؟؟

آیتؐ۲۲ کی تشریح : "اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ" :
معترضین کو اِس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ :

موتی ، مونگے تو صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں ، پھر یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ میٹھے اور کھاری دونوں پانیوں سے موتی اور مونگے (اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ) نکلتے ہیں ؟

★ اِس کا جواب یہ ہے کہ : (۱) سمندروں میں میٹھا اور کھارا دونوں طرح کا پانی جمع ہوتا ہے
(۲) مزید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ موتی اور مونگے سمندروں میں اُس جگہ پیدا ہوتے ہیں جہاں کھاری اور میٹھا پانی آپس میں ملتا ہے ۔ یا ۔ جہاں سمندروں کی تہ میں میٹھے پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

(تفسیر مجمع البیان ، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

"لُؤلُؤ" کو فارسی و اُردو میں "مروارید" کہتے ہیں۔ یہ ایک صاف و شفاف چمکیلا بہت قیمتی موتی ہوتا ہے، جو دریاؤں، سمندروں کی تہوں میں صدف (سیپی) کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے یہ موتی جتنا موٹا ہوتا ہے، اُتنا ہی قیمتی ہوتا ہے۔

"طب" میں اِس کو اعصاب کی تقویت، خفقان، خوف، جگر کی قوّت، منھ کی بدبو، مثانہ کی پتھری اور یرقان کی دوائیں تیار کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آنکھوں کی بیماریوں کی بھی دوائیں بنتی ہیں۔

(تحفہ حکیم مومن، دائرۃ المعارف)

"مَرجَان" چھوٹے چھوٹے موتیوں کو کہتے ہیں۔ "مرجان" درخت کی ٹہنیوں کے مانند ایک زندہ وجود ہوتا ہے، جو سمندروں کی گہرائیوں میں درخت کی طرح اُگتا ہے۔ ماہرین پہلے اس کو گھاس سمجھتے تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جانور ہے۔ یہ بتدریج بڑھتا رہتا ہے، عام طور پر ٹھہرے ہوئے پانی میں نشو و نما پاتا ہے۔ غوطہ خور اس کو دریائے احمر کے ساحلوں اور میڈی ٹرینین سے نکالتے ہیں۔ یہ زیب و زینت کے کام آتا ہے۔ اِس سے دل کی تقویت، سانپ کے زہر کو مارنے کی دوائیں، اعصاب کی قوّت، رحم سے بہنے والے خون کو بند کرنے کی دوائیں بنائی جاتی ہیں۔

(دائرۃ المعارف فرید وجدی)

آیت کی باطنی تفسیر اہلِ بیتؑ

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علیؑ و فاطمۃؑ دو عمیق (گہرے) "علم و طہارت" کے سمندر ہیں، جن میں کوئی ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتا۔ اِنہی دونوں سمندروں سے لُؤلُؤ اور مرجان پیدا ہوتے ہیں، جن سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

تفسیر قمی، مجمع البیان بروایت سلمان فارسیؓ، انوار النعمانیہ، نور الثقلین، فصل الخطاب — تفسیر علی بن ابراہیم) * (تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۔ بروایت سعید بن جبیر، سفیان ثوری

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۳ کی تشریح: "فبای الآء..." الخ" یہاں پر بھی "الآء" کے لفظ میں خدا کی قدرت کا
حسین پہلو بھی نمایاں ہے اور اوصافِ حمیدہ کا روشن پہلو بھی موجود ہے۔
خدا کی قدرت تو یہ ہے کہ اُسی نے انسان کو ذوقِ جمال عطا فرمایا ہے اور اس کی تسکین کی
خاطر موتی، مونگے پیدا فرمائے ہیں، اِس لیے موتی، مونگے خدا کی نعمت قرار پائے۔
(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم)

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـَٔاتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ ﴿۲۴﴾

اور اُسی کے قبضے میں ہیں وہ پانی کے جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے اُٹھے ہوئے ہیں،

(۶) فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع

پس (اے جنو اور انسانو!) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن احسانات اور نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

آیت ۲۴ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ، یہ خدا کی کتنی عظیم قدرت ہے کہ اُس نے انسان کو جہاز بنانے کی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ (۲) اور پانی کو حکم دے دیا کہ وہ لکڑی یا بڑے جسم کو اپنے اندر نہ ڈبوئے (۳) غضبناک سمندروں کو اپنے سینوں پر جہازوں کو تیرانے کا حکم دیا، اور سمندروں پر پہاڑ جیسے جہازوں کا تیرنا ممکن بنا دیا۔ (۴) اس طرح انسانوں کو بین تجارتی فوائد حاصل ہو سکے
(تفسیر نمونہ۔ تفہیم۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾

ہر شخص جو زمین پر ہے، وہ فنا ہو جانے والا ہے

وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

اور باقی رہے گا تمھارے پالنے والے مالک کا چہرہ جو بزرگی اور عزت والا ہے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

پس (اے جنّو! اور انسانو!) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن کمالات اور نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

آیت ۲۶ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ اے انسانو! تم بھی موت کے گھاٹ اترنے والے ہو، اور یہ تمام دنیا کا سامان بھی فنا ہو جانے والا ہے۔ اب بھی اگر تم میں سے کوئی اپنی دولت، صلاحیت پر اکڑتا ہے، تو اُس کو عالمی حماقت کا تمغہ ملنا چاہیئے۔ اب بھی اگر کوئی خدا بننے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کے یہ دعوے کتنی دیر چل سکتے ہیں؟

(تفہیم۔ تفسیر کبیر)

فنا سے مراد بالکل ختم ہو جانا نہیں ہے، کیوں کہ خود قرآن سے موت کے بعد برزخی زندگی ثابت ہے: فرمایا: "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝" (سورۃ ۲۳ آیت ۱۰۰ پارہ ۱۸)

یعنی: "اور اُن کے پیچھے اُس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے ایک برزخ (درمیانی زمانہ) ہے

www.drhasanrizvi.com

پھر دوسری جگہ قرآن نے فرمایا: " وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝ " (سورۃ یٰسٓ آیت ۵۱ پارہ ۲۳)

یعنی: " اور جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے پالنے والے مالک کی طرف چل پڑیں گے۔ "

اِس لیے فنا سے مراد موت ہے یعنی نظامِ جسم وجان کا درہم وبرہم ہوجانا ہے۔
(تفسیرِ نمونہ)

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا ؛ ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے
(اقبال)

آیت: وَجْهُ رَبِّكَ کے معنی

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: " ہم اللہ کے چہرے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے ذریعے سے اللہ تک آیا جاسکتا ہے۔ "
★..... (تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

★ فرزندِ رسول اللہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: فرمایا: " اللہ کے چہرے ہم (ائمۂ اہلِ بیتؑ) ہیں۔ کیوں کہ ہمارے ذریعے سے اللہ پہچانا جاتا ہے۔ "
★..... (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی، المناقب)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا: " اے ابوالصّلت! لوگوں نے اللہ کا چہرہ اور چہروں کے مثل سمجھ لیا ہے، حالاں کہ یہ کفر ہے۔ اللہ کے چہرہ سے مراد اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاءؑ، رسولؐ اور اللہ کی حجتیں (ائمۂ اطہارؑ) ہیں۔ کیوں کہ یہ وہی ہیں جن کی بدولت اللہ کے دین اور اُس کی معرفت کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے۔
(تفسیر قمی)

★ " وجہ " کے دوسرے معنی خداوندِ عالم کی ذات والاصفات ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی کہ

www.drhasanrizvi.com

وہی خود موت کا خالق ہے۔ لیکن پہلے معنی کہ "وجہ اللہ" سے مراد انبیاء کرام ؑ اور ائمہ معصومین ہیں جو زیادہ قوی ہیں۔
(فصل الخطاب)

٭ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ کیوں کہ وجہ کے معنی ذات ہوا کرتے ہیں، اور وہی ذات عظمت و جلال کی مالک ہے اور انعام و اکرام کی مالک ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان آیات میں خداوندِ عالم اپنی نعمات کا تذکرہ کرکے فرماتا ہے کہ "تم دونوں کن کن نعمتوں کی تکذیب کروگے"؟ لیکن آیتِ مذکورہ میں تو تمام لوگوں کو فنا کی خبر دے رہا ہے۔ اور فنا نعمتِ وجود کے زوال کا نام ہے، نہ کہ نعمت ہے۔؟

جواب یہ ہے کہ تمام انسانوں کو فنا کی خبر دے کر اُن کو دنیائے فانی سے جی نہ لگانے کی دعوت دی ہے، اور اُخروی لازوال نعمات کی پیشکش فرمائی ہے۔ اور ــــــــ یہ تنبیہ بھی غافل انسانوں کے لیے ایک عظیم نعمت و مہربانی ہے۔
(تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

آیت ۲۸ کی تشریح یہاں پر "آلاء" کمالاتِ قدرت کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اور صرف خداوندِ عالم کی ذات والا صفات ہے، جو فنا ہونے والی نہیں ہے، باقی جو بھی خدائی کے دعوے کرے، فنا ہو جانے والا ہے۔ (مؤلف)

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۞۲۹

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اُسی سے سوال کرتے ہیں، ہر دن اُس کی ایک خاص (نئی) شان ہے

www.drhasanrizvi.com

(۸) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۳۰)

پس (اے جنّوں اور انسانوں!) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن خوبیوں اور نعمتوں کا انکار کرو گے؟؟

اللہ کی شان لمحہ بہ لمحہ نت نئی ہوتی ہے : آیت ۲۹ کی تشریح :

★ غرض کائنات کی کوئی چیز خداوندِ عالم کے فیض کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔ ہر چیز خواہ زبانِ حال ہی سے کیوں نہ ہو، دست سوال پھیلائے ہوئے ہے۔ خدا کی قدرت، حکمت اور رحمت کے کرشمے ہر ہر لمحہ ظاہر ہو رہے ہیں، اس طرح کہ وہ زندہ کر رہا ہے مار رہا ہے، رزق دے رہا ہے، رزق میں اضافہ یا کمی کر رہا ہے۔

(تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

★ غرض ہر دم اُس کا فیض جاری و ساری ہے۔ اگر ایک لمحے کے لیے بھی خداوندِ عالم کا فیض و کرم رُک جائے تو ساری کائنات کی ہستی نیستی میں تبدیل ہو جائے۔ اُسی خدا کی قدرت کا ایک مظہر روزانہ لوگوں کی تقدیروں کا بدلنا ہے۔

(تفسیر ماجدی)

؎ نشان یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا ؎ کہ صبح و شام بدلتی ہیں اُن کی تقدیریں

(اقبال)

★ مطلب یہ ہے کہ کائناتِ عالم میں، زمین و آسمان میں خداوندِ عالم کی حکمرانی جاری و ساری ہے

www.drhasanrizvi.com

کسی کو زندگی مل رہی ہے تو کسی کو موت، کسی کو شفا مل رہی ہے تو کسی کو بیماری، کسی کے رزق میں اضافہ ہو رہا ہے اور کسی کے رزق میں کمی کی جا رہی ہے، ہر آن طرح طرح کی مخلوقات پیدا ہو رہی ہیں، ہر ہر لمحہ حالات بدل رہے ہیں، اور خداوندِ عالم ان کو نئی نئی صورتیں عطا فرما رہا ہے۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

ے کبھی ترقّی، کبھی تنزّل، کبھی عروج و زوال دیکھا ٭ کہ جس کو کہتے ہیں بدرِ کامل اُسے بھی اِک دن ہلال دیکھا

★ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے یہ دعا مانگی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ۔"

یعنی: "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس لیے کہ حمد صرف تیرے ہی لیے ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، تو احسان کرنے والا، آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا، بڑی شان و شوکت والا، اے زندہ! اے ہر چیز کو قائم رکھنے والے!"

یہ سن کر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قسم ہے اُس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اِس شخص نے خدا کو اُس کے اسمِ اعظم کے حوالے سے پکارا ہے۔ جب کوئی شخص اس حوالے سے خدا کو پکارتا ہے تو خداوندِ کریم اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے، اور جو وہ مانگتا ہے خدا اُسے عطا فرماتا ہے۔"

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۷ صہ ۹۵)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اپنے خطبے میں فرماتے ہیں:

"حمد مخصوص ہے اُس اللہ کے لیے جو ہرگز نہیں مرتا، اُس کے عجائباتِ قدرت کبھی ختم نہیں ہوتے۔ کیوں کہ اُس کی ہر روز ایک نئی شان، آن، بان ہے، وہ ہر روز ایک نیا موضوع پیدا کرتا ہے جو پہلے موجود نہ تھا۔"

(اصول کافی، تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

www.drhasanrizvi.com

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
" خدا کے کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ " وہ گناہوں کو معاف کرتا ہے، رنج اور تکالیف کو دور کرتا ہے، ایک گروہ کو بلند کرتا ہے، دوسرے کو گراتا ہے "
(تفسیر مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ کوفے کے لوگوں کے دل تو اُن کے ساتھ ہیں، مگر تلواریں ابنِ زیاد (ملعون) کے ساتھ ہیں تو فرمایا:
" اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، ہمارے مالک کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے، اور ہر روز ایک نیا کام ہوتا ہے " (خداوندِ عالم کی قدرت رحمت کے جلووں میں تکرار نہیں ہوتی — مؤلف)
(کامل ابنِ اثیر جلد ۴)

آیت ۲۹ میں " الآء " کا مطلب اوصافِ حمیدہ ہیں۔ کیوں کہ اس سے پہلے آیت ۲۹ میں خدا کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ: اُس کا حکم پوری کائنات پر ہر وقت جاری و ساری ہے۔ گویا خدا کی حکمرانی کی شان بان کو بیان کیا گیا ہے۔

★ اِس لیے کسی کا یہ کہنا کہ " مجھے فلاں شخص نے نوکری دلوائی یا فلاں ڈاکٹر سے صحت مل گئی، غلط ہے بلکہ شرک ہے۔ اس لیے کہ شرک کے معنی خدا کے سوا کسی دوسرے کو قادرِ مطلق سمجھنا یا الوہیت کے اوصاف سے متصف کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خدا اکیلا ہی قادرِ مطلق ہے، اور الوہیت کے تمام اوصاف و کمالات کا مالک ہے۔

★ لیکن اگر اس طرح کہا جائے کہ خداوندِ عالم نے مجھے فلاں ڈاکٹر کے ذریعے سے صحت عطا فرمائی۔ یا۔ خدا نے مجھے فلاں شخص کے ذریعے سے رزق، نوکری، یا کاروبار عطا فرمایا، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(بقول امام جعفر صادق ؑ)

www.drhasanrizvi.com

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾

اے جنّو! اور انسانو! بہت جلد ہم تمہاری طرف متوجہ ہوں گے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ ⑨

(پھر ہم دیکھ لیں گے کہ)

تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن احسانات اور نعمتوں کا انکار کروگے؟؟

آیت ۳۱: "ثَقَلٰنِ" کا مادّہ "ثقل" ہے۔ جس کے معنی "بوجھ۔بار" کے ہوتے ہیں۔ اِس لیے "ثَقَلٰنِ" کا لفظی ترجمہ "دو بوجھ" ہوگا۔

زمین کے دو بوجھ انسان اور جنّات ہیں۔ اِس لیے اِس آیت کے مخاطب جن و انس دونوں ہیں۔ خداوندِ عالم اُن دونوں سے فرما رہا ہے کہ "تم دونوں میری زمین پر بوجھ بنے ہوئے ہو ہم عنقریب تمہارا حساب کتاب لینے والے ہیں"۔

اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا اِس وقت فارغ نہیں ہے، اور کاموں میں لگا ہوا ہے، جب فارغ ہوجائے گا تو ہم سے ہمارے اعمال کا حساب لے گا۔

مطلب اصل میں یہ ہے کہ خدا نے اِس زمین کو ایک خاص پروگرام کے تحت پیدا کیا ہے، جیسے قرآن میں اِس طرح بتایا گیا ہے کہ "اُس نے جنّات اور انسانوں کو امتحان کے لیے پیدا کیا ہے کہ دیکھیں بھلا تم میں سے کون بہترین اعمال انجام دیتا ہے"۔ جیسا کہ سورۃ الملک

www.drhasanrizvi.com

میں ارشاد فرمایا: "الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا"

یعنی: "جس نے موت اور حیات کو خلق کیا تاکہ تمہارا امتحان لے، کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرنے والا ہے؟" (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۲ پارہ ۲۹)

امتحان لینے کے لیے کچھ وقت درکار ہوا کرتا ہے۔ یہی وقت زندگی کی مہلت ہے۔ جب کسی فرد کا یہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو اُس کی موت آجاتی ہے، جب کائنات کا یہ وقت ختم ہوگا، تو قیامت برپا ہوگی، اُس وقت ہر شخص کے عمل کا حساب کتاب ہوگا، اور اُس کو اُس کے ایمان و عمل کے مطابق دوسری زندگی عطا ہوگی۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

★ مطلب یہ ہے کہ ابھی دورِ تکلیف و عمل ہے۔ جزاء و سزا کا دور ابھی شروع نہیں ہوا ہے بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ عمل کا دور ختم ہو جائے گا، اور دار الجزاء کا دور شروع ہو جائے گا۔

اب خداوندِ عالم کا یہ ارشاد کسی کے لیے بشارت ہے اور کسی کے لیے ڈراوا۔ جو ایمان و عملِ صالح کا سامان رکھتے ہیں، اُن کے لیے خدا کا یہ فرمانا بشارت ہے، اور جو ایمان و عمل سے عاری ہیں، اُن کے لیے یہ آیت نہایت خوفناک ہے۔ اِس لحاظ سے اگلی آیت ۳۲ کہ: "تم دونوں میری کس کس نعمت، قدرت کو جھٹلاؤ گے۔" تہدید بن جائے گی کہ بس اب وہ دن آیا ہی چاہتا ہے کہ تم منکروں کی تبرّی جائے گی۔" ★ .... (فصل الخطاب)

آیت ۳۲: "اٰلَآءِ" یہاں اٰلَآءِ کا مطلب خدا کی قدرت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ: اے جنّ اور انسانو! تم اِس دنیا میں ہماری نعمتوں کی ناشکریاں کر رہے ہو۔ کفر و شرک، دہریت، فسق و فجور کے ذریعہ ہماری نافرمانیاں کر رہے ہو۔ کل جب ہم تمہارا حساب لیں گے تو پھر دیکھیں گے کہ تم ہماری کس کس نعمت کا انکار کرتے ہو۔ کس طرح ہماری آیتوں، پیغمبروں

www.drhasanrizvi.com

اور کتابوں کا مذاق اڑاتے ہو؟ اور کس طرح ہماری قدرت، طاقت کا انکار اور ہمارے حساب لینے کے عزم کا مقابلہ کرتے ہو۔" ...... (تفسیر کبیر۔ تفسیر مجمع البیان۔ تفہیم القرآن)

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ ﴿۳۳﴾

اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو، تو بھاگ کر دکھاؤ۔ تم نہیں بھاگ سکتے، سوا اس کے کہ اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔

۱۰ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن قدرتوں اور نعمتوں کا انکار کرو گے؟؟

آیت ۳۳ میں آسمانوں اور زمین سے مراد پوری کائنات ہے۔ خدا کی پوری خدائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی گرفت سے بچ نکلنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ تم جہاں بھی بھاگ کر جاؤ گے، وہ ہماری ہی تخلیق اور مخلوق ہوگی، ہمارا ہی ملک اور ہماری ہی حکومت ہوگی۔

www.drhasanrizvi.com

ہماری خدائی سے نکل بھاگنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اگر تم پھر بھی اس تاک میں ہو تو زور لگا کر دیکھ لو، کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفسیر نمونہ۔ تفہیم)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:
"قیامت کے دن خداوندِ حکیم اپنے تمام بندوں کو ایک جگہ جمع فرمائے گا، اور آسمانِ اوّل کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ نیچے اتر آؤ۔ زمین پر رہنے والے فرشتے ساری مخلوقات سے دو گنے ہوں گے۔ پھر دوسرے، تیسرے، چوتھے آسمانوں کے فرشتے اتریں گے۔ اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے نیچے اتر آئیں گے، اور سات پردوں کی طرح سب لوگوں کو گھیر لیں گے۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: "اے گروہِ جن وانس! اگر تم سے ممکن ہے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو، تم خدا کی قدرت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔" ★ (تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان جلد ۹)

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ ﴿۳۵﴾

(اگر تم بھاگنے کی ناکام کوشش کروگے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، تو تم اُسے (اپنے اوپر سے) نہ ہٹا سکو گے۔

(۱۱) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

تو اے جنّو اور انسانو! تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن قدرتوں اور نعمتوں کا انکار کروگے؟؟

www.drhasanrizvi.com

آیت ۳۵ کی تشریح : "شُوَاظٌ" کے معنی خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔
"نُحَاسٌ" کے معنی خالص دُھواں جس میں شعلہ نہ ہو۔
(مفردات امام راغب)

★ یہ دونوں چیزیں ان لوگوں پر چھوڑی جائیں گی جو جن یا انسان خدا کے حساب کتاب لینے سے بھاگنے کی کوششیں کریں گے۔
(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

★ "شُوَاظٌ" آگ سے اوپر جو سبزی مائل ایک شعلہ نکلتا ہے اُسے "شُوَاظٌ" کہتے ہیں۔
(تفسیر انوار النجف)

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾

(اُس وقت تمھارا کیا بنے گا)

جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ گلاب کے پھول (یا) لال چمڑے کی طرح سرخ ہوگا؟

۱۲ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

تو (اے جنوں اور انسانوں) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن قدرتوں اور نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

آیت ۳۷ کی تشریح : "وَرْدَ" کے معنی پھول یا سرخ چمڑہ۔ اس سے سرخ رنگ کا اظہار ہوتا ہے

www.drhasanrizvi.com

اور تیل کی تلچھٹ سے چمکیلے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔
(مفردات امام راغب)

★ "کالدِّھَانِ" "تیل کی طرح گلابی رنگ" جو سرخی مائل ہو۔

دھان، دھن کی جمع ہے۔ یعنی جس طرح تیل ایکدوسرے کے اوپر ڈالا جائے تو جو اُس وقت اُس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے، آسمان کی رنگت قیامت کے روز اُس جیسی ہوجائے گی۔
(تفسیر انوار النجف)

★ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔ یعنی کھل جائے گا اور عالم بالا کے اجرام درہم وبرہم ہوجائیں گے۔ پورا آسمان سرخ ہوجائے گا، ایسا معلوم ہوگا گویا پورے آسمان پر آگ لگی ہوئی ہے
(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

★ آیت ۳۸ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! دہریو! منکرو! مشرکو! آج تو تم قیامت کے آنے کا انکار کررہے ہو۔ کیوں کہ تمہارا خیال ہے کہ اللّٰہ قیامت لانے پر قادر نہیں ہے۔ مگر جب قیامت برپا ہوجائے گی، اور تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے، اُس وقت تم خدا کی قدرت کا انکار کیسے کروگے؟ ______ ★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم)

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ﴿۳۹﴾

اُس دن کسی آدمی اور جنّ سے اُس کے گناہ پوچھے جانے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

(وہ تو مجرموں کے اُترے ہوئے چہرے، خوف زدہ گھومتی آنکھیں، گھبرائی ہوئی صورتیں، چھوٹتے پسینے، بولتے اور کانپتے ہوئے ہاتھ پاؤں، لرزتے ضمیر خود بتادیں گے کہ یہ مجرم گناہگار ہیں)

www.drhasanrizvi.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ ﴿۱۲﴾

(پھر دیکھ لیا جائے گا کہ)

تم دونوں گروہ اپنے مالک کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو؟؟

روزِ قیامت کسی سے گناہوں کی پوچھ گچھ نہ ہوگی

آیت ۳۹ کی تشریح :

★ قیامت کے دن کسی سے اُس کا حال پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ کیوں کہ قیامت کشفِ حقائق کا دن ہوگا۔ ہر چیز ظاہر ہو چکی ہوگی۔ خاص طور پر مُجرموں، بدمعاشوں، کافروں، مشرکوں، ظالموں کی تذلیل اور تحقیر کرنے کی وجہ سے خداوندِ عالم ایسی نشانیاں قرار دے گا کہ جس کی وجہ سے ہر شخص اُن کو دیکھتے ہی اُن کے جرائم اور مظالم کو پہچان لے گا۔

(تفسیر صافی، تفسیر ماجدی)

★ رہا حساب کتاب، تو وہ صرف اِتمام حجت کے لیے ہوگا۔ یا۔ پھر ساری مخلوقات کے سامنے مجرموں کو ذلیل کرنے کے لیے ہوگا، تاکہ اُن کی سزائیں سب کے سامنے سنائی جائیں۔

(الامان الحفیظ)۔(تفسیر کبیر)

عقیدۂ صحیحہ رکھنے والے گناہگاروں پر برزخ کا عذاب

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ:

"جو شخص عقیدۂ صحیحہ رکھتا ہوگا لیکن اُس سے کچھ گناہ سرزد ہو چکے ہوں گے جن سے وہ دنیا میں

www.drhasanrizvi.com

توبہ نہ کرسکا ہوگا، تو اُس کو عالمِ برزخ میں عذاب کیا جائے گا جس سے اُس کے گناہوں کا بدلہ ہو جائے گا۔ قیامت کے روز اُس سے اُس کے گناہوں کی بازپرس نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ اِس سے قبل برزخ میں اُن کی سزا بھگت چکا ہوگا۔

(تفسیر انوار النجف)

★ قیامت ایک طویل دن (عرصہ) ہے جہاں انسانوں کے متعدد موقف، مقامات، منازل ہوں گے بعض روایات کے مطابق پچاس موقف ہیں۔ جن میں بعض ایسے موقف (کھڑے ہونے کے مقامات) ہیں جہاں کوئی سوال نہ ہوگا، بلکہ انسان اپنے بُرے اعمال کو یاد کرے گا، اور اُس کے چہرے کا رنگ اُس کے جرم کو بتا دے گا۔ بعض جگہ زبانوں، ہونٹوں پر مہریں لگا دی جائیں گی۔ جن اعضاء نے جرائم میں حصّہ لیا تھا، وہ اچانک بولنے لگیں گے۔ بعض مواقع پر بڑے نازک سوالات ہوں گے، بعض مواقع پر لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگیں گے۔ ایسے مواقع کی کیفیتوں کو قرآن میں بھی بیان فرما دیا گیا ہے۔ (مثلاً سورۂ یٰسٓ[۳۶] آیت[۶۵]، سورۃ النحل[۱۴] آیت[۱۱۱]) پارہ[۱۴]

(تفسیر نمونہ)

آیت[۱۲] کی تشریح: انسان خدا سے بے نیاز اِس لیے ہو جاتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ۔

(۱) یہ ساری نعمتیں خدا نہیں دے رہا ہے، بلکہ اپنے آپ از خود مل رہی ہیں۔

(۲) یا یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب اُس کی قابلیت اور اہلیت سے مل رہی ہیں، یہ خدا کا عطیہ نہیں ہیں۔

(۳) یا یہ سمجھنے لگتا ہے کہ خدا کا اپنے بندوں پر کوئی حق ہی نہیں ہے۔

(۴) یا یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ خدا نے نہیں کسی اور نے دیا ہے۔

ان تصورات کی وجہ سے انسان خدا سے آزاد ہوکر ہر کام انجام دینے لگتا ہے۔ اِس لیے ہر گناہ اور خدا کے احسانات کا انکار کرتا ہے۔ اِسی لیے کافر، مشرک، مرتد، دہریے گناہ کر کے استغفار نہیں کرتے۔ اسی لیے تمام بڑے مجرمین خدا کی نعمتوں کے منکر ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم)

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ
بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ ج

وہاں مجرم تو صرف اپنے چہروں ہی سے پہچان لیئے جائیں گے
اور پھر وہ اپنی پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ لیئے جائیں گے۔
(قدموں)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ (۱۴)

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن
قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ وقف لازم

(اُس وقت کہا جائے گا)
لو یہی تو وہ جہنّم ہے جس کو مجرم گناہ گار لوگ جھوٹ
قرار دیا کرتے تھے۔

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ ج

تو اب وہ اُسی جہنّم اور سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان
چکّر لگاتے رہیں گے۔

"حَمِیْمٍ" بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حمیم ایک پانی کا چشمہ ہے جو جہنّم کے قریب ہے۔ دوزخی پیاسے ہوں گے تو
وہاں پانی پینے جائیں گے۔ ایک طرف جہنّم کی آگ دوسری طرف حمیم کا کھولتا ہوا پانی ہوگا۔ پھر اُن کو سر کے بل جہنّم میں پھینکا

www.drhasanrizvi.com

جائے گا۔ اِس کے بعد اُن سے پوچھا جائے گا کہ "تم خدا کی کون کونسی قدرتوں کا انکار کروگے؟؟
(تفسیر نمونہ)

۱۵ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾

مگر ہر وہ شخص جو اپنے پالنے والے مالک کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اُس کے لیے دو دو گھنے سرسبز و شاداب جنّت کے باغ ہوں گے۔

۱۶ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾

تو (اے جنّو! اور انسانو!) تم دونوں اپنے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟؟

آیت ۴۵ کی تشریح

مطلب یہ ہے کہ اے منکرو! کیا تم قیامت کی ہولناکیوں میں بھی اِس بات کا انکار کرسکو گے کہ خدا قیامت لا سکتا ہے، تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرسکتا ہے، جنّت جہنم بنا سکتا ہے؟
(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

جو شخص خدا کے سامنے حاضری سے ڈرتا ہے اُسکا معیار

آیت ۴۶ کی تشریح:

خداوندِ عالم کے سامنے حاضری سے ڈرنے کا واحد معیار، گناہوں، جرائم اور ظلم کرنے سے بچنا اور فرائضِ الٰہی کا ادا کرتے رہنا ہے۔ اِسی لیے جناب رسولِ خداؐ نے گناہوں سے بچنے والوں اور عذابِ خدا سے ڈرتے رہنے والوں کو جنّت کی خوشخبریاں سنائی ہیں۔ مثلاً خدا کی سزا سے ڈرنے والوں کو جب جناب رسولِ خداؐ نے جنّت کی خوشخبری سُنائی تو ابو درداء صحابیِ رسولؐ نے تعجب سے عرض کی: "بس ایک صفت پر اتنی بڑی بشارت؟ تین مرتبہ یہی کہا۔ تو حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: ہاں۔ ہاں، چاہے ابو درداء کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔"

(ابنِ کثیر)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جو شخص یہ بات سمجھ لے گا کہ جو کچھ بھی اُس کے منہ سے نکلتا ہے اللہ اُسے خوب سنتا ہے اور وہ جو بھی بُرا کام کرتا ہے، اللہ اُس کو بھی خوب دیکھتا ہے، تو اُس شخص کا یہ بات سمجھ لینا ہی اُسے (آخرکار) بُرائیوں سے روک دے گا۔ یہی مطلب ہے اِس آیت کا۔"

(تفسیر صافی بحوالہ کافی، فی اصولِ کافی، تفسیر نور الثقلین)

★ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی ناراضگی یا عذاب سے ڈرتے ہوں گے، اور اس خوف کی وجہ سے کہ اُنھیں ایک دن خدا کے سامنے حساب دینے کے لیے کھڑا ہونا ہے، اپنا دامن ظلم، جبر اور بُرائیوں سے بچاتے ہوں گے، حلال و حرام میں تمیز کرتے ہوں گے، جان بوجھ کر خدا کی نافرمانی نہ کرتے ہوں گے اُن کے لیے خدا کی طرف سے جنّت میں کئی گھنے باغات ہوں گے جو نعمتوں سے لدے ہوئے ہوں گے

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

خداوندِ عالم سے ڈرنے کے مختلف سرچشمے ہیں

(۱) کبھی تو انسان اپنے گناہوں اور غلط خیالات کی سزا کی وجہ سے خدا سے ڈرتا ہے۔

(۲) کبھی، جو مقربینِ الٰہی ہوتے ہیں، اِس لیے ڈرتے ہیں کہ کہیں اُن سے کوئی ترکِ اولیٰ نہ ہو جائے جسکی وجہ سے خدا کی توجہ اُن کی طرف سے کم ہو جائے۔

(۳) کبھی خدا کی عظمت کے احساس اور معرفت کی وجہ سے عرفاء کے دلوں پر خدا کی عظمت کا رُعب چھایا رہتا ہے۔ (۴) اور کبھی خدا کے احسانات کو دیکھ کر اپنی خدمتوں کی کمی کا احساس خدا کا خوف پیدا کرتا ہے۔" اِن تمام قسم کے خوفوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ خوف کے مدارج و اسباب ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

"خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ" (اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔)

اِس کھڑے ہونے سے مراد قیامت کے دن خدا کے سامنے حساب کتاب کے لیے کھڑا ہونا ہے۔

مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا: "ایستادن بحضورِ پروردگارِ خویش" (شاہ ولی اللہ)

★ شاہ رفیع الدین صاحب نے لکھا: "ڈرتے ہیں کھڑے ہونے سے آگے پروردگار اپنے کے"

"دوسرا مطلب: یہ بھی ہے کہ: خدا کی عظمت و جلال سے ڈرتے ہیں جس میں اُس کی عدالتِ عالیہ بھی شامل ہے" (فصل الخطاب)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں کہ:

"مالک! تو ڈرنے کی چیز نہیں ہے، ڈرنے کی چیز تیرا عدل ہے۔" (مفاتیح الجنان)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنی ایک دعا میں فرماتے ہیں:

رَبِّ عَامِلْنَا بِفَضْلِكَ وَلَا تُعَامِلْنَا بِعَدْلِكَ يَا كَرِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔" یعنی مالک ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمانا اپنے عدل کا سلوک نہ فرمانا اے بے حد کرم کرنے والے! اے بے پناہ بے حد مسلسل رحم کرنے والے! (صحیفۂ علویہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۷ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ : اے کافرو ! حق کے منکرو ! تم جھٹلاتے رہو۔ خدا سے ڈرنے والوں کو تو خدا کی طرف سے عظیم نعمتیں مل کر ہی رہیں گی۔ تم سمجھتے تھے کہ خدا جنت جیسی چیز بنانے پر قادر نہیں ہے۔ آج دیکھ لو کہ خدا نے جو فرمایا تھا' کر دکھایا۔ اب اگر تمھاری ہمت ہے تو خدا کی قدرت، حکمت، رحمت اور عطاؤں کا انکار کر کے دکھاؤ۔ ✻ (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

ذَوَاتَآ اَفۡنَانٍ ۚ﴿۴۸﴾

وہ باغ خوب ہری بھری شاخوں سے لدے پھندے ہوں گے (یا) جن میں رنگ برنگ کی چیزیں ہوں گی۔

۱۷ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کرو گے؟؟

فِیۡهِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ ۚ﴿۵۰﴾

اُن دونوں باغوں میں دو دو چشمے بہتے ہی چلے جائیں گے

۱۸ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات اور احسانات کا انکار کرو گے؟؟

www.drhasanrizvi.com

فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾

اور اُن دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی

۱۹ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن
انعامات کا انکار کرو گے؟؟

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ
وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾

وہ (جنّتی) گاؤتکیوں سے لگے ہوئے ایسے فرشوں پر
بیٹھے ہوں گے، جن کے اَستر ریشم کے ہوں گے، اور
اِن دو باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔

۲۰ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٥﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات
اور احسانات کا انکار کرو گے؟؟

www.drhasanrizvi.com

آیت ۵۲ کی تشریح

عربوں کے محاورے میں دوٗ دوٗ کے الفاظ سے مراد ۱+۱ کے نہیں لیے جاتے، بلکہ بہت زیادہ، کثرت کے اظہار کے لیے بولے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جنّت میں روحانی، عقلی، فکری، جسمانی، مادّی ہر ہر قسم کی لذتیں پوری پوری آب وتاب کے ساتھ عالمِ شباب میں بکثرت ہوں گی کسی قسم کی کمی کا احساس ہوگا۔

(تفسیر ماجدی)

★ دوسرا مطلب یہ ہے کہ خدا کے عطا کیے ہوئے جنّت کے دونوں باغوں کی شان بان نرالی ہوگی۔ ایک باغ میں جائے گا تو الگ قسم کے پھل پھول دیکھے گا، دوسرے باغ میں الگ قسم کے محلات اور حوریں ہوں گی۔ (خدا کی عطاؤں اور نوازشوں میں تکرار نہیں ہوتی۔)

★ تیسرا مطلب یہ ہے کہ جنّت میں وہ نعمتیں بھی پائے گا جو دنیا میں بھی دیکھ چکا ہے اور وہ نعمتیں، غذائیں، پھل وغیرہ بھی پائے گا جو اُس کے لیے اچھوتے، اَن دیکھے ہوں گے۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

آیت ۵۴ کی تشریح

جب جنّت کے گدّوں کے استر یعنی اندر کے حصّے اس قدر نفیس ہوں گے تو باہر کے حصّے کسقدر خوبصورت ہوں گے۔ اِس کا اندازہ لگانا تک ممکن نہیں۔

پھر جنتوں کے پھل جنّتیوں کے لیے اس قدر قریب ہوں گے کہ وہ اُنھیں بیٹھے بیٹھے بلکہ لیٹے لیٹے، بلامشقّت چن چن کر کھا سکیں گے۔ (تفسیر صافی)

تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے "تکیہ لگا کر بیٹھنا" اصل میں انتہائی قلبی سکون، امن واطمینان کی طرف اشارہ ہے کہ وہاں اُن کو کسی قسم کا خوف، پریشانی، اضطراب نہ ہوگا

فرش کے استر (بطائنہ) استبرق کے ہوں گے یعنی بیحد نرم، ریشم کے آرام دہ ہوں گے۔ اصل میں جنّت کی نعمتیں نہ قابلِ بیان ہیں اور نہ تصوّر میں آسکتی ہیں۔

(تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾

پھر اُن نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والی ہوں گی، جنھیں اُن جنّتیوں سے پہلے کسی آدمی یا کسی جن نے چھوا بھی نہ ہوگا۔

(۲۱) فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کرو گے؟؟

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ یعنی نیچی نگاہوں والی (شرمیلی) خوبصورت گوری گوری عورتوں سے مراد "شرمیلی (حیا والی) عورتیں ہیں۔ جن کی نظریں صرف اور صرف اپنے شوہروں کی طرف لگی رہیں گی، وہ غیروں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی۔
(تفسیر صافی)

★ عورت کی اصل خوبی شرم، حیاء، اور عفّت و پاکدامنی ہے۔ اِسی لیے خداوندِ عالم نے عورتوں کے حُسن وجمال سے پہلے اُن کے شرمیلے ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ عورت کتنی ہی حسین ہو، اگر بدنظر، بے شرم، بے حیاء ہے، اور ہر آغوش کی زینت بننے کے لیے تیار ہے، تو گویا اُس میں کوئی خوبی نہیں، کوئی شریف آدمی اُس میں دلچسپی نہیں لے سکتا۔ وہ ایک گندے پانی

www.drhasanrizvi.com

کی نالی ہے جو شیریں اور پاک پانی کی نہر کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔
(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان)

★ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمَرْأَۃُ بِلَا حَیَاءٍ کَالطَّعَامِ بِلَا مِلْحٍ"
یعنی: "بے حیا عورت کی مثال ایسی ہے جیسے بغیر نمک کا کھانا (سالن)"

★ آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنّت میں نیک آدمیوں کی طرح نیک جنّ بھی داخل ہوں گے جنوں کی عورتیں بھی ہوں گی، اور وہ باحیا، اچھوتی، کنواری ہوں گی، کسی جنّ نے اُن کو ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ اور نہ کسی انسانی عورت کو کسی انسان یا جنّ نے ہاتھ لگایا ہوگا۔
(تفہیم)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (بروایت حضرت ابوذرؓ)
"جنّت والی بیوی اپنے شوہر سے کہے گی کہ مجھے اپنے پالنے والے مالک کی قسم، میں نے پوری جنّت میں آپ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا، حمد اللہ کے لیے زیبا ہے کہ اُس نے مجھے آپ جیسا (شریف وحسین جمیل) شوہر عطا فرمایا۔"
(تفسیر مجمع البیان)

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾

(وہ حوریں) ایسی خوب صورت ہوں گی جیسے چمکتے ہوئے ہیرے یا بڑے بڑے موتی ہوں

٢٣ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾

پھر اے جنّو! اور انسانو! تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کرو گے؟؟

www.drhasanrizvi.com

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ ﴿۶۰﴾

اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ ﴿۲۳﴾

پھر (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات و احسانات کا انکار کرو گے؟

"احسان" کے معنی حُسن پیدا کرنے کے ہیں۔

جب بندہ خدا کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے عمل سے حسنِ عمل کو پیدا کرتا ہے۔

اِس لیے جواب میں خداوندِ عالم اُسے ہر قسم کا حُسن فراہم کر دیتا ہے۔

جب بندہ حُسن کاری کرے گا تو خداوندِ کریم کی طرف سے حُسنِ کاری کیوں نہ ہو گی؟ پھر

خداوندِ کریم و رحیم کی طرف سے حُسنِ کاری اُسی کی شایانِ شان ہو گی۔ سبحان اللہ

غرض یہاں پہلے "احسان" سے مراد انسان کا حُسنِ کردار ہے۔

اور دوسری مرتبہ جو "احسان" کا لفظ آیا ہے، اُس سے مراد حُسنِ عمل کے صلے میں

خداوندِ کریم کا حُسنِ سلوک ہے، جو ثوابِ آخرت کہلاتا ہے

(تفسیر ماجدی)

"هَلْ" یعنی: کیا؟ یہ لفظ عربی میں عام طور پر اُس وقت بولا جاتا ہے جب

فیصلہ خود عقل و ضمیر، ذوق و وجدان پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ احسان کے بدلے احسان

www.drhasanrizvi.com

نہ کرنا ظلم ہے، اور خداوندِ عالم کی ذات سے بعید ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ اِس لیے یہ آیت خداوندِ عالم کے عدلِ مطلق کو ثابت کرتی ہے۔
(فصل الخطاب)

★ مطلب یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لوگ اللہ کی خاطر دنیا میں اللہ کے احکامات کی پابندیوں کو برداشت کیے ہوں گے، حلال پر اکتفار اور حرام سے اجتناب کیا ہوگا، فرض کو فروری جان کر ادا کیا ہوگا، حق کو حق مانا ہوگا، شر کے مقابلے پر ہر تکلیف برداشت کی ہوگی، اللہ اُن کی ساری قربانیاں ضائع کردے، اور اُن کو اجرِ عظیم نہ عطا فرمائے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں
(تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قرآن مجید میں ایک ایسی آیت ہے جو عمومیتِ کامل رکھتی ہے، اور وہ یہی آیت ہے "ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" (کیا نیکی کا جواب نیکی کے سوا کچھ اور ہے؟)
یہ آیت کافر و مومن سب کے بارے میں ہے جس شخص کے ساتھ کوئی بھی نیکی کرے، اُس کو نیکی کا جواب نیکی کے ساتھ دینا چاہیئے، بلکہ اُس کی نیکی سے زیادہ نیکی کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اُس نے ابتدا کی ہے، اِس لیے اگر اتنی ہی نیکی کی گئی تو اُس کی نیکی افضل و برتر ہوگی۔
(تفسیر عیاشی، تفسیر نور الثقلین جلد ۶، تفسیر مجمع البیان جلد ۹)

★ "احسان" کے معنی ایسی چیز جو انصاف سے بڑھ کر ہے۔ احسان سے پہلے عدل ہے۔ اور "عدل" کے معنی جس کا جتنا حق بنتا ہے اتنا ادا کرنا۔ اور "احسان" کے معنی ہیں اُس کے حق سے زیادہ اُسے ادا کرنا۔ ★ اسی لیے بعد میں فرمایا کہ "تم خدا کے کس کس احسان کا انکار کروگے"؟
(مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

یعنی احسان کا بدلہ تو احسان ہے۔ خدا نے تم کو نعمتیں دے کر احسان فرمایا ہے، اس کا بدلہ یہ ہے کہ تم بھی حُسنِ کاری کرو۔ یعنی۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرو۔

(مؤلف)

★ خداوندِ عالم خود اسی اصول پر ہمارے ساتھ سلوک فرماتا ہے کہ فرمایا:

"ایک نیکی کا بدلہ کم سے کم دس گنا عطا فرماتا ہے۔"

★ ایک مسلمان نے ایک کافر عورت کو دیکھا کہ وہ پرندوں کو دانا کھلا رہی ہے۔ مسلمان نے کہا:

"کافر کا عمل خدا کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ تجھے اِس کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔"

اُس کافر عورت نے کہا: "میں ضرور یہ نیک کام کرتی رہوں گی چاہے ثواب ملے یا نہ ملے۔"

کچھ سال بعد اُس مسلمان نے اُسی کافر عورت کو کعبہ میں طواف کرتے دیکھا۔ اس عورت نے بھی اُس مسلمان کو دیکھ لیا تو کہنے لگی "اے بندۂ خدا! پرندوں کو مٹھی بھر دانا کھلانے کی بدولت خداوندِ کریم نے مجھے اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔"

(تفسیر روح البیان جلد ۹)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾

پھر اُن ۲ دو جنتوں کے باغوں کے علاوہ بھی ۲ دو اور جنتیں ہیں۔

۲۳ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کرو گے؟؟

www.drhasanrizvi.com

دو جنتیں اور ہوں گی

اِس آیت کو جناب رسولِ خدا کی یہ حدیث واضح کرتی ہے

کہ آپ نے فرمایا: "دو دو جنتیں سابقین یا مقربین کے لیے ہوں گی، جن کی جنتوں میں ہر قسم کی سجاوٹ سونے سے ہوگی۔

اور دو دو جنتیں اصحابِ یمین کے لیے ہوں گی (جن کا نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا) اُن کی جنتوں کی ہر چیز چاندی کی ہوگی۔ (دو دو سے مراد کی گئی ہیں)

(فتح الباری ۔ تفسیر کبیر)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"یہ نہ کہا کرو کہ جنت ایک ہے۔ کیوں کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ: "اُن دو جنتوں کے علاوہ دو اور جنتیں ہوں گی"۔

اور کبھی یہ بھی نہ کہا کرو کہ جنت کا درجہ ایک ہے کیوں کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ:

"کئی کئی درجات ہیں، کچھ درجات کچھ سے بہتر ہیں، اور فرق اعمال کی بنیاد پر ہے"۔

(تفسیر مجمع البیان)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "دو سونے کی جنتیں ہیں، جو مقربین کے لیے ہیں۔ اور دو چاندی کی جنتیں ہیں، جو اصحابِ یمین کے لیے ہیں"۔

(تفسیر درِ منثور جلد ۶)

★ سونے اور چاندی کا فرق مرتبہ کے فرق کو بتانے کے لیے ہے۔

(تفسیر نمونہ)

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾

وہ دونوں باغ گھرے سبز رنگ کے ہوں گے۔

www.drhasanrizvi.com

٦٥ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾

تو آخر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کروگے ؟؟

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾

اُن دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے، جوش مار کر فواروں کی طرح اُبلتے ہوئے۔

٦٦ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کروگے ؟؟

آیت ٦٤ کی تشریح "مُدْهَآمَّتٰنِ" کا لفظ مدھامّۃ سے بنا ہے جس کے معنی ایسا گھنا اور سرسبز باغ جو اپنی انتہائی شادابی اور گھنے ہونے کی وجہ سے سیاہی مائل نظر آئے
(مفردات امام راغب، ابنِ جریر)

"مُدْهَآمَّتٰنِ" دُهْمَةٌ کے معنی سیاہ ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ باغات سرسبزی و شادابی میں سیاہی مائل ہوں گے۔ (تفسیر انوار النجف) (سبزے کی شدت اور کثرت کی وجہ سے)

★ جب لوگوں کے مراتبِ ایمان و عمل میں فرق ہے تو اُن کے باغوں کی نوعیت میں بھی فرق ہونا عینِ عدل ہے۔ اسی لیے حسن بصری نے فرمایا: "اعلیٰ درجے کے باغ سابقین کے لیے ہوں گے اور کم درجے کے باغ اُن سے کم مرتبہ والوں کے لیے ہوں گے۔
(تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ ﴿۶۸﴾

اُن دونوں باغوں میں بکثرت پھل، کھجور اور انار ہوں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿۶۹﴾ ۲۷

تو تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن انعامات کا انکار کرو گے؟؟

خاص طور سے پھلوں کا ذکر

جنّت کی غذاؤں میں خاص طور پر پھلوں کا ذکر بتا رہا ہے کہ غذائیت میں بہترین چیز پھل ہیں۔ خاص طور پر کھجور جو پھل بھی ہے اور بہترین غذا بھی۔

جدید تحقیقات کی رُو سے کھجور میں تیرہ[13] حیاتیاتی مادّے اور پانچ وٹامنز ہیں۔ ایک کھجور کی غذائیت ایک روٹی کے برابر ہے۔ کھجور نہایت قوّت بخش غذا بھی ہے اور فرحت بخش بھی۔ حدیث میں کھجور کو پھلوں کا سردار فرمایا گیا ہے۔

(بحار الانوار جلد ۶۶)

★ انار، معدے کو تقویت بخشتا ہے۔ پرانے زخموں کو اچھا کرتا ہے۔ یرقان اور صفرا کے بخاروں کو دور کرتا ہے۔ خارش کے لیے مفید دوا ہے، نظر کو قوّت دیتا ہے، مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے، اسہال کو روکتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا "اپنے بچوں کو انار کھلایا کرو، کہ یہ جلد جوان کرتا ہے۔" اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا نے انار سے زیادہ روئے زمین پر پیدا ہونے والے کسی پھل کو پسند نہیں فرمایا۔

(بحار الانوار جلد ۶۶ - کافی جلد ۶)

www.drhasanrizvi.com

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾

پھر اُن نعمتوں کے درمیان اچھی صورت اور اچھی سیرت والی بیویاں ہوں گی۔

۷۸

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

پھر تم دونوں اپنے مالک کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے؟؟

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾

خیموں میں ٹھہرائی ہوئی گوری گوری حوریں ہوں گی۔

۷۹

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن احسانات اور انعامات کا انکار کرو گے؟؟

آیت میں "حِسَانٌ" یعنی ظاہری خوبصورت۔ "پھر اس سے پہلے خیرٰتٌ" کا لفظ حسنِ سیرت کو بتا رہا ہے۔ یعنی اچھی صورت اور اچھی سیرت والی بیویاں (ہر قسم کے لطف و لذت کا سامان ہوتی ہیں)

(ابنِ جریر)

www.drhasanrizvi.com

آیت کی تشریح | "حُوْرٌ" - حَوْرَاءُ کی جمع ہے | جس کے معنی "سیاہ چشم حسینہ" کے ہیں۔

★ روایت میں ہے کہ جب جنّت کی حوریں ترنّم میں اپنی عمدگی اور صفات بیان کریں گی تو دنیا کی مومن عورتیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ جنّت میں ہوں گی، اُن کا حُسن جنّت میں حورانِ جنّت سے کہیں زیادہ ہوگا، وہ بھی اُن حوروں کے جواب میں اُن سے بہتر ترنّم کے ساتھ اپنی صفاتِ حسنہ کو بیان کریں گی تو اُن کی آواز میں وہ حُسن ہوگا کہ جنّتی حوروں پر غالب آجائیں گی۔ اور مومن شوہر اپنی پوری عیش و انبساط کے ساتھ اُن سے لذّت و سرور سے بہرہ ور اور لطف اندوز ہوں گے۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِيَامِ یعنی وہ حوریں اپنے اپنے خیموں میں ہوں گی۔

جناب رسالتمآب صلعم سے مروی ہے کہ حورانِ جنّت کا ایک ایک خیمہ سفید موتیوں کا ہوگا جس کے اندر کافی وسعت ہوگی، جس میں مومن کے لیے الگ الگ آرام گاہیں بنی ہوں گی۔ اور

بروایت انس آپ صلعم نے فرمایا: "میں شبِ معراج ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر مرجان کے خیمے نصب تھے، اور مجھے سلام کی آوازیں پہنچیں تو میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ "یہ حورانِ جنّت ہیں جو آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سلام کر رہی ہیں۔" وہ کہہ رہی تھیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں، ہم ایسی دلکش ہیں جن سے کبھی اکتاہٹ نہ ہوگی، ہم شریف نیک لوگوں کے لیے مخصوص ہیں۔"

(تفسیر مجمع البیان - انوار النجف)

★ "تفسیر برہان" میں ہے کہ "حورانِ جنّت یاقوت و مرجان کے خیموں میں ہوں گی۔ ہر خیمے کے چار دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر ستّر ستّر خوش رنگ و خوب رو، خورسند و چاق و چوبند کنیزیں اُن کے حکم کی پابند ہوں گی۔

ایک اور روایت میں فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوندِ عالم نے حورانِ جنّت کو جنّت میں ہی پیدا کیا، اور ہر حور ستّر ستّر حلّہ ہائے جنّت میں ملبوس ہوگی اور وہ اس قدر حسین

www.drhasanrizvi.com

ہوں گی کہ اُن کی پنڈلی کی ہڈی کا مغز بھی ستر ستر حلّوں کے باوجود نظر آرہا ہوگا جس طرح سرخ پانی شیشے کے سفید برتن سے نظر آرہا ہوتا ہے۔ اور ہر جنتی مرد میں ایک ایک سو مردوں کے برابر طاقت ہوگی۔ اور وہ اُن حورانِ جنّت سے لذّت اندوز ہوگا، اور ہمبستری کے بعد بھی تر و تازہ اور شگفتہ رہے گا، اور اسی طرح حوریں بھی سست نہ پڑیں گی، وہ بھی نوعروس کی طرح تازہ دم، شگفتہ رو اور خوش ہوں گی۔

(تفسیر انوار النجف)

★ حور کے لفظی معنی گورے رنگ والی بہت خوبصورت عورت کے ہیں۔

آیت ۷۰ کو سامنے رکھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ نہایت خوبصورت، خوب سیرت، پاک دامن اچھوتی عورتیں جن کا تخیّل بھی نہایت حسین ہو۔

عورتوں اور اُن کے حُسن کے بیان سے جدید روشن خیال مفکّرین intellectuals کو حیا آتی ہے، جو مسیحی تصوّرات سے دماغی مرعوبیت کا نتیجہ ہے جبکہ عورت خداوندِ عالم کے جمال کا مظہر ہے۔ ← " وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ " (اقبالؒ)

(تفسیر ماجدی)

★ پھر خداوندِ عالم نے فرمایا کہ " وہ حسین عورتیں خیموں میں ٹھہرائی ہوئی ہوں گی "۔ یعنی

عورت کا حُسن اور مقام سوشل ہونے میں نہیں ہے بلکہ
چادر اور چار دیواری کے اندر ہی ہے۔ (فصل الخطاب)

بقول ڈاکٹر اقبالؒ: بتولی باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیری بگیری

یعنی: اے عورت! جناب بتولؑ (فاطمہ زہراؑ) کی طرح اس دنیا (کے مردوں، نامحرموں) سے الگ تھلگ ہوجا۔ نگاہوں سے چھپ کر رہ، تاکہ اپنی گود میں شبیرؑ جیسی اولاد کو پرورش کر سکے۔

(اقبالؒ)

www.drhasanrizvi.com

عورتیں زیادہ خوبصورت اور بہتر ہوں گی یا جنتی حوریں؟

حضرت اُمِّ سلمہ رض (اُمّ المومنین) فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا ص سے دریافت کیا کہ

"یا رسولَ اللہ! دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا حوریں"؟

جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: "دنیا کی عورتوں کو حوروں پر بدرجہا فضیلت حاصل ہوگی"۔

میں نے عرض کی: "کیوں"؟

آنحضرت ص نے فرمایا: "اس لیے کہ دنیا کی عورتوں نے نمازیں پڑھی ہوں گی، روزے رکھے ہوں گے، دیگر عبادتیں کی ہوں گی"۔ (یعنی اُمورِ خانہ داری کی زحمتیں، شوہروں کی خدمت کی زحمتیں، بیماریوں اور ولادتوں کی زحمتیں برداشت کی ہوں گی) (معلوم ہوا کہ مومن عورتیں حوروں سے بدرجہا خوبصورت اور دلکش ہوں گی)۔ (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ عورتیں اپنے ایمان و عمل کا سامان لے کر گئی ہوں، اُن کو حدیثِ رسولِ خدا ص کے مطابق، یہ حق دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی کے شوہروں کے ساتھ جنت میں بیویاں بن کر رہیں۔

اب رہی حوریں، تو وہ اپنے ایمان و عمل یعنی استحقاق کی بنا پر جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ خدا اُن کو جنت کی دیگر نعمتوں کی طرح خاص طور پر خوبصورت پیدا کرے گا، تاکہ جنتی اُن کی صحبت سے لطف اندوز ہوں۔ وہ حوریں جنتیوں کی تفریح گاہوں میں عالی شان خیموں میں مقیم ہوں گی، جبکہ اُن کی بیویاں اُن جنتیوں کے ساتھ اُن کے عالی شان محلات و قصور میں رہیں گی۔ اس لیے قرآن نے پہلے خوبصورت بیویوں کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد حوروں کا ذکر فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم، نمونہ)

"حور": حوراء کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں، ایسی عورت جس کی آنکھیں سیاہ ہوں اور جسم کا رنگ سفید، صاف و شفاف ہو۔ چہرہ گورا اور بہت حسین ہو۔

خیمہ صرف کپڑے کے بنے ہوئے مکان کو نہیں کہتے بلکہ لکڑی کے بنے ہوئے مکان کو بھی کہتے ہیں۔ (لسان العرب۔ مجمع البحرین، المنجد)

www.drhasanrizvi.com

لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ ۚ﴿۷۴﴾

اُن حوروں کو اُن جنّتیوں سے پہلے کسی انسان یا جنّ نے
چھُوا تک نہ ہوگا

۳۰ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ﴿۷۵﴾

تو پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن
انعامات کو جھٹلاؤ گے؟؟

مُتَّكِـِٕيۡنَ عَلٰى رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ
وَّعَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ ۚ﴿۷۶﴾

وہ (جنّتی) سبز قالینوں اور خوب صورت نفیس اور
نادر گدّوں اور فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۳۱ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

پھر تم دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن
انعامات کو جھٹلاؤ گے؟؟

www.drhasanrizvi.com

☆ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ (اُن کو کسی نے مس نہ کیا ہوگا) ہاتھ نہ لگایا ہو۔

یہ تکرار اِس لیے ہے کہ حورانِ جنّت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) ☆ ایک وہ جو شرمیلی آنکھوں کو جھکائے ہوئے جنّت میں چل پھر رہی ہوں گی۔

(۲) ☆ دوسری وہ جو اپنے خیام کے اندر اپنی آرام گاہوں پر اپنے حُسن و سنگھار کے ساتھ جلوہ گر ہوں گی۔ تاکہ جنّتی آدمی خیمہ کے اندر جائے، یا باہر سیر و تفریح کے لیے نکلے تو اُسے ہر طرف بہار ہی بہار نظر آئے، اور ہر جگہ اُس کی دل لگی کا انتظام موجود ہو۔ پس یہ ہر دو قسم کی حوریں، نئی نویلی ہوں گی، جن کو اُن سے پہلے کسی نے چھوا تک نہ ہوگا۔ اُن کی خوبی یہ ہوگی کہ یہ ہمیشہ اسی طرح نو بیاہتی دلہن کی طرح "نئی نویلی" باکرہ رہیں گی۔

"رَفْرَفٍ" اِس کے معنی "ترو تازہ" یا۔ آرام گاہ۔ یا۔ سرہانہ" کیے گئے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے اِس کے معنی باغاتِ جنّت کیے ہیں۔

اور "رفرف" کی واحد "رفرفۃ" ہے۔

"عَبْقَرِيٍّ" اِس کے معنی "عمدہ، خوبصورت، سنہرہ، دیباج" بیان کیے ہیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ: "ہر منقّش لباس کو عبقری کہا جاتا ہے۔

اور بعض نے تعمیم کر کے یہاں تک بھی کہا ہے کہ: "ہر وہ شئے جس کی عمدگی و نمائش میں جدّت و جودت ہو، اُس کو عبقری کہا جاتا ہے۔

(غرض اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو "عبقری" فرمایا ہے، اُن کی کیا شان ہوگی؟)

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۷۶: "عَبقَر" ایک خطے کا نام ہے۔ جہاں منقّش کپڑا تیار ہوتا تھا۔ بعد میں ہر عمدہ اور خوبصورت چیز کو "عبقر" کہنے لگے۔

"عبقری" اُس بچھونے کو کہتے ہیں جو بہت ہی عمدہ، خوبصورت، نفیس اور قابلِ تعریف ہو۔

(مفردات امام راغب)

فارسی میں "عبقر" کے معنی

(۱) جو سب سے بہتر ہو۔ (۲) ہر وہ چیز جس میں کمال ہو۔

(۳) سردار ہو (۴) مضبوط اور پائیدار ہو (۵)

(۵) خاص قسم کے فرش اور بچھونوں کو بھی "عبقر" کہتے ہیں۔

(قاموس)

(۶) عرب جاہلیت میں جنوں اور پریوں کے دارالسلطنت کا نام "عبقر" تھا۔ جسے ہم اُردو میں پرستان کہتے ہیں۔

اِس لیے عرب ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو "عبقری" کہتے تھے۔

بلکہ عرب محاورے میں غیر معمولی قابلیتوں کے مالک انسان کو بھی "عبقری" کہا جاتا ہے۔ جیسے انگریزی میں Genius کہتے ہیں جو Genie سے ماخوذ ہے۔

غرض غیر معمولی، بہت زیادہ، عمدہ اور خوبصورت چیز کو "عبقری" کہتے ہیں۔

(لسان العرب، تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

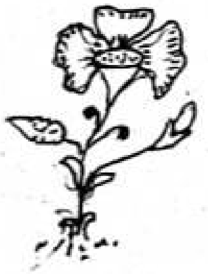

www.drhasanrizvi.com

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

ع ۳ ۱۳

قائم و دائم بڑی برکت والا نام ہے آپؐ کے پالنے والے مالک کا، جو بڑی عظمت، عزّت اور بزرگی والا ہے۔

★ نام "اسم" سے یہاں مراد خداوندِ عالم کے صفات ہیں۔ جو موصوف کی علامت ہوتے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی)

برکت کے معنی فائدہ پہنچانے والی چیز۔ خداوندِ عالم کے نام سے زیادہ کونسی چیز فائدہ پہنچانے والی ہو سکتی ہے؟ کیوں کہ خدا کی ذات تمام فائدوں کا سرچشمہ ہے۔ اب کیوں کہ خدا کے فیضان کا سرچشمہ اُس کے صفات ہیں، اِس لیے خدا کے اسم کو بھی بابرکت فرمایا گیا ہے۔ پھر جس کا اسم اس قدر مفید ہو، اُس کی ذات کس قدر فیض رساں ہوگی؟ جبکہ خدا کے صفات اُس کی عینِ ذات ہیں۔

پھر "ذی الجلٰل" فرما کر اُس کی صفاتِ جلال۔ یعنی صفاتِ سلبیہ کی طرف اشارہ فرما دیا، اور "وَ الْاِکْرَامِ" فرما کر تمام صفاتِ ثبوتیہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔

★ پُرکشش بات یہ ہے کہ یہ سورۃ "الرَّحْمٰن" کے نام سے شروع ہوتی اور ذی الجلال والاکرام

www.drhasanrizvi.com

پر ختم ہوئی ۔ گویا خدا کے نام سے شروع ہوئی اور خدا ہی کے نام پر ختم ہوئی ۔

دونوں نام صفتِ جمال کو بتاتے ہیں ۔ گویا پوری سورۃ خدا کی صفاتِ جمال اور صفاتِ ثبوتیہ کا مظہرِ کامل ہے ۔

(تفسیر نمونہ)

ایک شخص نے جنابِ رسولِ خداؐ کے سامنے خدا سے دعا کی اور آواز دی یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یہ سن کر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اب جبکہ تم نے خدا کو اس نام سے پکارا ہے تو تمھاری دعا قبول ہے ۔ اب جو چاہتے ہو مانگ لو ۔"

(تفسیر درمنثور جلد ۶)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: فرمایا:

" ہم اللہ کا جلال اور اُس کی کرامت ہیں ۔ اسی لئے خدا نے اپنے بندوں کو ہماری اطاعت کی عزت بخشی ہے ۔"

(تفسیر برہان جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

معلوم ہوا کہ (۱) اولیاءِ خدا ، خداوندِ عالم کی صفاتِ جلال و جمال کا مظہر ہوا کرتے ہیں ۔

(۲) اور اُن کی اطاعت کرنا وہ عزت ہے جس کی توفیق خدا کی عطا ہی سے مل سکتی ہے ۔ (مؤلف)

مشرکوں کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت

جب یہ سورۃ اتری تو حضورِ اکرمؐ سے صحابہ کرام نے عرض کی کہ اب تک قریش کے سامنے قرآن کی کوئی سورۃ نہیں پڑھی گئی ۔ کون ہے جو یہ سورۃ الرحمٰن اُن کو سنائے ؟ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "میں حاضر ہوں ۔" لوگوں نے کہا: تمھارا قبیلہ کمزور ہے وہ تم کو اذیت دیں گے ۔" میں نے کہا: "خدا میرا دفاع کرے گا ۔" دوسرے دن عبداللہ بن مسعود نے دوپہر کے وقت مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ سورۃ تلاوت کی تو قریش نے اُن کے منھ کو تھپڑ مارا ۔ مگر وہ پھر بھی پڑھتے ہی رہے ۔ جب لوٹے تو چہرے پر زخموں کے نشان تھے ۔ لوگوں نے دلاسہ دیا تو فرمایا: "اگر تم کہو تو کل پھر پڑھوں ؟" صحابہ نے فرمایا: "بس اتنا کافی ہے ۔"

(سیرۃ ابنِ ہشام جلد ۱)

www.drhasanrizvi.com

سُورۃُ الواقعۃ کے فضائل

قیامت کے واقعہ کا بیان والا سورہ

اور

خصوصیات

اس سورہ میں قیامت کے واقعہ کا بیان ہے۔

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے سورۂ واقعہ کو پڑھا اُس کے بارے میں لکھا جائے گا کہ: یہ غافلین میں نہیں ہے"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۹، تفسیر برہان جلد ۴)

اصل میں اس سورہ کے مطالب اس قدر چونکا دینے والے ہیں کہ اس کو پڑھنے والا کبھی خدا کے عذاب و ثواب سے غافل رہ ہی نہیں سکتا۔

(تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ کے چہرۂ اقدس پر بڑھاپے کے آثار اس قدر جلد کیوں نمایاں ہو گئے؟

آپؐ نے فرمایا کہ: "سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات اور سورۂ نبا (عم یتسائلون) نے مجھے بوڑھا کر دیا۔"

(خصائل شیخ صدوق)

★ کیوں کہ ان سورتوں میں قیامت کے دل ہلا دینے والے واقعات کو نہایت مؤثر طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اسی لئے ان کا پڑھنے والا آخرت کی سزاؤں کو پڑھ کر کانپنے لرزنے لگتا ہے۔

(تفسیر نمونہ)

معلوم ہوا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے، ورنہ سورتوں کے یہ مذکورہ اثرات مرتب نہ ہوں گے (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"جو شخص ہر شب جمعہ سورۂ واقعہ سمجھ کر پڑھتا ہے تو (۱) خداوندِ کریم اُس کو دوست رکھتا ہے (۲) اُس کو لوگوں کا محبوب بنا دیتا ہے۔ (۳) اُسے دنیا میں کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ (۴) فقر و فاقے کی آفت اُس پر نہیں آتی (۵) روزِ قیامت حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں شمار ہوگا۔
(ثواب الاعمال، تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ شاید اِس لیے کہ اِس سورۃ کو حضرت امام علی علیہ السلام سے خاص نسبت ہے اور آپؑ اِس سورۃ کو بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔
(مؤلف)

★ آخری زمانے میں حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ میں کچھ ناراضگی ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے اُن کا وظیفہ بند کر دیا۔ جب عبداللہ بن مسعود سخت بیمار ہوگئے تو ایک دن حضرت عثمانؓ اُن کی عیادت کے لیے گئے، جاکر پوچھا: کیوں پریشان ہو؟
★ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اپنے گناہوں کی وجہ سے۔"
★ حضرت عثمانؓ نے پوچھا: "تمھارا دل کیا چاہتا ہے؟"
★ فرمایا: "اللہ کی رحمت کو چاہتا ہے۔"
★ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو علاج کے لیے طبیب کا انتظام کر دوں؟"
★ فرمایا: "طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔"
★ حضرت عثمانؓ نے پوچھا: "اگر اجازت دو تو تمھارا وظیفہ بیت المال سے لے آئیں؟"
★ فرمایا: جب اس کی ضرورت تھی تو تم نے اسے مجھ سے روک لیا، آج جب مجھے اس کی ضرورت

www.drhasanrizvi.com

نہیں ہے تو مجھے دے رہے ہو۔"

★ حضرت عثمان نے فرمایا: "چلو تمھاری بیٹیوں کے کام آئے گا۔"

★ عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا: "میری بیٹیوں کو بھی اِس کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میں نے اُن کو سمجھا دیا ہے کہ سورۂ واقعہ پڑھا کریں۔ کیوں کہ میں نے جناب رسولِ خداؐ سے خود یہ سنا ہے کہ: "جو شخص رات کو سورۂ واقعہ پڑھے، وہ کبھی افلاس کا شکار نہ ہوگا۔"

تفسیر مجمع البیان جلد ۹ ص ۲۱۴

★ سورۃ الواقعۃ کا ایک نام سورۂ غنی بھی ہے۔ (یعنی دولتمندی دینے والا)

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۷)

★ بہرحال یہ بات سَو فیصد طے ہے کہ کسی سورۃ کے صرف الفاظ کو طوطے کی طرح بغیر سمجھے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اِس لیے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: "لا تلاوۃ بلا تدبر" وہ تلاوت ہی نہیں ہوتی جس میں غور و فکر اور سمجھنے کو دخل نہ ہو۔"

(نہج البلاغۃ - تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیاتُھا ۹۶ — # سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ — رُکُوْعَاتُھَا ۳

قیامت کے واقع ہونے والے واقعہ کے ذکر والی سورۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ﴿۱﴾ جب ہونے والا واقعہ (قیامت) واقع ہوگا۔

لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ﴿۲﴾ تو اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہ سکے گا۔ وقف لازم

☆ یہ سورۃ اُس زمانے میں اُتری تھی جب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اسلام کا پیغام پہنچانا شروع فرمایا تھا۔ مشرکوں، کافروں کو سب سے زیادہ تعجب اِس بات پر ہوتا تھا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دن یہ سارا زمین اور آسمانوں کا نظام

www.drhasanrizvi.com

درہم وبرہم ہوجائے، سارے مردے زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہوں، پھر حساب کتاب ہو۔ جنّت، جہنّم ہو۔ یہ ساری باتیں اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ آخر یہ چاند سورج، ستارے سیّارے، زمین، آسمان کہاں چلے جائیں گے؟ جنّت جہنّم کہاں سے آجائیں گی؟ اُنھیں یہ ساری باتیں جادوگری معلوم ہوتی تھیں۔

اُن کو سمجھایا جارہا ہے کہ یہ قیامت کا واقعہ اِس شان سے ظاہر ہوگا کہ کوئی اُس کو جھٹلا نہ سکے گا، اور یہ اچانک واقع ہوجائے گا، اور لازمًا ہوکر رہے گا، اِس لیے کہ اِس کے بغیر مقصدِ تخلیق پورا ہو ہی نہیں سکتا۔

٭ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

عربی میں وَقَعَۃٌ کسی ایسے بڑے حادثے یا واقعے کو کہتے ہیں جو اچانک واقع ہوجائے اور جس کے واقع ہونے کا کوئی انکار بھی نہ کرسکے۔

٭ (مفردات امام راغب)

٭ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ: یعنی:

(۱) اِس کا واقع ہونا لازمی ہے، یہ واقعہ ٹل نہیں سکتا۔ اُس کا پھیر دینا ممکن نہیں۔

(۲) کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ یہ واقعہ واقع نہیں ہوا۔

٭ (تفسیر کبیر)

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ﴿۳﴾ وہ کسی کو نیچا دکھانے والا ہوگا اور کسی کو اونچا کرنے والا ہوگا۔

اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ﴿۴﴾ جب زمین پوری طرح ہلا ڈالی جائے گی،

www.drhasanrizvi.com

وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ اور پہاڑ اس طرح ذرہ ذرہ ہوجائیں گے

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ﴿۶﴾ جیسے وہ فضا میں اُڑتے ہوئے بے حقیقت غبار کے ذرّے ہیں۔

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ (اُس وقت) تم سب تین گروہ ہوجاؤ گے

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ دائیں طرف والے۔

مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ تم کیا جانو کہ دائیں طرف والے کتنے (خوش نصیب) ہیں ؟

وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں طرف والے،

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ تم کیا جانو کہ بائیں طرف والے کتنے (بد بخت) ہیں ؟

آیت ۳: خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ = گرانے والا، اُٹھانے والا

★ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو سارا نظامِ عالم الٹ پلٹ جائے گا نیچے والے اوپر آجائیں گے، اور اوپر والے نیچے دب جائیں گے۔

★ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عزّت و ذلّت کا وہ معیار باقی نہ رہے گا جو دولتمندوں،

www.drhasanrizvi.com

سرکشوں نے دنیا میں بنا رکھا ہے، اُس دن وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں گے۔ اور جو نیک لوگ ذلیل سمجھے جاتے تھے وہ عزّت پائیں گے۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم، کشاف، تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"قیامت (کا ایک نام) خَافِضَة (گرا دینے والی) ہے۔ کیوں کہ خدا کی قسم قیامت خدا کے دشمنوں کو جہنّم میں گرا دے گی۔ (کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے) قیامت "رَافِعَة" ہے۔ اِس لیے کہ خدا کی قسم، خدا کے اولیاء (دوستوں) کو بہشت میں بلند درجات پر پہنچا دے گی۔" (ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے)

(خصائل شیخ صدوقؒ، تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

آیت ۸: مَیْمَنَة (۱) "یمین" کے لفظ سے نکلا ہے۔ اس کے معنی داہنے ہاتھ والے ہیں داہنے ہاتھ والوں سے عربی محاورہ میں مراد قوّت، عزّت، شان و شوکت والے لوگ ہیں جو واجب الاحترام ہوں۔ کیوں کہ اُن کو محفل میں سیدھے ہاتھ پر بٹھاتے تھے۔ اگر عرب یہ کہتے تھے کہ فلاں شخص میرے نزدیک عزّت والا ہے تو وہ کہتے تھے: فُلَانٌ مِنِّيْ بِالْيَمِيْنِ۔ یعنی جس طرح اُردو میں کہتے ہیں کہ فلاں صاحب میرے دستِ راست ہیں۔ یعنی میرے خاص مددگار ہیں۔

(۲) "مَیْمَنَة" کا لفظ "یُمن" سے بھی ماخوذ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اِس کے معنی مبارک خوش نصیب، نیک بخت لوگ ہوں۔ ...... (مفردات امام راغب، قاموس، لسان العرب)

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ کی صحیح تفسیر

★ اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص جناب امیر المومنین علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ "لوگوں کا خیال ہے کہ مومن زنا نہیں کیا کرتا، شراب نہیں پیتا، سود خور نہیں ہوتا، خوں ریزی نہیں کرتا۔ اور میر بعض اوقات دل تنگ ہوتا ہے جب یہ سوچتا ہوں کہ ایک شخص ہم جیسا نمازی بھی ہو، دعائیں بھی مانگتا ہو، ہمارے ساتھ سلسلۂ نکاح بھی رکھتا ہو اور احکامِ وراثت میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہو، اور باوجود اس کے کسی ایک گناہ کی وجہ سے ایمان سے نکل جائے۔" ؟

آپؑ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ لیکن میں نے جناب رسولِ خداؐ سے سنا ہے، اور قرآن مجید میں اس کی دلیل سورۂ واقعہ کی ان آیات میں موجود ہے جن میں خداوندِ کریم نے لوگوں کو تین طبقات میں تقسیم فرمایا ہے۔ (یعنی اصحاب المیمنۃ (۱)، اصحاب المشئمۃ (۲) اور سابقون (۳)۔)

پس "سابقون" سے مراد انبیاءؑ ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں۔ اور خداوندِ کریم نے اُن میں پانچ ارواح خلق فرمائی ہیں۔ (۱) روح القدس (۲) روح الایمان (۳) روح القوۃ (۴) روح الشہوۃ (۵) روح البدن۔ چنانچہ روح القدس کی بدولت وہ انبیاء و مرسلین بنے تھے۔ روح الایمان کی وجہ سے وہ شرک سے منزہ اور عبادتِ پروردگار کے شوقین تھے، اور روح القوۃ کی بدولت اُنھوں نے اسلام کے دشمنوں سے جہاد کیا، اور اپنی معاش کے لیے دنیاوی کاروبار میں حصہ لیا، اور روح الشہوۃ کی بنا پر اُنھوں نے شادیاں کیں، اور بعض اوقات عمدہ کھانے بھی تناول فرمائے، اور روح البدن کے سبب سے وہ چلتے پھرتے تھے اور نشو ونما پاتے تھے۔ اُنہی کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: تِلْكَ الرُّسُلُ ...... الخ نیز فرمایا کہ: وَ اَيَّدْنٰهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ پس اُن کو تمام انسانوں پر فضیلت و کرامت حاصل ہے۔ (بقرہ آیت ۲۵۳)

پھر آپؑ نے "اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ" کا ذکر فرمایا جو سچ مچ مومن ہیں۔

خداوندِ کریم نے اُن میں چار ارواح خلق فرمائیں۔ روح الایمان (۱)، روح القوۃ (۲)، روح الشہوۃ (۳) روح البدن (۴)۔ اگر حالات نہ بدل جائیں تو مومن میں یہ چار روحیں ہوتی ہیں۔ حالات بدلنے سے مراد

www.drhasanrizvi.com

بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں انسان کے تمام ارواح ناقص ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ دین سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا، کیوں کہ اللہ ہی نے اُس کو اِس حالت پر پہنچایا ہے۔

اب وہ نہ نماز کا وقت جان سکتا ہے، نہ تہجّد کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، نہ لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے، اور یہ سب اُس کے روح الایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہے جو کہ اُس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔
اور روحَ القوہ کی کمزوری کی وجہ سے نہ وہ جہاد میں حصّہ لے سکتا ہے اور نہ روزی کما سکتا ہے۔
اور روحَ الشہوہ کی کمزوری کی بدولت کسی حسین دوشیزہ کی طرف رغبت نہیں رکھتا۔
اور روحَ البدن اُس میں موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ چلتا پھرتا اور دن پورے کرتا ہے۔
اور یہ حالات کی تبدیلی اُس کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں کیوں کہ ان کا فاعل اللہ ہے، یہ خود نہیں ہے۔

البتہ یہ حالات جوانی کے زمانے میں بھی انسان پر وارد ہوتے ہیں تو اُس وقت انسان غلطی کا مرتکب ہو جایا کرتا ہے۔ پس روحِ قوّت اُس کو گناہ پر دلیر کرتی ہے۔ روحِ شہوت اُس کے لیے گناہ کو مزیّن کرتی ہے، اور روحِ بدن اس کو گناہ کی طرف کھینچ کر لے جاتی اور گناہ کرا دیتی ہے۔

اور جب وہ گناہ کر بیٹھتا ہے تو روحِ ایمان کمزور ہو جاتی ہے، اور پھر چلی جاتی ہے، جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ اور اگر توبہ کر لے تو خداوندِ کریم اُس کو معاف کر دیتا ہے، پھر اگر توبہ کو توڑ دے تو وہ جہنّم کا سزاوار ہو جاتا ہے۔

"اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ" سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:
"وہ حضور اکرمؐ کو اِس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے گھروں میں اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، اور توراۃ اور انجیل کی روشنی میں وہ ولایت کو بھی پہچانتے ہیں لیکن دیدہ و دانستہ وہ حق پر پردہ ڈالتے ہوئے اُس کا بھی انکار کرتے ہیں۔ پس جب ان لوگوں نے حق کا انکار کیا تو روح الایمان "ان سے" سلب ہو گئی اُن کے جسموں میں تین روحیں رہ گئیں۔ روحِ قوت، روحِ شہوت، روحِ بدن۔ اُن کے متعلق فرمایا: وہ چوپایوں کی طرح ہیں... الخ کیونکہ چوپایوں میں بھی تین روحیں ہوتی ہیں۔ ملخصًا (تفسیر انوار النجف)

وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ اور (نیکیوں میں) آگے بڑھ جانے والے وہ تو (حقیقتاً) پوری طرح آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ وہی تو (خدا کے خاص) مقرّب افراد ہیں۔

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾ وہ نعمتوں سے بھری سرسبز و شاداب جنّتوں کے گھنے باغوں میں ہوں گے

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ | یعنی "نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے"۔

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: اِس آیت میں "سابقون" سے مراد انبیاءؑ (اور مرسلینؑ) ہیں، خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں ۔ اور میں خیر السابقون ہوں"۔ اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ ہیں ۔ اور اُن کے شیعہ۔
(تفسیر انوار النجف)

★ لبعض مفسّرین نے لکھا ہے کہ: پہلے "السابقون" کے معنی ایمان میں سبقت کرنے والے، اور دوسرے "السابقون" کے معنی جنّت کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے۔ (یا) جنّت میں دوسروں سے بلند درجات پانے والے"۔
(تفسیر نمونہ)

★ تاریخ کے اعتبار سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے ایمان کا اعلان کرنے والے حضرت امام علیؑ تھے۔ جو غارِ حرا میں پہلی وحی کے اترتے وقت رسولِ اکرمؐ کے ساتھ تھے اور نورِ وحی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ (مجمع البیان جلد ۹)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۱ کی تشریح :- فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

" اللہ نے کل تین قسم کے آدمی پیدا کیے ہیں ۔ (۱) سابقون (نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے) جو اللہ کے خاص بندے ہیں ۔ اُن میں اللہ نے پانچ روحیں قرار دی ہیں

(۱) روح القدس ۔ جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کی حقیقت پہچان لیتے ہیں ۔

(۲) روح الایمان ۔ جس کی وجہ سے وہ خدا سے خوف کھاتے ہیں ۔

(۳) روح القوۃ ۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت کرنے پر قادر ہوتے ہیں ۔

(۴) روح الشہوۃ ۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت کی خواہش رکھتے ہیں اور خدا کی نافرمانی سے نفرت کرتے ہیں ۔

(۵) روح المدارج یا روح الحرکت ۔ جس کی وجہ سے وہ چلتے پھرتے، آتے جاتے ہیں ۔

(تفسیر صافی بحوالہ کافی)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا : " ہم (اہلِ بیت) ہی السابقون السابقون ۔ سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں ۔ اور ہم ہی آخرون ہیں ۔

(تفسیر صافی)

(یعنی پہلے والوں میں بھی سب سے آگے بڑھنے والے ہم ہیں جو رسولِ خداؐ کے زمانے کے قریب تھے اور بعد والوں میں بھی ہم ہی سب سے آگے بڑھنے والے ہیں ۔ کیونکہ ہم دونوں گروہوں کے امام ہیں ۔

امام وہی ہوتا ہے جو نیکیوں میں سب سے آگے ہو تاکہ دوسروں کے لیے نمونۂ عمل بن سکے ۔

(مولف) ۔

★ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا کہ خلافت کی بحث تو ایک فنی بحث ہے لیکن اس میں کسی کو انکار نہیں ہے کہ اہلِ بیتِ رسولؐ ہر حسنِ عمل میں ساری اُمت میں سب سے آگے ہیں ۔ (اسی لئے ساری امت کو ان پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

(تحفۂ اثناء عشریہ)

www.drhasanrizvi.com

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وہ گروہ اگلوں میں سے تو بہت بڑا ہوگا

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾ اور بعد والوں میں سے کم ہوں گے،

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ وہ سجے ہوئے تختوں کے اوپر

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ ﴿١٧﴾ اُن کے سامنے ہمیشہ (نوجوان)

مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ رہنے والے لڑکے چکر لگا رہے ہوں گے

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ ﴿١٨﴾ شراب کے پیالے اور صراحی، اور بہتی

مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ ہوئی شراب کے چشمے سے بھرے ہوئے جام لیے ہوئے،

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا ﴿١٩﴾ (جسے پی کر) نہ تو اُن کا سر چکرائے گا

يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ اور نہ دردِ سر ہوگا، نہ ہوش و حواس اُڑیں گے،

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وہ (لڑکے) اُن کے سامنے لذیذ پھل (پیش کریں گے) تاکہ اُن میں سے وہ جس (پھل) کو چاہیں پسند کریں۔

www.drhasanrizvi.com

وَ لَحۡمِ طَیۡرٍ مِّمَّا یَشۡتَہُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اور طرح طرح کے پرندوں کا گوشت (پیش کریں گے) جو انھیں پسند ہوگا (وہ کھائیں)

وَ حُوۡرٌ عِیۡنٌ ﴿۲۲﴾ اور بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی گوری گوری حوریں ہوں گی

کَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُوٴِ الۡمَکۡنُوۡنِ ﴿۲۳﴾ ایسی خوبصورت جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں

جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ یہ سب کچھ اُن کے کاموں کے صلے کے طور پر اُنھیں ملے گا، جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا وَّ لَا تَاۡثِیۡمًا ﴿۲۵﴾ وہاں وہ کوئی بے کار، بے ہودہ گندی، گنہگار بنانے والی بک بک نہیں سنیں گے،

اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ جو بات بھی ہوگی وہ ٹھیک ٹھیک ہوگی۔ (یا) ہر طرف سے سلام سلام، ہی کی آوازیں سُنیں گے۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۱ تا ۱۴ | مقرّبین کی اکثریت پچھلوں میں

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ پچھلوں یعنی رسولِ اکرمؐ سے پہلے والوں میں مقرّبین کی اکثریت ہے جبکہ رسولِ اکرمؐ کے بعد والوں میں سابقین کم ہیں۔

(تفسیر تبیان)

★ پچھلوں میں سابقین کے زیادہ ہونے کی وجہ شاید یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں نے ہم سے زیادہ طویل زمانہ پایا۔ (معالم)

★ اگر سابقون سے مراد انبیاءؑ و مرسلین ہوں، تو مطلب واضح ہے کہ اوّلین میں سے زیادہ ہیں اور آخرین میں سے کم ہیں۔ اگر سابقین سے مراد اُمتِ محمدیہؐ کے لوگ ہوں، جو جہاد، ہجرت یا ایمان، یا جملہ اُمورِ خیر میں سبقت لے جانے والے لوگ تھے، تو مطلب یہ ہے کہ پیغمبرِ اکرمؐ کے قریب کے زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی، اور آنے والے زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوگی جو سابقین کی صفت سے موصوف ہوں۔ اور روایت و حدیث کے ماتحت اوّلین میں سے ہابیلؑ، مومنِ آلِ فرعون (حزقیلؑ) اور حبیبؑ نجار (مومنِ آلِ یاسین)۔ اور آخرین میں حضرت امام علیؑ اور سابقین مقربین میں خاص مقام رکھتے ہیں۔

(تفسیر انوار النجف)

★ اور اُمتِ محمدؐ میں سبقت کر کے آگے بڑھنے والوں میں سب سے آگے حضرت امام علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں گے۔

(مجمع البیان)

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "سابقین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہر فرض نماز کو اوّل وقت ادا کرتے ہیں۔" (الحدیث)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اُمید ہے کہ تم (مسلمان) جنتیوں کا نصف ہو گے۔"

(صحیح مسلم)

★ ابنِ کثیر کے نزدیک پچھلوں سے مراد رسولِ اکرمؐ کے زمانے اور آپؐ کے فوراً بعد والے لوگ ہیں۔

(تفسیر ابنِ کثیر)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۷ : ہمیشہ رہنے والے لڑکے

حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "وہ یہ ہمیشہ لڑکے رہنے والے بچے دنیا والوں کے وہ بچے ہوں گے جو نابالغ مر گئے، وہ جنتیوں کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔"

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان)

★ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔"

(ابوداؤد، طیالسی، طبرانی، بزاز بروایت انس، سمرہ بن جندب وغیرہ)

★ یہ لڑکے خدا نے جنتیوں کی خدمت ہی کے لیے پیدا کیے ہوں گے، جو ان کے گرد چکر لگاتے ہوں گے۔

(تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

★ آیت ۲۵ : جنتی جنت میں کوئی بیہودہ بات نہ سُنیں گے :

جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ بھی ہوگی کہ جنتی وہاں کسی قسم کی تکلیف دہ یا اذیت دینے والی کوئی بات نہ سُنیں گے، نہ کوئی بیہودہ بات مثلاً غیبت، جھوٹ، چغلی، بہتان، گالی، طنز، بیہودہ تمسخر قطعاً نہ ہوگا۔ کسی قسم کی بدزبانی، بدگوئی، بد اخلاقی نہ ہوگی۔ دنیاوی زندگی کا ایک بہت بڑا عذاب یہی چیزیں ہیں جو وہاں نہ ہوں گی۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفسیر نمونہ، تفہیم)

آیت ۲۶ "سَلٰمًا سَلٰمًا" سے مراد (۱) قولِ سلیم یعنی ایسی گفتگو جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہو۔ (۲) ایسی گفتگو جس میں ادب ملحوظِ خاطر ہو (۳) سلامتی، سلامتی کی مبارکباد کہ اب تم ہر آفت سے محفوظ ہو چکے ہو، امن و سلامتی، سکون و اطمینان کی زندگی مبارک ہو۔

(مؤلف)

★ اب یہ سلام خدا کی طرف سے ہوگا یا فرشتوں کی طرف سے ہوگا، یا اہلِ جنت کی طرف سے ہوگا۔ یہ سب صورتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ (خدا کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اہلِ جنت کو میرا سلام پہنچاؤ)

(فصل الخطاب)

وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۬ۙ (۲۷) رہے دائیں طرف والے

مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ؕ (۲۷) تو دائیں طرف والوں کی خوش قسمتی کا کیا کہنا !

(اصحابِ یمین سے مراد جن کا نامۂ اعمال اُن کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سورۃ الحاقۃ ۶۹ پارہ ۲۹ میں وضاحت ہے)

فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۙ (۲۸) وہ ایسی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے جن میں کانٹے نہیں ہوتے ،

وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۙ (۲۹) اور تہ بہ تہ چڑھے ہوئے کیلوں (کے باغوں) میں ہوں گے

وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۙ (۳۰) اور دور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں میں ،

وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ۙ (۳۱) اور ہر دم بہتے ہوئے پانی

وَّ فَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ ۙ (۳۲) اور بکثرت پھلوں میں ہوں گے

لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَۃٍ ۙ (۳۳) جو نہ تو کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان کے حاصل کرنے میں کوئی روک ٹوک ہوگی ،

(یعنی (وہ پھل بارہ ماسی ہوں گے، اُن پر کوئی روک ٹوک اور پابندی نہ ہوگی ۔)

★ جنّت کے پھلوں کے وہ نام بتائے گئے ہیں جن سے عرب مانوس تھے ورنہ جنّت میں لاتعداد پھل ہوں گے

(ماجدی ، مجمع البیان ، فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اونچے اونچے فرشوں، بچھونوں اور بیٹھنے کی جگہوں پر (بیٹھے ہوں گے)

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ ہم نے اُن کی بیویوں کو (خاص طریقے سے) (خوبصورت) بنایا ہے، جیسا بنانا چاہیے۔

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ اُن کو بالکل کنواری بنایا ہے

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ جو اپنے شوہر کی عاشق، اور عمر میں برابر ہیں۔

ع ۱۰ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ یہ سب کچھ داہنی طرف والے باعزّت عالی مرتبہ خوش نصیب لوگوں کے لیے (مہیا کیا گیا) ہے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وہ اگلے لوگوں میں سے بھی بہت سے ہوں گے،

وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ اور بعد والوں میں سے بھی بہت سے ہوں گے۔

www.drhasanrizvi.com

آیتؔ ۳۰ : "ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" یعنی: "لمبے لمبے سائے"۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سائے ایسے پُرلطف ہوں گے جیسے طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب کے درمیان کا پُرلطف منظر ہوتا ہے۔

(خلاصۂ حدیثِ رسولؐ از روضۃ الکافی۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے ایک درخت کے سائے میں ایک گھوڑے سوار سَو سال تک چلتا رہے، تب بھی اُس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔" سبحان اللہ

(بخاری شریف)

★ آیتؔ ۳۱ : "مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ" "مآء" پانی کو کہتے ہیں اور "سکب" کے معنی گرنے کے ہیں۔ یعنی: گرتا ہوا، آبشاروں کا پانی۔ جس کی آواز بھی دل کو خوش، آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔ اور اُس کی آواز کانوں کو رسیلی معلوم ہوتی ہے۔ (تفسیر نمونہ، مفردات امام راغب)

★ آیتؔ ۳۴ : "فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ" یعنی: "عالی شان بستر"

لیکن سیاق و سباق کے لحاظ سے اِس کے معنی "عورتیں" لینا مناسب ہے۔ احادیث میں بھی عورتوں کو مردوں کا فراش قرار دیا ہے۔ مرفوعۃ سے مراد حُسنِ جمال اور اخلاق میں بلند پایہ ہوں گی۔ اور بعد والی آیتؔ ۳۵-۳۶ بھی اِس کی تائید کرتی ہے۔ کہ: "ہم نے اُن کو پیدا کیا اور باکرہ قرار دیا۔"

(تفسیر کبیر) (تفسیر انوار النجف)

★ ان عورتوں سے مراد دنیا کی وہ خواتین ہیں جو جنت میں جائیں گی

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اس سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں، خواہ وہ باکرہ (کنواری) مری ہوں یا شادی شدہ۔ چاہے وہ بوڑھی، سفید بال والی مری ہوں پھر خدا اُن کو دوبارہ کنواری پیدا کرے گا۔" (طبرانی)

★ جنابِ اُم سلمہؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! جس عورت کے کئی شوہر رہے ہوں تو وہ جنت میں کس شوہر کو ملے گی؟ فرمایا: اُس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جسے چاہے پسند کرلے، اور وہ بلند اخلاق والے شوہر کو پسند کرے گی۔

(طبرانی۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۳۷: عُرُبًا اَتْرَابًا: ہم عمر شوہر سے بہت محبت کرنے والی۔

"عُرُبًا": اُس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے

"اَتْرَابًا" اتراب کے معنی ہم سن، ہم ذوق، ہم مزاج۔

"ترب" کے معنی مثل و مانند کے ہوتے ہیں۔ یہ لفظ ترائب سے لیا گیا ہے، یعنی سینے کی ہڈیاں "پسلیاں" جو دونوں طرف ایکدوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں۔ گویا میاں بیوی میں وہاں بلا کی مطابقت ہوگی
(مفردات امام راغب، تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ)

"عُرُبٌ" عروبۃ کی جمع ہے۔ عُرب ایسی خوبصورت، دلکش عورت کو کہتے ہیں جو اپنے شوہر کو بے حد محبوب ہو۔

اتراب، ترب کی جمع ہے۔ یعنی ہم عمر، ہم ذوق، ہم مزاج۔ (لسان العرب)

★ "اَتْرَابًا" کے معنی ہم سن ہوا کرتے ہیں، اور یہ عورتوں کی صفت ہے جس کے معنی ہیں سہیلیاں، یعنی، وہ سب عورتیں ایکدوسری کے لیے سہیلیوں کی طرح ہوں گی۔
(انوار النجف)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "سارے جنتیوں کی عمریں ۳۳ سال کی ہوں گی"۔ (سنن ترمذی)

جنتی لوگوں کے اوصاف

فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے

"جب مومن جنت میں داخل ہوں گے تو اُن کا قد حضرت آدمؑ کے قد کے برابر یعنی ستر ذراع (ہاتھ) ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ کے برابر عمر ہوگی (۳۳ سال) زبان عربی، اور جمالِ یوسفؑ اُن کو عطا ہوگا، اور حضرت ایوبؑ کا جیسا دل ہوگا، جو ہر قسم کے حسد و کینے سے پاک و صاف ہوگا۔ نیز فرمایا: جنتی لوگ، بے ریش ہوں گے، اُن کی آنکھیں سرگیں، اُن کے سر پر تاج اور گردن میں ہار ہوگا۔ ہمیشہ خوش و خرم اور ہر قسم کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے، کھانے پینے، شہوت اور جماع میں ایک مرد ہزار مردوں کی طاقت رکھتا ہوگا، جو غذا کھائے گا ۴۰ برس عرصے کے برابر تک اُس کی لذت زائل نہ ہوگی، اُن کے چہرے پر نور کا پرتو ہوگا، اُن کے جسم ریشم کی طرح نرم و نازک، اُن کے رنگ سفید اور لباس سبز ہوگا۔ زندۂ جاوید، نیند کا غلبہ نہ ہوگا، بیدار رہیں گے ←

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ رہے بائیں طرف والے،

مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ تو بائیں طرف والوں کی بدبختی کا کیا ٹھکانہ !؟

فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿۴۲﴾ وہ سخت گرم ہوا کی لپیٹ اور تیز کھولتے ہوئے پانی،

وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ﴿۴۳﴾ اور بہت کالے (سیاہ) دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔

لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ سکون بخش ہوگا۔ (فرحت بخش نہ ہوگا)

اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ ﴿۴۵﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو اس سے پہلے مُتۡرَفِیۡنَ ﴿۴۵﴾ بڑے عیش و عشرت میں خوشحال تھے

وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی ﴿۴۶﴾ جو بڑے گناہ پر ہٹ دھرمی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴۶﴾ سے اصرار کرتے تھے،

وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا (۴۷) وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائیں گے
مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا اور صرف مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے
ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۴۷﴾ تو کیا پھر سے دوبارہ اُٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے؟
أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿۴۸﴾ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی (اُٹھائے جائیں گے)، جو پہلے گذر چکے ہیں؟

آیت ۴۳: "یحموم" "حمیم" سے ہے جس کے معنی کوئلہ کے ہیں۔ ضحاک نے لکھا کہ:

"آگ بھی سیاہ ہوگی اور جہنم میں جو کچھ ہوگا، سیاہ ہوگا، اور جہنمی سیاہ رو ہوں گے۔ (اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار) جہنمی جہنم کے عذاب سے تنگ آکر ایک سائے کی طرف دوڑیں گے، مگر جب وہاں پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ سایہ نہ ہوگا، بلکہ جہنم کی آگ کا سخت گرم دھواں ہوگا۔ (الامان) (تفسیر کبیر)

جہنمیوں کا لباس سیاہ ہوگا

★ فرزند رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ سیاہ ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "سیاہ ٹوپی میں نماز نہ پڑھو، یہ اہلِ جہنم کا لباس ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۳۶۲)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "سیاہ لباس نہ پہنا کرو۔ یہ فرعون کا لباس ہے۔" (مسند)

★ سیاہ لباس بنی عباس کا لباس ہے۔" یہ لوگ اہلِ بیتؑ کے سخت دشمن اور قاتل ہیں۔ لہٰذا ان کا لباس نہ پہننا چاہیے۔" ایک مرتبہ جبرئیل سیاہ قبا پہنے ہوئے نازل ہوئے، پٹکے میں خنجر بھی لگا ہوا تھا۔ جنابِ رسولِ خدا نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کیا لباس ہے؟ انہوں نے عرض کی: آپؐ کے چچا عباس کی اولاد یہی لباس پہنے گی، اور وہ

www.drhasanrizvi.com

آپ کی اولاد پر بڑا ستم کرے گی۔ (من لایحضرہ الفقیہ مسئلہ ۷۶۹)

★ فرزندِ رسولِ خدا ﷺ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی پر وحی فرمائی کہ "مومنین سے کہدو کہ وہ میرے دشمنوں جیسا لباس نہ پہنیں، میرے دشمنوں والی غذا نہ کھائیں اور میرے دشمنوں کی راہ پر نہ چلیں، ورنہ جس طرح وہ میرے دشمن ہیں، یہ مومنین لوگ بھی ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔" مگر تقیہ کے طور پر سیاہ لباس پہننا گناہ نہیں ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ مسئلہ)

نیز غمِ حسینؑ میں ایامِ عزا میں سیاہ لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں (مؤلف)

آیت ۴۵: "مُتْرَفِيْنَ" یعنی: ایسے خوشحال اور دولتمند لوگ جو اپنی دولت و عزت پر اکڑتے ہوں۔ اور دنیا کی لذتوں میں مست و مگن رہنے کی وجہ سے ایمان کی صداقتوں کا شدت سے انکار کرتے ہوں۔

اسی گروہ سے تعلق رکھنے والے مکہ کے قریش تھے، اور آج یورپ، امریکہ زدہ آخرت کے منکر دولتمند لوگ اُن کی جانشینی فرما رہے ہیں جو آخرت کی زندگی کو ایک ڈھکوسلا اور بے معنی چیز سمجھتے ہیں۔

(تفسیر ماجدی)

آیت ۴۶: "حِنْثِ الْعَظِيْمِ" بہت بڑے گناہ سے مراد (۱) شرک ہے۔ کیونکہ خود قرآن نے سورۂ لقمان میں فرمایا: "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝" (آیت ۱۳ پارہ ۲۱) (بیشک شرک ظلم عظیم ہے)

(فصل الخطاب)

(۲) بڑے گناہ سے مراد معاہدے کو توڑنا ہے۔ یعنی جو ذمہ داریاں اور فرائض خداوندِ عالم نے اپنے بندوں پر عائد فرمائے ہیں، اُن کو پورا نہ کرنا۔

(تفسیر تبیان)

(۳) آیاتِ الٰہی یا ابدی حقیقتوں کا انکار کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے، جو قرآن کی بہت سی آیات سے ثابت ہے۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ آخرت کی حقیقت کا انکار ہی کفر و شرک، نفاق و معصیت کا بنیادی سبب ہوتا ہے۔ جب آخرت کا تصور دھندلا جاتا ہے تو کفر و شرک اور معصیتوں کا زور بڑھ جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ آج کل دنیا میں ہو رہا ہے۔

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ کہہ دیجیے بیشک اگلے پچھلے

لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ (۵۰) سب کے سب ضرور اکٹھے کیے

يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ جائیں گے، جس کا وقت مقرر

کیا جا چکا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ (۵۱) پھر اے جھٹلانے والے

الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ گمراہو!

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ (۵۲) تم زقوم کے درخت سے

زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ (کڑوے پھل) ضرور کھاؤ گے۔

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ اور اُسی سے اپنا پیٹ بھرا کرو گے

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ پھر اُس پر گرم کھولتا ہوا پانی

الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ پیو گے

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ وہ بھی بری طرح انتہائی پیاسے

اُونٹ کا پینا ہوگا، جیسے وہ غٹر غٹر تیزی کے ساتھ پیتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ یہی اُن کی مہمانی کا سامان ہوگا بدلہ ملنے کے دن (روزِ قیامت)

آیت ۵۰ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ مقررہ وقت سے مراد وہ دن ہے۔ جو دنیا کا آخری دن ہوگا یہ معیّن دن کب آئے گا؟ اِس کا علم صرف خدا کو ہے۔ ★ (تفسیر صافی)

★ "مِيْقَاتِ" کا مادّہ 'وقت ہے'۔ مراد وہ وقت ہوتا ہے جس میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ کیا گیا ہو۔ یہاں 'میقات' سے مراد قیامت کا وقت ہے، جس میں حساب کتاب لینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

★ (مفردات امام راغب، تفسیر نمونہ)

★ آیت ۵۲: "زَقُّوْمٍ" ایک ایسی بدبودار گھاس ہے جس کا مزہ سخت تلخ ہوتا ہے، اور اس کا لیس (لعاب) جسم پر لگ جائے تو جسم پر ورم ہو جاتا ہے۔ ★ (مفردات امام راغب)

★ جب دوزخیوں کو بہت سخت بھوک لگے گی تو زقّوم کھائیں گے، اور سخت کھولتا ہوا پانی پئیں گے

آیت ۵۴-۵۵: ★ (مجمع البیان)

★ سخت پیاس کی وجہ سے اس طرح پئیں گے جیسے سخت پیاسے اونٹ غٹر غٹر ٹھنڈا پانی پیتے ہیں

"حَمِيْمٍ" حد سے زیادہ گرم پانی کو کہتے ہیں، اور "هِيَام" اُس سخت پیاس کو کہتے ہیں جو اونٹوں کو بیماری کی شکل میں لاحق ہوتی ہے جس میں وہ پانی پیتے پیتے مرجاتا ہے۔

★ (مفردات امام راغب، تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "هِيْمِ" سے مراد سخت پیاسے اونٹ ہیں۔" ★ (من لا یحضرہ الفقیہ، معانی الاخبار، تفسیر قمی)

آیت ۵۶: "نُزُلُ" مہمانوں کی ضیافت کو کہتے ہیں۔" ★ (مفردات امام راغب)

دوزخیوں کی مہمان نوازی میں اس قدر سخت عذاب اور ذلّت ہے تو اُن کی سزا کس قدر عبرت آموز ہوگی الامان۔ الحفیظ۔ ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

پانی پینے کا طریقہ

فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "پانی تین سانس لے کر پینا چاہیے۔ ھِیمِ کی طرح نہ پیو۔"

آپؑ سے ھیم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: "ریت" یعنی جس طرح ریت پانی کو ایک دفعہ میں پی جاتا ہے، اِس طرح نہ پیا کرو۔" اور بعض روایات میں بسم اللہ پڑھے بغیر پانی پینا شُربَ الھیم سے تعبیر کیا گیا ہے (یعنی پیاسے اونٹوں کی طرح پانی پینا) (تفسیر انوار النجف)

نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ہم ہی نے تو تمھیں پیدا کیا ہے، پھر تم اِس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟

اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ اچھا تم نے کبھی غور کیا کہ جو نطفہ تم (عورتوں میں) منتقل کرتے ہو؟

ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ (۵۹) تو کیا تم اُس سے بچہ بناتے ہو؟

الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ یا اُس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟

اِن آیات میں توحید اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے

منکرینِ آخرت کے مقابلے پر خداوندِ عالم کی دلیل یہ ہے کہ ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے، جب تم کچھ نہ تھے، تو پھر تمھاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ ہم تمھیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر اُٹھائیں گے۔؟ (تفسیر ماجدی)

(۱) پہلا استدلالِ توحید یہ ہے کہ انسان جو نطفہ عورت کے رحم میں ڈالتا ہے، کیا اُس نطفے میں انسان کو پیدا کرنے کی از خود صلاحیت ہے یا انسان خود پیدا کرتا ہے؟ بھلا خالق و قادرِ مطلق کے سوا کون اُس قطرہ سے انسان جیسی عظیم مخلوق کو پیدا سکتا ہے ؟ ([illegible])

www.drhasanrizvi.com

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (۶۰) ہم ہی نے تمہارے درمیان موت
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۶۰﴾ کا نظام قائم کیا ہے اور ہم کبھی بے بس
نہیں ہو سکتے۔

عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ (۶۱) اس میں کہ ہم تمہاری شکلیں او رحلیے
وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۱﴾ بدل دیں، اور پھر کسی ایسی شکل میں
تمہیں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے تک نہیں

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ (۶۲) اور جبکہ تم اپنی پہلی پیدائش کو تو
الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۶۲﴾ جانتے ہی ہو (کہ ماں کے شکم سے اب تک
تمہاری کتنی صورتیں، حالتیں بدل گئیں)
پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟ (سبق نہیں لیتے؟)

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴿۶۳﴾ اچھا تو کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہ بیج جو تم
بوتے ہو

أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ (۶۴) کیا ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو؟ یا

الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ اُن کے اُگانے والے ہم ہوتے ہیں ؟

لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا (۶۵) اگر ہم چاہیں تو اُس کو سُکھا کر

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ چورا چورا دیا بُھس بنا کر رکھ دیں تو تم

حیرانی سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ ۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ (۶۶) کہ ہم پر تو اُلٹی چوٹ پڑ گئی، بڑا مالی

نقصان ہوگیا، چٹی لگ گئی ۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ بلکہ ہماری تو قسمت ہی پھوٹی ہوئی

ہے، ہم تو بالکل ہی بد نصیب رہے ۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ (۶۸) کبھی تم نے آنکھیں کھول کر غور سے

تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ دیکھا اُس پانی کو، جو تم پیتے ہو ؟

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ (۶۹) کیا تم نے اُسے بادل سے برسایا

الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ ہے ؟ یا اُس کے برسانے والے ہم ہیں ؟

لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا (۷۰) اگر ہم چاہیں تو اُسے بالکل کھاری کڑوا بنا دیں

فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے ؟

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ ﴿۷۱﴾ کبھی تم نے آگ کو غور سے دیکھا

تُوْرُوْنَ ۭ﴿۷۱﴾ جسے تم جلاتے اور روشن کرتے ہو ؟

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ ﴿۷۲﴾ کیا اُس (آگ کو جلانے کے لیے لکڑی کے)

اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴿۷۲﴾ درخت کو تم نے پیدا کیا تھا ؟ یا اُس کے

پیدا کرنے والے بھی ہم ہیں ؟

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً ﴿۷۳﴾ ہم ہی نے اُس (درخت) کو یاد دہانی

وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ کا ذریعہ اور ضرورت مندوں ، صحرا میں

اُترے ہوئے مسافروں بھوکوں اور آگ سے کام لینے

والوں کے لیے فائدہ اُٹھانے کا ذریعہ بنایا ہے ۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ ع ۲ ۳۶ ۵

پس اپنے پالنے والے مالک کے نام کی تسبیح پڑھو (یعنی ؛ اُس کا مبارک نام

لے کر یہ اظہار ، اعتراف اور اعلان کرو کہ وہ ہر قسم کے عیب اور کمزوریوں سے پاک ہے اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۶۰ "نَحۡنُ قَدَّرۡنَا" یعنی موت ہماری تقدیر سے ہے۔ "کسی کو بچپنے میں کسی کو جوانی میں اور کسی کو بڑھاپے میں، جب چاہیں، جہاں چاہیں، جس طرح چاہیں، ہم موت دیتے ہیں۔ اور ہم مسبوق نہیں ہیں، یعنی کبھی بے بس نہیں ہو سکتے، ہماری تقدیر سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ اور ممکن ہے اس کا تعلق اگلے جملے سے ہو، یعنی ہم مسبوق و بے بس نہیں ہیں اس بات پر کہ تمہاری شکلیں تبدیل کر کے کسی جانور کی شکل دے دیں۔

پس جب تم پہلی دفعہ کی تخلیق کو جانتے ہو کہ پانی کے نطفے سے ہم نے تم کو وجود بخشا اب ذرا اندازہ فرمائیں کہ آخر یہ کس کی کاری گری، اور کس کا بنایا ہوا اس قدر نازک اور پیچیدہ نظام ہے کہ جو بے جان قطرہ سے ایک جاندار بچے کی تخلیق میں کام کر رہا ہوتا ہے؟ کیا اسقدر پیچیدہ نظام از خود بن سکتا ہے؟ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

(۱) کیا یہ انسان کی تخلیق کا نقشہ نہیں بتاتا کہ ایسا عظیم خالق ہیں دوبارہ آسانی سے زندہ کر سکتا ہے۔ (۲) اور یہ کہ وہ قادرِ مطلق ہے اُسی نے موت اور زندگی کو مقرر کیا ہے، اور کوئی اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(تفسیر نمونہ، تفسیر انوار النجف)

ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟؟
(انیس)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بڑے حیران کرنے والا معاملہ ہے اُس شخص کا جو پہلی زندگی کو دیکھ لینے کے بعد بھی دوسری زندگی کا انکار کرتا ہے، اور بہت تعجب ہے اُس شخص پر جو دوسری زندگی کے ہونے کو دل سے مانتا تو ہے مگر اُس کی ساری کی ساری کوششیں صرف دنیا کی زندگی کے لیے ہوتی ہیں۔"

(تفسیر روح البیان، تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی، تفسیر مراغی۔ کتاب کافی بروایت امام زین العابدینؑ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۶۳ : "اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ" "غور تو کرو کہ جو بیج تم بوتے"

پہلے انسان کی تخلیق کی بنیاد پر توحید اور آخرت کے عقیدے کو ثابت فرمایا، اور اب انسان کی روزی کا ذکر فرمایا کہ نطفے سے تو انسان اور بیج سے تمھاری روزی پیدا کرتے ہیں۔

تم نہ بیج کو پیدا کر سکتے ہو، اور نہ اس میں سے اناج، پھول، پھل نکال سکتے ہو۔ یہ سب کام ہم ہی انجام دیتے ہیں۔ ہمارے ہی پیدا کیے ہوئے رزق پر تم پل بڑھ رہے ہو، پھر تمھیں ہمارے سامنے سرکشی، ہماری قدرت اور عطاؤں کے انکار کا حق نہیں ہے، نہ ہمارے سوا کسی دوسرے کی غلامی کرنے کا حق ہے۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

آیت ۶۵ ۔ حطام" کا لفظ حطم سے ہے جس کے معنی کسی چیز کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔

(مفردات امام راغب)

آیت ۶۸ : مطلب یہ ہے کہ ہم نے صرف تمھاری بھوک ہی کا سامان نہیں کیا ہے بلکہ پیاس بجھانے کا بھی انتظام کیا ہے۔ اسی پر غور کر لو۔ کیوں کہ پانی روٹی سے بھی زندگی کے لیے زیادہ اہم ہے۔ ہم نے پانی کو سمندروں کے اندر پیدا کیا، سورج کی گرمی سے بھاپ بنا کر بادلوں کے ذریعہ اڑایا، ہوا بادلوں کو لے کر چلتی ہے، پھر بارش کی شکل میں برسایا، اس سے تمھاری روزی اور پیاس کا سامان مہیا کیا، یہ سب کچھ ہماری قدرتوں کے شاہکار ہیں، پھر تم غور کیوں نہیں کرتے

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، تفسیر نمونہ)

★ "اُجاج" سے مراد ایسا کھارا پانی ہے جو اتنا زیادہ نمکین ہو کہ کڑوا ہو جائے اور اس سے پیاس نہ بجھ سکے اور نہ وہ کسی زراعت وغیرہ کے کام آ سکے۔

(ابن کثیر، کشاف، امام راغب)

★ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میٹھا پانی پیتے تھے تو فرماتے تھے: "حمد اسی خدا کے لیے ہے جس نے اپنی رحمت سے ہمیں میٹھے اور خوشگوار پانی سے سیراب کیا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے پانی کو نمکین اور کڑوا نہیں بنایا۔"

(تفسیر مراغی جلد ۲۷، تفسیر روح المعانی جلد ۲۷)

www.drhasanrizvi.com

نیز حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے پاس جو فالتو (ضرورت سے زیادہ) پانی ہو اگر ہے اُسے بندگانِ خدا پرمت روکنا"۔ یہی حکم اضافی چراگاہوں کا ہے۔ کہ تم کو اُس کے استعمال سے دوسروں کو روکنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ (ہر اضافی چیز کو) خداوندِ عالم نے دوسرے حاجت مندوں یا مسافروں کی قوّت کا سبب قرار دیا ہے۔"

(تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۱۶۱)

آیت ۷۳/۷۲: آگ جہنّم کی آگ کو بھی یاد دلاتی ہے، اور خدا کی قدرتِ کاملہ کو بھی یاد دلاتی ہے۔

کیوں کہ پرانے زمانے میں درخت کی لکڑی سے آگ حاصل کی جاتی تھی۔ اور اُس درخت کو زند کہا جاتا تھا، اُس کی دو لکڑیوں کو جب آپس میں رگڑا جاتا تھا تو آگ نکلتی تھی۔ ان سب چیزوں کو پیش کرکے معاد کے لیے دلیل بنایا جارہا ہے کہ جو اللہ درخت کی سبز لکڑی میں آگ کی قوّت کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے وہی اللہ قیامت کے قائم کرنے پر کیسے قادر نہیں ہے؟ اس طرح نصیحت حاصل کرنے کا سامان بھی ہے۔ (کشاف، ابنِ کثیر، ابنِ جریر، معالم، انوار النجف)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "یہ آگ جو تم جلاتے ہو، جہنّم کے ستر اجزا میں سے ایک ہے۔"

(تفسیر قرطبی جلد ۹۔ روح المعانی جلد ۲۷)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام جب سورۃ الواقعۃ پڑھتے تھے تو ہر سوال والی آیت پر یہ فرماتے: "بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّ" یعنی بلکہ تو ہی ہے اے میرے پالنے والے مالک۔"

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۷ صفحہ ۱۳۰)

★ حضرت امام علی علیہ السلام کا یہ فرمانا ہی آیت کا اصل پیغام اور مقصود ہے۔ (مؤلف)

آیت ۷۴: "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ"

مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم کی اس قدر حکمتوں، قدرتوں، اور احسانات کو دیکھنے، سمجھنے اور فائدے حاصل کرنے کے بعد تم کو چاہیئے کہ اپنے خالق، مالک، رازق و محسن کا نام لے کر اُس کی بڑائی، عظمت اور

www.drhasanrizvi.com

پاکی کا اعلان کرو، کہ وہ ہر اُس عیب اور کمزوری، اور ہر اُس نقص سے پاک ہے جو مشرک، کافر اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اِس طرح اللہ کی حمد، پاکی اور اُس کے احسانات کا اعتراف کرو۔ یہ تمہاری عقل و شرافت، ضمیر اور فطرت کا تقاضا اور پکار ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(تفسیر مجمع البیان، تفسیر نمونہ ———— تفسیر کبیر، تفہیم)

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ بس نہیں (یعنی قرآن کے بارے میں تم کافروں کی باتیں غلط ہیں) میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مقامات اور مدارج کی

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت ہی بڑی

عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قسم ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ کہ یقیناً یہ ایک بلند مرتبہ والا قرآن ہے

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ جو ایک پوشیدہ کتاب (لوح محفوظ) میں ثبت ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ جسے "مطہرین" یعنی پاک لوگوں کے سوا کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔

www.drhasanrizvi.com

بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ سے اکثر مراد ستاروں کے راستوں اور مداروں سے ستاروں کے چلنے پھرنے، اُبھرنے، ڈوبنے کے مقامات ہیں۔

اس کے ایک معنی قرآن کی آیتوں کے بھی لیے گئے ہیں جو آہستہ آہستہ اُتری ہیں۔
(بیضاوی۔ ابنِ کثیر بقول عکرمہ، السدی، ابوہریرہ)

★ تاروں، سیّاروں کے مواقع سے مراد اُن کے مقامات، منزلیں اور مدار ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالمِ بالا کا نظام نہایت محکم، مضبوط اور بے عیب ہے، بالکل اسی طرح خداوندِ عالم کا یہ کلام جو قرآن کی شکل میں تمھیں دیا جا رہا ہے، اُسی خدا کا کلام ہے جس نے پورا نظامِ کائنات بنایا ہے۔ جس کمال درجے کا نظام، ربط و ضبط و ارتباطِ نظامِ کائنات اور عالمِ بالا میں پایا جاتا ہے، وہی نظم و ضبط و ربط و ارتباط و استحکام کلامِ قرآن میں پایا جاتا ہے۔
(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفہیم)

★ اصل بات یہ ہے کہ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ:۔ ائمۂ بررہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ گویا ائمۂ حق کو نجوم سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اسی قسم کو قسمِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔ ★ (تفسیر برہان میں فقیہ سے منقول ہے "الواالجعت")

آیت ۷۸ کتابِ مکنون: یعنی محفوظ کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید شروع سے لوحِ محفوظ میں محفوظ چلا آ رہا ہے۔ ★ (تفسیر روح المعانی بروایت ربیع ابن انس)

آیت ۷۹: "لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" محققین فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ قرآن کے الفاظ کو بغیر وضو چھونا حرام ہے۔ ★ (تفسیر ماجدی۔ مجمع البیان)

اب جبکہ قرآن کے الفاظ تک کو پاکیزہ ہاتھوں کے بغیر چھوا تک نہیں جا سکتا، تو قرآن کے مطالب، حقائق و دقائق تک غیر پاکیزہ لوگوں کی رسائی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ (اور پاکیزہ لوگوں کا اعلان خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں فرما دیا: "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝") (مؤلف)
(سورۂ ۳۳ آیت ۳۳ پارہ ۲۲)

www.drhasanrizvi.com

تفسیر اہلبیتؑ اور قرآن کی عظمت

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "قرآن کو وضو کے بغیر نہ چھوؤ، اور جنابت کی حالت میں بھی قرآن کی تحریر کو مس نہ کرو۔ کیوں کہ خداوندِ عالم نے فرمایا: لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ " (سوائے پاکیزہ لوگوں کے اُسے کوئی مس نہیں کرتا۔)
(وسائل الشیعہ جلد ا حدیث ۳)

اہلِ سنّت کی تفسیر

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"یہ قرآنِ کریم (بڑے شرف والا) ہے جو پوشیدہ کتاب (یعنی) لوحِ محفوظ میں ہے۔ (یعنی) "خدا کے پاس پاکیزہ صفحات میں ہے اور سوائے پاکیزہ لوگوں کے اسے کوئی مس نہیں کرسکتا۔ اور پاکیزہ لوگوں سے مراد خدا کے مقرب بندے ہیں۔" یعنی صرف پاک اور پاکیزہ لوگ ہی قرآن کے حقیقی معنی جان سکتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قرآن کو پاک و پاکیزہ لوگوں کے علاوہ کوئی نہ چھوئے"۔
(تفسیر درمنثور بروایت ابنِ عمر، معاذ بن جبل جلد ۶)

★ غرض ان تمام شیعہ سنّی روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مطلب پاکیزہ لوگ ہی جانتے ہیں، اور قرآن کی تعلیم دینے کا حق پاک و پاکیزہ لوگوں ہی کو پہنچتا ہے۔ اُمتِ محمدیؐ میں خداوندِ عالم نے کسی بھی گروہ کی طہارت کا اعلان قرآن میں نہیں فرمایا سوائے اہلِ بیتِ رسولؐ کے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے اصل معلّم نبی کریمؐ کے بعد اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں۔

؎ اہلِ بیتِ پاک کے ہر سانس کو اے مدّعی ٭٭ ہاں ملا کر دیکھ لے، آیاتِ قرآنی کے ساتھ

یہ بات متفق علیہ حدیثِ رسولؐ سے بھی ثابت ہے کہ فرمایا: "میں تم میں دو بیحد قیمتی چیزیں چھوڑ رہا ہوں (۱) خدا کی کتاب (۲) میری عترت (اہلِ بیتؑ)۔ تم جب تک ان دونوں سے تعلق برقرار رکھو گے کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوگے"۔
★ .... (مسلم شریف۔ صواعق محرقہ، ارجح المطالب، تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ یہ تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم (٨١) پھر کیا ایسے بیان اور کلام سے

مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ تم بے پروائی کرتے ہو؟

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ (٨٢) اور اِس (عظیم نعمت) میں تم نے

تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾ اپنی روزی اِسی کو قرار دے رکھا ہے کہ تم اِس کو جھٹلاتے رہو؟

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ﴿٨٣﴾ تو کیوں نہیں، کہ جب (روح نکل کر) گلے تک پہنچ جاتی ہے۔

وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ﴿٨٤﴾ اِس حالت میں کہ تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو،

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ (٨٥) اور ہم اُس وقت تم سے زیادہ اُس کے

وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ قریب ہوتے ہیں، مگر تم کو نظر نہیں آتے۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۸۲ : تَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ (تم نے قرآن مجید کی تکذیب کو اپنا رزق بنا رکھا ہے)

★ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں سخت پیاس کا غلبہ ہوا، تو حضور اکرمؐ نے دعا مانگی۔ پس بارانِ رحمت کا نزول ہوا، اور جب سب لوگ سیراب ہو چکے تو پروردگارِ عالم کا شکر ادا کرنے کی بجائے بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ فلاں فلاں ستارے کی برکت سے بارش نازل ہوئی ہے۔ اُن کی سرزنش کے لیے ارشاد فرما رہا ہے کہ قرآن مجید میں سے تمہارا حصہ یہ ہے کہ تم اس کی تکذیب کرتے رہو۔ یا یہ کہ رزق کا شکر تم نے یہ قرار دیا ہے کہ اُس کی نعمت کو جھٹلاتے ہو، اور اُس کے غیر کی طرف نسبت دیتے ہو۔

★ ——— (تفسیر انوار النجف)

آیت ۸۳-۸۴-۸۵ : نزع کے وقت عالم انتہائی بے بسی کا ہوتا ہے، جب جان گلے تک آجاتی ہے لوگ مرنے والے کو دیکھ ضرور رہے ہوتے ہیں مگر بے بسی کے ساتھ، اُس وقت بالکل واضح طور پر ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ موت اور زندگی صرف اور صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔

آیت کا مخاطب مرنے والا نہیں ہے بلکہ اگلی آیت سے معلوم ہو گیا کہ مخاطب مرنے والے کے چاروں طرف بیٹھنے والے ہیں کہ وہ مرنے والے کو بچا نہیں سکتے صرف بے بسی سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اُس وقت خدا کی ذات مرنے والے سے کہیں زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اُس وقت خداوندِ عالم منکرین پر طنز فرماتا ہے کہ "اگر تمھیں تمہارے اعمال کی جزا نہیں دی جانے والی ہے تو پھر اسے (مرنے والے کو) واپس لوٹا لو، اگر تم سچے ہو"۔ تمھاری یہ کمزوری اس بات کی دلیل ہے کہ (۱) خدا قادرِ مطلق ہے۔ (۲) خدا ہی موت و حیات کا مالک ہے۔ (۳) ہر ایک کو اُس کے اعمال کی جزا، سزا ملنے والی ہے۔ (۴) ہر ایک کا اصل مالک خداوندِ عالم ہے، اگر تم خود اپنے مالک ہو تو مرنے والے کو واپس لوٹا کر دکھاؤ؟ یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہر شخص خداوندِ عالم کا محکوم ہے

★ ——— (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَلَوۡ لَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ (٨٦) تو کیوں نہیں۔ اگر تم کسی کے گروی
مَدِيۡنِيۡنَ ۝ یا محکوم نہیں ہو، (یا) اگر تمھیں جزا اور
سزا ملنے والی نہیں ہے،
تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ (٨٧) تو (مرنے والے کی نکلتی ہوئی روح
صٰدِقِيۡنَ ۝ کو) واپس کیوں نہیں لے آتے؟
اگر تم سچّے ہو،
فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۝ (٨٨) اب اگر وہ (مرنے والا خدا کے)
مقربین میں سے ہے،
فَرَوۡحٌ وَّرَيۡحَانٌ ۙ وَّ (٨٩) تو اُس کے لیے راحت ہی راحت،
جَنَّتُ نَعِيۡمٍ ۝ عمدہ رزق، اور نعمت بھری جنّت کے
سرسبز و شاداب گھنے باغ ہیں۔
وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ (٩٠) اور اگر وہ داہنی طرف والے
الۡيَمِيۡنِ ۝ عالی مرتبہ خوش قسمت لوگوں میں
سے ہے،

www.drhasanrizvi.com

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ تو اُس کے لیے خیریت ہی خیریت ہے' امن ہی امن ہے۔ (یا اُس کا استقبال یوں ہوتا ہے کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ تیرے لیے) سلامتی ہی سلامتی ہے۔" (یا) سلام ہی سلام ہو تجھ پر، تو داہنی طرف والے عالی مرتبہ خوش قسمت لوگوں میں سے ہے۔

آیت ۸۶-۸۷: "مَدِيْنِيْنَ" دان یدین کے معنی ماتحت ہونا یا بدلہ دینا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم اِس بات میں سچے ہو کہ تمھارا کوئی حاکم نہیں ہے، تم کسی کے ماتحت نہیں ہو، یا جزا، سزا کی کوئی حقیقت نہیں ہے، تو ہماری قبض کی ہوئی روح کو واپس لوٹا کر دکھاؤ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تمھارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ تمھارا کوئی حاکم، مالک محاسب نہیں ہے، حساب کتاب کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر)

مطلب یہ ہے کہ جب تمھاری موت اور زندگی تک تمھارے قبضہ، اختیار میں نہیں ہے اور سب کچھ خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، تو بھلا تمھیں یہ حق کس نے دے دیا ہے کہ تم اُس قادرِ مطلق کی قدرت پر پابندیاں لگاؤ۔ یہ خدا کی مرضی پر منحصر ہے کہ جب چاہے تمھاری روح تمھارے جسم کی طرف پلٹا دے چاہے تو اُسی وقت پلٹا دے، اور چاہے تو لاکھوں سال بعد پلٹائے۔ ⋆ (فصل الخطاب)

مطلب یہ ہے کہ جب تمھارے کسی قریبی عزیز کی روح نکلنے لگتی ہے تو کیا تمھارے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ تم کسی تدبیر، حالاکی یا کوشش سے اُس کی روح کو روک سکو، اگر نہیں تو روزِ حشر خدا کو مردوں کو اُٹھانے سے کیسے روک لوگے؟

(تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

"اَلْمُقَرَّبِیْنَ" فرزند رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ :

"جب مومن مرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے قبر تک اُس کی تشییع کرتے ہیں۔ پس جب اُس کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو منکر نکیر اس کے پاس پہنچ کر اُس کو سیدھا بٹھا کر اُس سے رب، دین، نبیؐ (اور امام) کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرا نبی محمدؐ ہیں (اور میرے امام علیؑ ہیں) پس اُس کی قبر میں وسعت پیدا کی جاتی ہے، اور جنّت کا رزق اُس کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں اسی کا ذکر ہے کہ اگر وہ مومن مقربین میں سے ہوگا تو رَوح اور رَیحان اُس کو نصیب ہوگا۔ یعنی قبر میں اُس کو یہ نصیب ہوگا، اور جنّتِ نعیم اُس کو آخرت میں ملے گی۔ (تفسیر انوار النجف)

"اصحابِ یمین" تفسیر بُرہان میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریمؐ نے حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ

" "روزِ ازل" ابتدائے خلق میں خداوند کریم نے تمہارے متعلق حجت قائم کی تھی۔ چنانچہ فرمایا تھا کہ : "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کہ ہاں بیشک تو ہمارا رب ہے۔ پھر پوچھا کہ : کیا محمدؐ میرا رسول نہیں ہے؟ سب نے کہا : ہاں وہ تیرا رسولؐ ہے، پھر فرمایا کہ : کیا علیؑ امیر المومنین ہے؟ تو تکبّر اور سرکشی کی وجہ سے اکثر لوگوں نے انکار کر دیا تھا، صرف تھوڑی ارواح نے تسلیم کر لیا تھا، اور وہی اصحابِ یمین ہیں۔" امام محمد باقرؑ نے فرمایا : اصحابِ یمین سے مراد ہمارے شیعہ اور محب ہیں۔

(نور الثقلین جلد ۵، تفسیر برہان، انوار النجف)

"فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ"

اس کے معنی میں تین اقوال ہیں : (۱) اصحابِ یمین کے بارے میں تجھ پر سلامتی ہے کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ (۲) اصحابِ یمین کی جانب سے تجھ پر سلام کیا جائے گا (۳) تم پر سلام ہو اے وہ لوگو! جو اصحابِ یمین میں سے قرار دیے گئے ہیں۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

★ اگر وہ داہنی طرف والوں سے ہے تو روح قبض کرنے والے فرشتے اُس وقت اُس کو اُس کے

www.drhasanrizvi.com

دوستوں کا سلام پہنچائیں گے۔ ممکن ہے وہ سلام فرشتوں کی طرف سے ہو کہ اُس کو احترام کے ساتھ سلام کریں، اور کہیں کہ: "تم پر سلام ہو۔ تم اصحابِ یمین میں سے ہو۔" اور یہ چیز تمھارے افتخار اعزاز، احترام، تعریف و توصیف کے لیے بہت کافی ہے کہ "تم اصحابِ یمین میں شامل ہو۔"

اور یہ بات قرآن کی دوسری آیت سے بھی ثابت ہے کہ خداوندِ عالم نے مومن کی موت کے بارے میں فرمایا: "الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
(سورۃ النحل آیت ٣٢ پارہ ١٤)

یعنی: "وہ لوگ کہ جب فرشتے اُن کی روحوں کو قبض کرتے ہیں جبکہ وہ پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں، وہ ادب سے، اُن سے کہتے ہیں تم پر سلام ہو، جنّت میں داخل ہو جاؤ، اُن اعمال کی وجہ سے جنھیں تم (دنیا میں) انجام دیا کرتے تھے۔" (نحل-٣٢)

غرض وہ سلام کسی کی طرف سے بھی ہو مرنے والے مومن کے لیے آرام، راحت، عزت ہے۔ اب اُسے کسی قسم کی تکلیف، رنج، خوف، پریشانی نہیں ہے۔ (تفسیر نمونہ)

وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ (٩٢) اور اگر وہ (مرنے والا) حق کو
الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو،
فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ تو اُس کی مہمانی (خاطر تواضع) کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی،
وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ اور اُسے جہنّم کی سخت گرمی میں جھونکا جائے گا

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ حقیقتاً، واقعتاً یہ پوری پوری سچی، حقیقی، قطعی اور یقینی بات ہے۔

آیت ۹۲ تا ۹۵ : تکذیب کرنے والوں سے مراد (۱) خدا اور اُس کی یکتائی (۲) رسُول اور ان کی رسالت (۳) قیامت کے منکر (۴) راہِ حق سے منحرف، حق کے منکر ہیں۔

★ ان لوگوں میں مستضعف یعنی جو حق کو سمجھ ہی نہ سکیں اور جاہل لوگ شامل نہیں ہیں، صرف حق دشمن، ہٹ دھرم لوگ مراد ہیں، وہی حق کی تکذیب کرتے ہیں۔

★ (تفسیر نمونہ)

★ "حَمِیْم" کے معنی کھولتا ہوا جہنّم کا زہریلا پانی، جس سے اُن تکذیب کرنے والوں کی آؤ بھگت مہمانی اور تواضع کی جائے گی۔ یہ سزا حق کے منکروں کو مرتے ہی ملے گی۔ کیونکہ یہاں برزخ کی سزاؤں کا ذکر ہے۔ پھر بعد میں فرمایا: "وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ" یعنی۔ (قیامت کے دن) جہنّم رسید ہوں گے۔

★ (مطابق متعدد احادیث ائمہ معصومین ؑ از تفسیر نور الثقلین جلد ۵ ص ۲۲۹)

حق کی تکذیب کرنے والے گمراہ

تفسیر برہان میں ہے کہ جب کافر مرتا ہے تو زبانیہ فرشتوں میں سے ستر ہزار اُس (حق کی تکذیب کرنے والے گمراہ) کافر کی قبر تک جاتے ہیں، اور وہ اتنا چلاتا اور چیختا ہے کہ جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق اُس کی آواز سنتی ہے۔ وہ کہتا ہے: ہائے مجھے ایک دفعہ اور دنیا میں واپس پلٹایا جاتا "تاکہ میں مومن ہو کر مرتا۔" وہ فرشتے اُس کو ڈانٹ کر کہتے ہیں: چپ رہ، یہ بات اب ہرگز نہ ہوگی۔ جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور سب لوگ واپس چلے جاتے ہیں تو منکر نکیر سخت ڈراؤنی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں تو اس کی زبان میں ہچکچاہٹ، لکنت پیدا ہو جاتی ہے، اُس کو جہنّم کے تازیانے مارتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، پس اُس پر جہنّم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے

★ (تفسیر برہان -- انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ع ۳ — ۱۴

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۹۶)

تو اپنے عظیم پالنے والے مالک کے نام کی تسبیح پڑھو

(یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ——— اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ وَبِحَمْدِهِ پڑھ کر اللہ کی پاکیزگی، بے عیبی اور کمال کا دل اور زبان سے اعتراف کیا کرو)

★ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تم لوگ نماز کے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھا کرو۔ اور جب سورۃ الاعلیٰ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ "تم لوگ نماز کے سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ پڑھا کرو۔"

★ (تفسیر ابو الفدا، رازی، تفسیر مجمع البیان جلد ۹، تفسیر نور الثقلین جلد ۵، تفسیر در منثور، تفسیر مراغی، من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ)

★ اس سے معلوم ہوا کہ جنابِ رسولِ خدا نے نماز کے اجزاء تک قرآن کے چھوٹے چھوٹے اجزاء سے تعلیم فرمائے وہ بھی وحیٔ الٰہی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ یہ تعلیم آنحضرتؐ کو خداوندِ کریم و عظیم و اعلیٰ نے شبِ معراج فرمائی تھی۔ ★ (حیات القلوب جلد ۲)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ: "خداوندِ قدوس نے جب نورِ مقدسِ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا تو اس نورِ مقدس کو بارہ حجابوں میں ۸۰ ہزار سال رکھا۔ چنانچہ پہلا حجاب "قدرت" جس میں ۱۲ ہزار سال تک اس نورِ مقدس نے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ وَبِحَمْدِهِ" کی تسبیح پڑھی۔ اور بارہواں حجاب "شفاعت" جس میں ایک ہزار سال تک "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ" کی تسبیح پڑھی۔ (باقی حجابوں کی تفصیل صفحہ ۵۳۱۶ پر بیان کی جا چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.com

سُوۡرَۃُ الحَدِیۡد

لوہے کے ذکر والی سورۃ

فضائل اور خصوصیات

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الحدید کی تلاوت کرے گا (یعنی سمجھ کر پڑھے گا) وہ اُن لوگوں میں شمار ہوگا جو خدا اور اُس کے پیغمبروںؑ کو دل سے مانتے ہیں۔

(تفسیر مجمع البیان)

نوٹ: اصل میں اس سورۃ میں خداوندِ عالم کی عظمت اور رسولوںؑ کی صداقت پر ایسے واضح و محکم دلائل پیش کئے گئے ہیں کہ انسان دل سے اُن کا قائل ہو جاتا ہے، اس لیے اس کا شمار حقیقی مومنین میں کیا جاتا ہے۔

(مؤلف)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے سے پہلے پانچ سورے پڑھ کر سوتے جن کے شروع میں تسبیح ہے۔ سورۃ الحدید، سورۃ الحشر، سورۃ الصف، سورۃ الجمعہ اور سورۃ الاعلیٰ۔

(تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔

(تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر درِ منثور جلد ۶)

★ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ آیت سورۃ الحشر کی آخری آیت ہے۔ (کیونکہ یہ مفسرین کا خیال ہے اس لئے معتبر نہیں۔)

(مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا:
" جو شخص ان مسبّحات (پانچوں سورتیں جو مذکور ہوئیں) کی تلاوت کرے (سمجھ کر پڑھے) وہ اُس وقت تک دنیا سے نہیں اُٹھے گا جب تک امام مہدیؑ کا ظہور نہ ہوجائے۔ اور اگر اس سے پہلے دنیا سے اُٹھ گیا تو دوسرے جہاں میں وہ میرا ہمسایہ ہوگا۔"

★ ——— (تفسیر نمونہ)

★ کچھ لوگوں نے فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:
" خداوندِ عالم جانتا تھا کہ آخری زمانے میں کچھ ایسی قومیں آئیں گی جو مسائل پر گہری فکر و نظر رکھتی ہوں گی، اِس لیے خداوندِ متعال نے سورۃ قل ھو اللہ احد اور سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات " علیمٌ بذاتِ الصُّدُورِ " تک، نازل فرمائیں اب جو شخص اِن سے ہٹ کر کسی اور چیز کا بھی طالب ہوگا، تو وہ ہلاک ہوجائے گا۔"

★ ——— (اصولِ کافی - تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ مطلب یہ ہے کہ اِن آیات میں توحید کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مطالب کو بیان کیا گیا ہے اِس سے ہٹ کر یا اِس سے اور زیادہ بلند مطالب تک جانے کی کوشش کرنے کا حاصل گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

★ ——— (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۲۹ سورۃ الحدید مدنیۃ رکوعاتھا ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

سبح للہ ما فی السموت والارض ج وھو العزیز الحکیم ①

اللہ کی تسبیح کرتی ہے یعنی اللہ کی پاکی اور بے عیبی کو بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور "یہ کہ" وہی زبردست طاقت والا، عزت والا اور بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

لہ ملک السموت والارض ج یحی ویمیت

www.drhasanrizvi.com

وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کے لیے ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

هُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الۡبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳﴾

وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی، اور وہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔

آیتؑ میں تسبیح سے مراد خدا کی ذات کو ہر عیب اور نقص سے پاک قرار دینا ہے۔
(مفردات امام راغب)

★ ہر چیز پر خدا کا حق یہ ہے کہ وہ خدا کی پاکیزگی اور کمال پر زبانِ حال سے تسبیح کرے۔ اِس آیت اللہ کے لفظ کے ساتھ لام "لِلّٰہِ" اِس لیے لایا گیا کہ یہ کام صرف اللہ کی خوشی کے لیے خلوص کے ساتھ سب کو کرنا چاہیے۔ ★ (تفسیر صافی)

★ کہیں "سَبَّحَ" ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اور کہیں "یُسَبِّحُ" مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کائینات کا ذرہ ذرہ اِس حقیقت کو آج بھی بتا رہا ہے کل بھی بتا رہا تھا، اور آئندہ بھی بتاتا رہے گا۔

★ "العزیز" "الحکیم" سے پہلے جو "ھُوَ" آیا ہے اِس کا مطلب صرف اور صرف خدا کی

www.drhasanrizvi.com

ذات عزیز ہے۔ یعنی صرف اپنی قوت کے بل بوتے پر سب کام کرتا ہے اور اُس کی طاقت لامحدود ہے کوئی دوسری طاقت اُس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتی۔ ـــــــ اور وہی الحکیم ہے۔ یعنی اُس کا ہر ہر کام دانائی کے ساتھ بالکل صحیح ہوتا ہے، اُس کے تمام احکام اور ہدایات حکمتوں پر مبنی ہیں۔

ـــــــ * (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

آیت ۳: "اوّل و آخر۔ ظاہر و باطن"

جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "خدا ایسا اوّل ہے کہ جس سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور ایسا آخر ہے کہ جس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ (یعنی: اُس کا بعد ہی نہیں) وہ اس طرح باطن و پنہاں ہے کہ اُس سے ماوراء (دور) کسی چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس طرح ظاہر ہے کہ خدا سے واضح اور برتر کوئی وجود نہیں۔

* (تفسیر قرطبی جلد ۹۔ صحیح مسلم)

* جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "خداوندِ عالم کی اوّلیت کی کوئی ابتداء ہی نہیں ہے اور اُس کی ازلیت کی بھی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ وہ ایسا پہلا ہے کہ جو ہمیشہ سے تھا، اور وہ ایسا آخر ہے کہ جس کا کوئی اختتام نہیں۔ وہ ایسا ظاہر اور آشکار ہے کہ اُس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس چیز سے ظاہر ہوا، ایسا پنہاں اور پوشیدہ ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس چیز میں پوشیدہ ہے۔ * (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۶۳)

* نیز آپؑ نے یہ بھی فرمایا: "میں نے آج تک کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس کے اوّل و آخر، جس کے ظاہر و باطن، اور جس کے ساتھ ساتھ خدا کو نہ دیکھا ہو۔"

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

"حمد ہے اُس خدا کے لیے جس کی ابتداء معلوم نہیں، اور نہ اُس کی انتہاء کی

www.drhasanrizvi.com

کوئی حد ہے۔ عقل و فہم، فکر و خرد کبھی ہرگز اُس کو نہیں سمجھ سکتے۔ کبھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت سے ہے، اور کب اُس کی ابتدا ہوئی ہے، وہ کس چیز سے ظاہر ہوا اور کس میں پنہاں ہے۔"

(تفسیر نور الثقلین)

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾

(۴) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر تختِ شاہی (عرش) پر متمکن ہوا۔ (یعنی اُس کی حکومت کائنات پر جاری و ساری ہوتی) وہ اُسے بھی جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے، اور اُسے بھی کہ جو زمین سے نکلتا ہے، اُسے بھی جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور اُسے بھی جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو (اُس کے علم و قدرت میں ہے) تم جو کام بھی کرتے ہو اللہ اُسے خوب اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴: "جو آسمان سے اُترتا ہے" اس سے مراد روزی بھی ہے، بارش، اور فرشتے بھی ہیں "اور جو بلند ہوتا ہے" اس سے مراد، لوگوں کے نیک اعمال، دعائیں اور فرشتے بھی ہیں

(تفسیر تبیان)

★ "عرش پر متمکن و جلوہ فرما ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم پوری کائناتِ عالم کا خالق بھی ہے اور جزو و کل پر حکمران بھی ہے۔ کوئی چیز خداوندِ عالم کی فرماں روائی یا حکومت، انتظام اور تدبیر سے باہر نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان ۔ تفہیم ، تفسیر نمونہ)

★ خداوندِ عالم کا فرمانا: "وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے جہاں کہیں بھی رہو"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ: وہ ہمارے تمام حالات کو بخوبی جانتا ہے۔

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "انسان کے ایمان کا افضل ترین درجہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہے، خدا اس کے ساتھ ساتھ ہے۔"

(تفسیر در منثور جلد ۶)

★ نیز فرمایا کہ:
خداوندِ عالم سے حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا: "اے میرے مالک! میں تجھے کہاں پاؤں؟" فرمایا: "اے موسیٰؑ جیسے ہی تو نے میرا ارادہ کرلیا۔ (تو سمجھ لے کہ) مجھ تک پہنچ گیا۔"

(تفسیر روح البیان جلد ۹)

★ جس طرح آجکل ہم فیکس، انٹرنیٹ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں، خدا تک پہنچنے کے لیے صرف ہمیں اس کا ارادہ کرنا کافی ہے۔ ہم جیسے ہی اُس سے مخاطب ہوتے ہیں یا اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُس تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے خدا نے فرمایا: "نَحْنُ اَقْرَبُ ...الخ"

"میں تمہاری شہ رگِ گردن سے بھی کہیں زیادہ تم سے قریب ہوں" (سورہ ۵۰ - آیت ۱۶ ۔ پارہ ۲۶)

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کے لیے ہے، اور تمام معاملات فیصلوں کے لیے اُسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؕ وَهُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶

وہی رات کو دن میں، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور دلوں اور سینوں کے اندر کے رازوں تک کا خوب اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔

آیت ۵ کی تشریح: متکلمین اور فلاسفر نے خدا کی صفات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) صفاتِ ذات: جس میں خدا کے جلال و جمال کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) صفاتِ فعل: جو خدا کے افعال کو بیان کرتی ہیں۔

اِن آیات میں خدا کی صفاتِ ذات اور صفاتِ افعال میں سے کئی صفتوں کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) خدا کا علم (۲) خدا کی قدرت (۳) حکمت (۴) ازلیت (۵) ابدیت (۶) خالقیت (۷) مالکیت (۸) حاکمیت (۹) ہر چیز پر خدا محیط ہے (۱۰) ہر جگہ اُس کا موجود ہونا۔ خدا کی اِن صفات کی طرف متوجہ ہونا اور اُن کو سمجھ کر دل سے ماننا انسان کے وجود کو روشن کر کے جگمگا دیتا ہے اور معرفتِ خدا حاصل کر کے خدا سے قریب ہو جاتا ہے۔
(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ ایک شخص نے حضرت ابوالائمہ امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے عرض کیا کہ:
"اے امیر المومنین! میں خدا و رسول کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ عظیم چیز سکھائیں جس سے رسولِ خدا نے آپ کو مخصوص فرمایا ہے، اور جبریل نے حضورِ اکرم کو مخصوص کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جبریل کو دے کر اُسے رسولِ اکرم کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
"جب تم چاہو کہ اللہ جلّ شانہٗ کو اُس کے اسمِ اعظم کے ساتھ پکارو تو سورۃ الحدید کی ابتدائی چھ آیتیں "عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝" تک پڑھ کر اُسے پکارو۔ اِس کے بعد "سُورَةُ الحشر" کی آخری چار آیتیں پڑھو۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرو، اور یہ کہو:

" يَا مَنْ هُوَ هٰكَذَا اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَآءِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ (وَ اَنْ تَفْعَلَ بِیْ كَذَا وَكَذَا مِمَّا تُرِيْدُ)

(اور یہ کہ تو میری فلاں فلاں حاجت پوری فرما۔ جو چاہو مانگو)

(یعنی:) اے وہ خدا جو ایسا ہے! میں آپ کی خدمت میں ان اسمار کے حق کا واسطہ دے کر دعار مانگتا (یا سوال کرتا) ہوں کہ حضرت محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجیے (یعنی) خاص الخاص آپ کی بہت پسندیدہ رحمتیں نازل فرمائیے۔ اور یہ کہ میری فلاں فلاں حاجات پوری فرما دیجیے۔" جو حاجت ہو مانگو۔

قسم ہے اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ انشار اللہ تعالیٰ تمھاری حاجت پوری ہوگی۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ صـ ۱۷۱)

★ (خلوصِ دل سے یکسوئی کے ساتھ، یقینِ محکم رکھتے ہوئے یہ کام انجام دینا ضروری امر ہے)

www.drhasanrizvi.com

آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَاَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۖ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾

(۷) اِس لیے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو دل سے مان لو اور اُس مال میں سے خیرات کرو جس کا دوسروں کے بعد اللہ نے تمھیں مالک بنایا ہے، تو جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے (یعنی اللہ اور رسولؐ کو دل سے مان لیں گے اور خیرات بھی کریں گے) تو اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گئے ہیں، اُن کو چاہیئے کہ وہ سچے دل سے سوچ سمجھ کر اللہ اور اُس کے رسولؐ کو دل سے تسلیم کریں۔ اور پھر اُن کی عملاً مخلصانہ اطاعت کی زندگی اختیار کریں، جو ایمان کا لازمی منطقی نتیجہ ہے۔

★ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "خرچ کرو" تو اس کا مقصد صرف بھلائی کے کاموں پر ہی خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ جہاد اور دیگر اسلامی حکومت کے کاموں پر خرچ کرنا۔

★ اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خرچ کرو اُن چیزوں میں سے جن کا اُس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔"

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال تمھارے پاس ہے وہ تمھارا ذاتی نہیں ہے، خدا کی عطا ہے۔

اِس لیئے جس نے یہ مال تم کو دیا ہے اُس کے حکم پر اُس کی راہ میں اُس کی مخلوق پر خرچ کرنے میں بخل نہ کرو۔

(تفسیر کبیر - مجمع البیان - تفہیم، نمونہ - فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کسی نے دریافت کیا: "کس صدقے کا اجر سب سے زیادہ ہے؟" فرمایا: "جسے تم اِس حالت میں دو کہ تم صحیح وتندرست ہو، مال بچانے کی ضرورت محسوس کرتے ہو اور مال کو کام میں لگاکر زیادہ کما سکتے ہو، پھر بھی اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اُس وقت کا انتظار نہ کرو جب جان نکلنے لگے، اور کہو کہ یہ مال فلاں فلاں کو دیا جائے۔ اُس وقت تو یہ مال فلاں فلاں کو جانا ہی ہے۔"......... (مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔)
(بخاری، مسلم) (مؤلف)

★ راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح کسی اور نے مال کمایا اور اُس کے بعد تم اُس کے وارث بن گئے۔ اگر تم اُس کو صحیح خرچ نہ کروگے تو یاد رکھو کہ تم بھی اُسے چھوڑ کر چلے جاؤگے، پھر کوئی اور اُس کا وارث بن جائے گا۔ لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کو راہِ خدا میں خرچ کرو، اور خوشنودیِ خدا کا پروانہ حاصل کرلو۔
(تفسیر انوار النجف)

★ حدیثِ قدسی میں خداوندِ عالم نے فرمایا: "یَابْنَ اٰدَمَ اَلْمَالُ مَالِیْ وَاَنْتَ عَبْدِیْ وَمَالَكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَیْتَ وَمَا لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ وَمَا تَصَدَّقْتَ فَاَبْقَیْتَ وَمَا ذَخَرْتَ فَحَظُّكَ مِنْهُ الْمَقْتُ.. الخ"
(حدیثِ قدسی سورۃ ۲۸ ص ۵۵)

یعنی: "اے آدمؑ کے بیٹے! مال تو درحقیقت میرا عطا کردہ ہے، اور تو میرا بندہ وغلام (مال کا امین) ہے تیرا حق تو اِس مال میں بس اتنا ہے جو تو کھالے اور ختم کردے یا فنا کردے۔ اور جو کپڑے وغیرہ تو پہن کر پھاڑ دے یا پرانے کردے، اور جو صدقہ کردے (یعنی راہِ خدا میں دیدے) اور اُس کا ثواب واجر اپنے لیے باقی رکھے۔ (یہ سب اُس مال میں تیرا حصّہ ہے، جو تیرے کام آگیا اور آئندہ صدقے کا مال، اُس کا اجر وثواب تیرے لئے آخرت میں کام آئے گا) اور جو مال تو جمع کرلے گا تو اُس میں تیرے حصّے کا غیظ وغضب وغصّہ ہوگا۔"

www.drhasanrizvi.com

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

(۸) آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان ہی نہیں لاتے، حالانکہ رسولؐ تمھیں تمھارے پالنے والے مالک پر ایمان لانے کی طرف بلا رہا ہے اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے، اگر تم واقعی ماننے والے ہو۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٩﴾

(۹) وہی اللہ تو ہے جو اپنے خاص بندے پر صاف صاف کھلی ہوئی واضح آیتیں اُتارتا ہے، تاکہ تمھیں (کفر، گمراہی اور بُرائیوں کے) اندھیروں سے نکال کر (ہدایت، ایمان اور عملِ صالح کی) روشنی میں لے آئے۔ اور حقیقتاً وہ تم پر نہایت شفیق، مہربان اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

* آیتؐ کے آخری الفاظ صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ جن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، وہ

www.drhasanrizvi.com

وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان کا اعلان کر چکے ہیں، پھر بھی خدا و رسولؐ کی کچھ باتیں ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ اسی لیے اُن سے کہا جا رہا ہے کہ تم ان باتوں کو بھی دل سے مانو۔ کیوں کہ تم ایمان کا عہد و پیمان کر چکے ہو، پھر کیوں مان نہیں رہے ہو۔

٭ ـــــ (تفسیر ماجدی)

عہد کے معنی

بعض مفسّرین کے نزدیک یہاں عہد و پیمان سے مراد عہدِ اَلَسْتُ ہے جو خداوندِ عالم نے سب سے عالمِ ذر میں لیا تھا۔ اس لیے اُن کے نزدیک یہ خطاب کافروں سے ہے۔

٭ ـــــ (ابنِ جریر)

٭ مگر یہ تاویل بہت دور کی ہے۔ کافر عہدِ الست کو مانتے ہی کہاں ہیں کہ اُن سے اُس عہدِ اَلَست کی بنیاد پر ایمان لانے کا تقاضا کیا جائے۔

٭ ـــــ (فصل الخطاب)

٭ عہد و پیمان سے مراد وہ عہد ہے جو ہر انسان کی فطرت ہے۔ اور فطرت اور عقل و ضمیر کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے خالق، مالک، پالنے والے کو دل سے مانا جائے اور عملاً اُس کی اطاعت کی جائے

٭ ـــــ (تفسیر نمونہ)

آیت ۹ میں "اندھیرے" سے مراد گمراہی اور جہالت، اور "روشنی" سے مراد ہدایت، علم اور معرفت کی روشنی ہوا کرتی ہے۔ کیوں کہ علم و معرفت کی روشنی ہی حق و باطل کو الگ الگ کر دکھاتی ہے۔ اِس لیے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ خداوندِ عالم تمھیں نافرمانی، جہالت اور اندھے تعصّب کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت، معرفت، ایمان اور اطاعت کی روشنی کی طرف لے جائے گا۔

٭ ـــــ (تفسیر صافی)

٭ خداوندِ عالم نے آخر میں خود کو "رَءُوْفٌ" فرمایا۔ رَءُوف کے معنی "محبت کرنے والا" خدا اپنی اطاعت کرنے والوں سے خاص محبت کا سلوک فرماتا ہے۔ اور خداوندِ عالم "رحیم" بھی ہے اِس طرح کہ وہ سرکشوں کو بھی سوچنے سمجھنے، سنبھلنے کی مہلت عطا فرماتا ہے اور معافی مانگنے پر اُن کو اپنی رحمت کی وجہ سے معاف فرماتا ہے

www.drhasanrizvi.com

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱ ۱۷

(۱۰) تم میں سے جو لوگ فتح "مکہ" کے بعد خیرات اور جہاد کریں گے، وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح "مکہ" سے پہلے خیرات کی اور جہاد کیا، اُن کا درجہ فتح کے خیرات اور جہاد کرنے والوں سے کہیں بڑا اور بڑھ کر ہے۔ یوں تو خدا نے بھلائی کا وعدہ تو سب سے ہی کر رکھا ہے۔ (یعنی یوں تو دونوں اجر کے مستحق ہیں، لیکن فتح سے پہلے خیرات اور جہاد کرنے کا مرتبہ کہیں زیادہ ہے) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "اللہ کی راہ میں خرچ کرو کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ کے لیے ہے۔" اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمتیں خدا نے تم کو دی ہیں اُن خدا کے

www.drhasanrizvi.com

حکم کے مطابق خدا کی راہ میں خرچ کرو، اِس لیے کہ تمھیں مرنا ہے اور موت کے بعد یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں گی۔ اب جو یہ تمھارے اختیار میں ہیں تو اِن سے اُن کا حقیقی فائدہ اٹھالو۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کرکے اپنی ابدی زندگی کا سامان فراہم کرلو۔ اِس کو "انفاق" کہا گیا ہے۔

(مجمع البیان، تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر درجے کے اوپر ایک درجہ ہوتا ہے، اور ہر مقام سے بلند کوئی مقام ہوتا ہے مگر خدا کی راہ میں جان دینے سے بڑھ کر کوئی درجہ اور مقام نہیں ہوتا۔"

(الحدیث)

★ عام مفسرین کے نزدیک یہاں "فتح" سے مراد فتحِ مکہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

★ لیکن حافظ ابنِ جریر نے صلح حدیبیہ کو مراد لیا ہے کیوں کہ سورۃ الفتح میں صلحِ حدیبیہ کو "فتحِ مبین" کہا گیا ہے۔ (ابنِ جریر)

آیت کے پیغامات

(۱) یہ مال تمھارے پاس ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں دیا گیا ہے اِس کا آخری وارث خدا ہے۔ اگر اس کو راہِ خدا میں خرچ کروگے تو اللہ کے پاس اِس کا بہترین اجر ہے۔

(۲) تم کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے فقیر ہوجانے کا خوف نہیں ہونا چاہیئے کیوں کہ خدا آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کا مالک ہے۔ تم اُس کی راہ میں خرچ کروگے وہ تم کو بڑھا کر عطا کریگا۔ اس لیے کہ خدا نے خود فرمایا: "وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝" (سورۃ ۳۴ سبا آیت ۳۹ پارہ ۲۲)

یعنی: "جو کچھ تم خرچ کرتے ہو، خدا اُس کی جگہ مزید رزق تمھیں دیتا ہے۔ (کیونکہ) وہ بہترین رازق ہے۔"

(۳) جس قدر حالات سخت ہوں گے، اور خدا کی راہ میں مال و جان کو خرچ کیا جائے گا اُسی قدر اُس کا اجر زیادہ ہوگا۔

★ جناب رسولِ خداؐ نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا: "عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن کے اعمال دیکھ کر تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے، لیکن اگر وہ پہاڑ کے برابر بھی سونا خدا کی راہ میں خرچ کردیں تو تمھارے دو رطل (دینے) کے برابر بھی نہ پہنچیں گے۔"

(ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابوابراہیم اصفہانی)

www.drhasanrizvi.com

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾

(۱۱) کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن، اچھا قرضہ دے تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھاتا چلا جائے، اور اُس کے لیے بہت عزّت والا پسندیدہ اجر بھی ہو

قرضِ حسن یعنی اچھا قرضہ سے مراد

اکثر مفسرین نے اِس آیت کو قرض دینے کی فضیلت کے سلسلے میں پیش فرمایا ہے۔ جبکہ آیت میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو صرف بطور استعارہ یا مثال' قرضِ حسنہ فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ قرض وہی ہوا کرتا ہے جو آج دیا جاتا ہے اور واپس مل جایا کرتا ہے اِسی طرح جو مال اللہ کی راہ میں آج دنیا میں دیا جاتا ہے' کل آخرت میں خدا اُس کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر واپس دے گا۔ گویا یہ مال اللہ کے ذمّے قرض تھا۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ کسی ضرورتمند کو قرضہ دینا بہت زیادہ افضل عبادت ہے۔ مگر یہاں قرضِ حسنہ سے مراد صرف اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے۔

★ (تفسیر ماجدی۔ فصل الخطاب، تفسیر کبیر)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قرضِ حسنہ والی آیت (اوّلین معنی میں) امامِ وقت کے حق کے بارے میں اُتری ہے۔ کیوں کہ مومنین کی دولت میں امام کا حق ہوتا ہے۔"

★ (تفسیر صافی۔ کافی۔ تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:
" اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے ہر وہ چیز نہیں مانگی جو ان پاس ہے اور نہ اس لیے مال مانگا ہے کہ اُسے قرضہ لینے کی ضرورت ہے (معاذ اللہ) بلکہ اللہ نے جو اپنا حق مانگا ہے اُسے اُس کے ولی (امام وقت) کو دیا جانا چاہیے۔ (تاکہ وہ مخلوق کی ہدایت اور ضرورتوں کو پورا کر سکے۔)
(کافی)

★ نیز امام علیہ السلام سے یہ روایت بھی ہے کہ " ایک درہم جو امامؑ کی خدمت میں بطور صلہ و ہدیہ کے پیش کیا جائے وہ اُن لاکھوں درہموں سے افضل ہے جو باقی دیگر اُمور میں خرچ کیے جائیں۔
نیز روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ " صدقے کا ثواب دس گنا اور قرضِ حسن کا ثواب اٹھارہ گنا ہوتا ہے"
(تفسیر انوار النجف)

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

(۱۲) جس دن تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے بھی ہوگا اور اُن کے دائیں طرف بھی دوڑ رہا ہوگا (کیونکہ روزِ قیامت مومنین و مومنات کا ایمان اور عمل نور میں تبدیل ہو جائے گا۔

www.drhasanrizvi.com

اور اُن کی شخصیتیں جگمگا اُٹھیں گی، اُن سے کہا جائے گا) تمھیں آج یہ جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات مبارک ہوں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

روزِ قیامت مومنین و مومنات کا نور

اصحاب یمین وہ ہیں جو اپنی دائیں طرف سے جنّت میں داخل ہوں گے۔ اِس لیے اُن کا نور اُن کے سامنے اور اُن کی دائیں جانب پھیل رہا ہوگا۔

(تفسیر مجمع البیان)

★ اُس نور کی حقیقت کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، کیوں کہ آخرت کی تمام چیزوں کے نام تو وہی ہیں جو دنیا کی چیزوں کے ہیں، لیکن اُن کی حقیقت دنیا کی مادّی چیزوں سے مختلف اور بہت اعلیٰ ہوتی ہے جس کا سمجھنا ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہے۔ (کیونکہ ہمیں اس کا تجربہ نہیں ہے)

(فصل الخطاب)

★ آیت سے معلوم ہوا کہ میدانِ حشر میں یہ نور صرف مومنین صالحین کے لیے مخصوص ہوگا۔

(تفہیم)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "کسی کا نور اتنا تیز اور روشن ہوگا کہ مدینے سے عدن تک کی مسافت جگمگا اُٹھے گی، اور کسی کا نور مدینے سے صنعا تک کے علاقے کو منوّر کردیگا اور کسی مومن کا نور اُس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا۔"

(ابن جریر)

★ اِس سے معلوم ہوا کہ صرف مومنین صالحین کا نور مراد نہیں بلکہ ہر مومن کا نور اُس کے ایمان و عمل کے مطابق ہوگا۔

www.drhasanrizvi.com

★ جب پلِ صراط عبور کرنے کا وقت ہوگا تو مومنوں کو اپنے اپنے اعمال و مراتب کے لحاظ سے نور عطا ہوگا۔ بعض وہ ہوں گے کہ اُن کے سامنے دور دراز تک نور ہی نور ہوگا' اور بعض وہ ہوں گے کہ اُن کے لیے صرف قدموں کی جگہ تک نور محدود ہوگا' اور بعض ایسے بھی ہوں گے کہ اُن کے قدموں کے انگوٹھوں میں نور ہوگا کہ کبھی روشن ہوگا اور کسی وقت بجھ جائے گا' اور وہ سب اِس خوشخبری میں شریک ہوں گے کہ فرشتے اُن کو مبارک باد دیں گے اور وہ حسبِ مراتب اپنے اپنے نور کی روشنی میں جلدی یا دیر سے پلِ صراط عبور کر کے جنّت میں جا پہنچیں گے۔

★ ——— (تفسیر انوار النجف)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "قیامت کے دن نور لوگوں کے درمیان اُن کے ایمان کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا۔"

★ ——— (تفسیر علی ابن ابراہیم ۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ نیز حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "میں اپنی اُمّت کے صالحین کو وہاں اُن کے نور سے پہچان لوں گا' جو اُن کے آگے اور اُن کے دائیں بائیں دوڑ رہا ہوگا۔"

★ ——— (بروایت ابوذرؓ غفاری' ابو درداء ۔ حاکم' ابن ابی حاتم' ابنِ مردویہ)

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيهِ الرَّحْمَةُ

www.drhasanrizvi.com

وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

(۱۳) اُس دن منافق مرد اور عورتیں اُن لوگوں سے کہیں گے جو خدا اور رسولؐ کو دل سے مانتے تھے، کہ "ذرا ہماری طرف بھی دیکھ لو (یا) ذرا ہمارا بھی انتظار کرلو، تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ فائدہ اُٹھالیں۔" تو اُن سے کہا جائے گا: "واپس جاؤ، پیچھے ہٹو، کوئی اور نور ڈھونڈو۔" پھر اُن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اُس دروازے کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہوگی، اور باہر عذاب ہی عذاب ٭ (۱۳)

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾

(۱۴) وہ (منافقین) مومنوں کو پکار پکار کر کہیں گے: "کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ (رہتے) تھے؟" مومن جواب دیں گے: "ہاں (رہتے تو تھے

www.drhasanrizvi.com

لیکن تم نے اپنے آپ کو خود گمراہی میں ڈالے رکھا تھا۔ تم نتیجہ نکلنے کے انتظار میں ٹھیرے رہے۔ یا تم شک وشبہ میں پڑے رہے تھے جھوٹی توقعات، اُمیدیں اور آسرے تمھیں دھوکہ دیتے رہتے تھے، یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے حکم اور فیصلہ آگیا (یعنی تمھاری موت آگئی) غرض آخر وقت تک تمھیں اُس بڑے دھوکے باز (شیطان) نے اللہ کے بارے میں دھوکے ہی میں ڈالے رکھا۔ (۱۴)

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۵)

(۱۵) تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ یا معاوضہ قبول کیا جائے گا' اور نہ اُن لوگوں سے جنھوں نے اَبدی حقیقتوں کا انکار کیا۔ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی دوزخ، تمھاری آقا' مالک اور سرپرست ہے (یا) وہی تمھارے لیے موزوں جگہ ہے، اور یہی بدترین انجام ہے۔

آیت ۱۴ کی تشریح: "فَتَنْتُمْ" یعنی: امتحان لینا۔ اِس کے اصل معنی سونے کو آگ میں ڈالنے کے ہوتے ہیں تاکہ کھرے کھوٹے کی پہچان ہو جائے۔ اِسی لیے اِس لفظ کو

www.drhasanrizvi.com

فتنہ کہتے ہیں۔ اِس کے دوسرے معنی امتحان لینے کے ہو گئے۔
پھر عربی میں ہر اُس چیز کو فتنہ کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کا امتحان لیا جائے۔
اِسی لیے قرآن نے مال اور اولاد کو "فتنہ" فرمایا ہے کہ مال اور اولاد کے ذریعے مالداروں اور اولاد والوں کا امتحان لیا جاتا ہے۔

★ ———— (فصل الخطاب، مفردات امام راغب، تفسیر کبیر)

★ روزِ قیامت منافقین، مومنین سے کہیں گے۔ اے مومنو! کیا دنیا میں ہم تمھارے ساتھ ساتھ نہ رہتے تھے؟ تمھارے ساتھ نماز، روزے نہیں رکھتے تھے؟ تمھارے ساتھ ہماری شادیاں نہیں ہوتی تھیں؟ پھر آج ہمارے اور تمھارے درمیان جدائی کیسے ہو گئی؟

جواب دیا جائے گا کہ تم سچّے مسلمان نہ تھے، تم کفر و ایمان کے درمیان لٹکے رہے تھے۔ (تم ہماری بات کب مانتے تھے، بلکہ ہماری باتوں پر مذاق اڑاتے تھے) تمھاری دلچسپیاں کفر و شرک اور بدعتوں سے وابستہ تھیں، تم انتظار اور موقع کی تلاش میں تھے۔ اور تم ہمیشہ اِس شک میں پڑے رہے کہ اسلام سچّا دین ہے یا نہیں؟ کبھی تم کو رسولؐ کی رسالت میں شک ہوتا تھا کبھی قرآن کی صداقت پر شک ہوا کرتا تھا۔
یہاں تک کہ تم کو موت آگئی اور تم مرتے دم تک شک ہی میں پڑے رہے۔ (ہمارے پاس ایمان اور اعمالِ صالح کا نور ہے اور تمھارے پاس کفر و نفاق اور شک کا اندھیرا ہے، اِس لیے ہٹ جاؤ ہمارے پاس سے کوئی اور نور تلاش کرو)

★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، تفسیر نمونہ، تفہیم)

آیت ۱۵ کی تشریح: **قیامت کے روز نجات کا واحد ذریعہ** ایمان اور نیک اعمال ہوں گے۔ شفاعت کا فائدہ بھی صرف اُنہی کو ملے گا جو ایمان اور اعمالِ صالح میں سے کچھ کمائی اپنے پاس رکھتے ہوں گے، اُن میں جو کمی یا خامی رہ گئی ہوگی۔" حضور اکرم صؐ نے فرمایا: "کوئی شخص اُس وقت تک جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک اللہ کی رحمت شامل نہ ہوگی۔" سے وہ لوگ جو ایمان اور اعمالِ صالح سے کچھ حصہ نہ رکھتے ہوں گے، اُن کا انبیاءِ کرامؑ اور اولیاءِ عظام سے کوئی تعلق قائم نہ ہو سکے گا۔

★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾

(۱۶) کیا ابدی حقیقتوں کو دل سے ماننے والے مومنین کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر اور اُس حق سے جو اُترا ہے (یعنی قرآن سے) متاثّر ہو کر جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی' پھر لمبی مدّت گذرنے پر اُن کے دل سخت ہو گئے اور (آج) اُن میں سے اکثر بدکار ہیں۔

شانِ نزول: ہجرت کے ایک سال بعد منافقین کے بارے میں اُتری۔ جو حضرت سلمان رض فارسی سے پوچھا کرتے تھے کہ: "جو کچھ توراۃ میں ہے وہ سناؤ۔ کیونکہ توراۃ میں بڑے عجیب عجیب مسائل بیان کیے گئے ہیں۔" اس طرح وہ لوگ قرآن کی تحقیر کرتے تھے۔ اُن کو تنبیہ کی جارہی ہے۔
(تفسیر نمونہ - تفسیر کبیر)

(۲) دوسری شانِ نزول یہ ہے کہ: "اصحابِ پیغمبر ص مکے میں غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے، مدینے میں

www.drhasanrizvi.com

اگر جب نعمتوں کی فراوانی ہوگئی تو دلوں میں سختی آگئی ۔ اُس وقت یہ آیت اُتری۔
(تفسیر مجمع البیان ۔ تفسیر در منثور جلد ٦ ، بیضاوی)

★ پس اعمالِ صالح میں سُستی کرنے والوں کو سرزنش کے طور پر یہ خطاب کیا گیا ہے کہ تم اہلِ کتاب کی طرح نہ ہوجاؤ کہ طولانی مدت گزر جانے کے بعد اُن کے دل سخت ہوگئے اور وہ فسق و فجور کی وادی میں اُتر گئے

حضرت عیسےٰؑ نے فرمایا: "اللہ کے ذکر کے علاوہ کلام زیادہ نہ کرو، ورنہ دل سخت ہوجائے گا، اور سخت دل اللہ سے دور ہوا کرتا ہے ۔ اور سرداروں کی طرح لوگوں کے عیوب پر نگاہ نہ رکھو، بلکہ غلاموں کی طرح اپنی ہی غلطیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ لوگ دو طرح سے خالی نہیں ہیں یا تندرست ہوں گے یا بیمار۔ پس بیماروں کے لیئے تندرستی کی دعا کیا کرو اور اپنی تندرستی پر اللہ کی حمد بجالایا کرو۔
(تفسیر انوار النجف)

★ مطلب یہ ہے کہ: اگر تم قرآن کو سمجھ کر پڑھو گے تو تمھارے دلوں میں خدا کی عظمت کا احساس بیدار رہے گا اور اس عمل کی وجہ سے غفلتوں سے بچ جاؤ گے ۔ اسی غفلت سے دل سخت ہوجاتے ہیں۔ پھر اُن میں خدا کا خوف باقی نہیں رہتا جس کا منطقی نتیجہ گناہ، ظلم، فسق و فجور کی زندگی ہوتی ہے ۔ جب انسان طویل عرصے تک خوشحالیوں میں مست و مگن ہوجاتا ہے، آرزوئیں بکثرت، اور توقعات بہت طویل ہوجاتی ہیں، اور دل پوری طرح دنیا کی طرف جُھک جاتا ہے ۔ خدا یا آخرت سے بے فکر ہوجاتا ہے، اسی کو دل کی سختی کہتے ہیں ۔
(تفسیر نمونہ)

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا:
"کسی کام کے سلسلے میں اُس کے وقت آجانے سے پہلے جلدی نہ کرو، ورنہ شرمندہ ہوگے اور تمھارے اور حق کے درمیان طویل فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے تمھارے دل سخت ہوجائیں گے"۔
(بحار الانوار جلد ۷۸)

★ لوگ دو قسم کے ہیں (۱) مبتلا، (۲) اہلِ عافیت ۔ لہٰذا مصیبت زدہ (مبتلا) لوگوں پر رحم کرو اور اہلِ عافیت کو دیکھ کر خدا کی حمد بجالاؤ ۔ (مجمع البیان جلد ۹)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

(۱۷) تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ ہی زمین کو اُس کے بے جان ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے (جاندار بنا دیتا ہے) ہم نے تمھارے لیے یہ نشانیاں اور دلیلیں واضح طور پر پیش کردی ہیں، شاید کہ اب تم عقل سے کام لو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

(۱۸) حقیقت یہ ہے کہ اچھے کاموں پر خرچ کرنے والے مرد اور اچھے کاموں پر خرچ کرنے والی عورتیں، اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرضہ دیا ہے، یقیناً اُس مال کو اُن کے لیے کئی گنا بڑھا چڑھا کر اضافہ کر دیا جائے گا اور اُن کے لیے اُس کا بہترین باعزت پسندیدہ معاوضہ بھی ہوگا۔

آیت ۱۷ کا پچھلی آیت سے تعلق یہ ہے کہ جس طرح خداوندِ عالم مردہ زمین کو زندہ کر دیا کرتا ہے اُسی طرح

www.drhasanrizvi.com

گمراہوں کو ہدایت، اور کافروں کو توفیقِ ایمان بھی عطا فرمادیا کرتا ہے۔

★ ——— (تفسیر تبیان)

★ قرآن میں کئی مقامات پر نبوّت اور اللہ کی کتاب کے اترنے کو بارش سے تشبیہ دی گئی ہے، کیوں کہ جو اثرات بارش کے مردہ زمین پر ہوتے ہیں، وہی اثرات نبیؐ اور کتابِ خدا کے انسان پر ہوتے ہیں۔ بارش کے چند قطرے زمین کو زندہ کر کے گلزار بنا دیتے ہیں، اسی طرح کتابِ خدا اور رسولِ خدا کے آنے سے مری ہوئی انسانیت جی اٹھتی ہے۔ اگر انسان غور و فکر کرے تو سمجھ لے گا کہ انسانیت کے حق میں وحیِ کتاب اور رسولؐ سے بڑی کوئی رحمت نہیں ہوتی۔

★ ——— (تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ، تفہیم)

آیت ۱۸:

★ خدا کو قرضِ حسن دینے سے مراد خدا کے بندوں کو قرض دینا یا فائدہ پہنچانا۔ کیوں کہ خدا کو قرض لینے کی ضرورت نہیں، خدا کے بندوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے قرضِ حسنہ دینے سے اصل مراد خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے، اور قرض دینا بھی اس میں شامل ہے۔ اس لیے مومن کو قرض دینے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

★ ——— (کنز العرفان جلد ۲)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ع ⑲ ۲ ع ۱۸

www.drhasanrizvi.com

غرض جو لوگ اللہ اور اُس رسولوں کو دل سے مانتے ہیں، وہی اپنے پالنے والے مالک کے نزدیک "صدیق" (یعنی بہت سچے، سچے دل سے حق کو ماننے والے اور قول وعمل کے سچے اور "شہید" (یعنی) حق کے گواہ ہیں۔ اُن کے لیے اُن کا اجر و معاوضہ بھی ہے، اور اُن کا نور بھی۔ (یعنی) اُن میں سے جو جس مرتبے کا سچا اور حق کا گواہ ہوگا اُسی درجے کا معاوضہ اور نور اُس کو ملے گا اور جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں کا انکار کیا (یا) کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، تو وہی لوگ جہنمی ہیں۔ (۱۹)

تفسیر اہلبیتؑ

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ "یہ آیت (اوّلین معنی میں) ہمارے اور ہماری پیروی کرنے والوں (سچوں) کے بارے میں نازل ہوئی ہے" (تفسیر صافی بحوالہ التہذیب)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "ہماری پیروی کرنے والوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جو صدیق اور شہید نہ ہو۔" پوچھا گیا، کس طرح؟ جبکہ بہت سے تو اپنے بستروں پر ہی مرجاتے ہیں؟ جواب میں امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (المحاسن)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارے پیروکاروں میں سے جو بھی مرجائے وہ صدیق ہے کیوں کہ اُس نے ہمارے امر (ولایت و امامت) کی دل سے تصدیق کی ہے، اور اُس لیے کہ اُس نے جس سے دوستی کی تھی، وہ ہماری (محبت کی) وجہ سے کی تھی، اور جس سے دشمنی کی تھی، ہماری ہی (محبت کی)

www.drhasanrizvi.com

وجہ سے کی تھی۔ اِس طرح اُس نے اپنے ہر ہر معاملے میں خدا کو پیشِ نظر رکھا، کیوں کہ وہ اللہ اور رسولؐ کو دل سے مانتا ہے۔" (اللہ کے حکم کی وجہ سے آلِ رسولؐ سے محبت کرتا ہے) اِس کے بعد حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(الخصال)

★ اِس کے علاوہ جناب رسولِ خداؐ کی متفق علیہ حدیث ہے کہ: "مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا۔" (جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرا وہ شہید مرا۔)

(تفسیر انوار النجف، تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر۔ مجمع البیان، صواعق محرقہ، ارجح المطالب)

فتنہ سے اپنی جان اور اپنے دین کو بچانے والا صدیق ہوتا اور شہید مرتا ہے

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لیے کسی زمین سے نکل جائے، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "صدیق" لکھا جاتا ہے، اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اُس کی روح قبض فرماتا ہے۔" پھر حضورِ اکرمؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

★ (ابنِ مردویہ بروایت ابوداؤد)

پچاس صدیقوں کا ثواب؟

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ:

"میری اُمت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس وقت شاہی اور سلطنت بغیر کشت وخوں ریزی اور ظلم وجبر کے نہ ملے گی اور تونگری لوگوں کا مال چھینے بغیر حاصل نہ ہوگی، اور بخل کیے بغیر مالداری نہ ملے گی۔ اور آپس میں دوستی نہ ہو سکے گی، مگر دین کو چھوڑنے اور نفس کی پیروی کرنے سے؛

سنو! جو شخص تم میں سے اُس زمانے میں ہو، اور تنگدستی پر صبر کرے، حالانکہ غصبِ مال اور بخل کرنے سے مالدار ہونے پر قدرت رکھتا ہو، اور ذلت پر صبر کرے، حالانکہ اہلِ باطل سے

www.drhasanrizvi.com

دوستی کرنے اور اُن کی متابعت و پیروی کر کے عزّت حاصل کرنے پر قادر ہو، اور لوگوں کی دشمنی پر صبر کرے، جو اُس کے ساتھ حق کی اطاعت کرنے کی وجہ سے دشمنی کرتے ہوں، حالانکہ اُن کی پیروی کر کے اُن کو دوست بنانے پر اختیار رکھتا ہو (اور پھر وہ اپنی حق پرستی پر قائم رہے) تو حق تعالےٰ اُسے اُن پچاس صدّیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا، جنھوں نے میری تصدیق کی ہو۔"

(روح الحیات علامہ مجلسیؒ ص ۲۳۸)

٭ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جو شخص ولایت (امامت) سے پوری طرح واقف ہو، اور امام مہدی علیہ السلام کا منتظر ہو کر زندگی گذارے اور اُن کا ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہو، وہ ایسا ہے گویا اُس نے امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ رہ کر جہاد میں شرکت کی، وہ اُس شخص کی مانند ہے جس نے حضور اکرمؐ کے ساتھ رہ کر جہاد کیا اور آنحضرتؐ کے خیمے میں شہید ہوا۔

٭———— (تفسیر مجمع البیان)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

www.drhasanrizvi.com

(۲۰) خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اِس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل کود اور تماشا ہے، اور دل لگی ہے، بناؤ سنگھار یا ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے، آپس میں ایکدوسرے پر اِترانا' فخر کرنا اور ایکدوسرے سے مال اور اولاد میں بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اِس (زندگی) کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے بارش ہو اور اُس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کسان خوش ہو جائے، پھر وہی کھیتی پک جائے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھیت خشک ہو کر پیلا ہونے لگے، پھر وہ سوکھ کر چورا چورا (بُھس) بن کر رہ جائے (اِس کے برعکس) آخرت (کی زندگی)، وہ جگہ ہے جہاں (کچھ گنہگار لوگوں کے لیے تو) سخت سزا ہے' اور (نیکوکار لوگوں کے لیے) اللہ کی طرف سے معافی بھی ہے اور اُس کی خوشنودی بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ (۲۰)

★ قرآن مجید میں جہاں جہاں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ "دنیا کی زندگی کھیل تماشا نہیں ہے"۔ وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔ اب یہاں جو دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا کہا گیا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کے اصل مقصد کو بھلا کر زندہ رہا جائے' تو

www.drhasanrizvi.com

وہ زندگی کھیل تماشا، یعنی بے مقصد ہے۔ اور اسی پر آخرت میں سخت عذاب فرمایا گیا ہے۔ بے مقصد زندگی وہ ہے جس میں صرف وقتی لذت حاصل ہوتی ہے، جس میں خدا کی خوشنودی کو دخل نہیں ہے بلکہ لذتِ خواہشِ نفس ہے۔

اب اگر اسی دنیا کی زندگی کو اُس کے اصل مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ یعنی خدا کی معرفت اور ایمان حاصل کرنے اور اعمال صالح انجام دینے کے لیے خدا کی رضامندی اور اُس کا اجر حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے، تو پھر یہی دنیا کی زندگی کا انجام خداوندِ عالم کی چھا جانے والی رحمت، گناہوں کی معافی، اور خدا کی رضامندی کا حصول بن جاتا ہے۔ جس سے بڑی کسی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(تفسیر کبیر، فصل الخطاب، تفسیر ماجدی)

چیست دنیا؟ از خدا غافل شدن ٭ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(مولانا روم)

یعنی، (دنیا کسے کہتے ہیں؟ خدا سے غافل ہو کر زندگی گذارنا دنیا ہے، ورنہ مال و دولت، سونا چاندی، بیوی بچے دنیا داری نہیں ہے۔)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "دنیا اولیاءِ خدا کی تجارت گاہ ہے۔"

(نہج البلاغہ)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ" (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) (الحدیث)

★ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ"

"(یعنی) جو کچھ تجھے خدا نے دیا ہے، اُس سے آخرت کی دولت کما لے۔" (سورۃ ۲۸ - آیت ۷۷ - پارہ ۲۰)

★ اگر دنیا سے آخرت کی دولت یعنی اعمالِ صالح نہ کمائے تو پھر یہ دنیا کی زندگی ایک ایسی کھیتی کی طرح ہے جو پک جائے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہو کر بھس بن کر اُڑ جائے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ
اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

﴿۲۱﴾ (اس لیے) دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اپنے پالنے والے مالک کی معافی، رحمت اور جنّت کی طرف، جس کی چوڑائی، وسعت آسمان اور زمین کی چوڑائی اور وسعت کے برابر ہے۔ (یعنی بے حد وسیع ہے) جو اُن کے لیے تیّار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں کو دل سے مان لیں۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے، اور اللہ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے۔

★ "عَرْضٍ" یعنی چوڑائی کا لفظ عربی میں صرف چوڑائی کے معنی ہی میں نہیں بولا جاتا، بلکہ صرف وسعت کے لیے بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا: "فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ پس لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔" (سورۃ حٰمٓ السجدہ ۴۱ آیت ۵۱ پارہ ۲۵)

آیت کا اصل مقصد جنّت کی وسعت کا تصوّر دلانا ہے۔ نیز یہ کہ جو باغات جنّت میں ملیں گے وہ تو صرف اُس کی رہائش گاہ ہوگی جو زمین و آسمان جتنی وسیع ہوگی، باقی پوری کائینات اُس کی سیرگاہ ہوگی۔ وہ جہاں چاہے گا جائے گا، جو چاہے گا دیکھ لے گا، جس چیز کو چاہے گا استعمال کرے گا یا حاصل کرے گا۔ اُس کے اختیارات لامحدود ہوں گے، اور اُس کی حکومت بیحد وسیع ہوگی، قرآن نے چند لفظوں میں فرما دیا: "لَهُمْ فِيهَا يَشَآءُونَ" یعنی اُن کے لیے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے۔" (سورۃ ۱۶ آیت ۳۱ پارہ ۱۴) * (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر وہ کام کرو کہ تم اللہ کی بخششوں، رحمتوں، عطاؤں اور جنّتوں کے مستحق ہو جاؤ کہ یہی اصل کامیابی اور مقصدِ زندگی ہے۔

* ——— (فصل الخطاب)

مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ۔۔۔ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

* (اقبال)

مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾

(۲۲) کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین پر یا تمھاری جان پر اُترے، اور ہم نے اُس کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک کتاب میں نہ لکھ رکھا ہو، یقیناً یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

www.drhasanrizvi.com

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۲۳﴾

(۲۳) یہ سب اِس لیے کیا ہے" تاکہ تم اُس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے (بیجد) افسوس نہ کرو، اور جو کچھ تمہاری طرف آئے اُس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ کسی اِترانے والے، اور فخر کرنے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔

آیت ۲۲ کی تشریح : حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا:

" جو فرشتہ ماں کے رحم پر مقرر ہے، وہ ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان وہ سب کچھ لکھ دیتا ہے جو وہ دنیا میں کر گزرنے والا ہے۔" اِس آیت کا یہی مطلب ہے کہ: "کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں آئی ہو یا تمہاری جانوں پر آئی ہو، مگر یہ کہ اُس سے پہلے ہم نے اُسے ایک کتاب میں لکھ دیا ہے۔"

* (تفسیر صافی ـ علل الشرائع)

آیت ۲۳ : زُہد کی مکمل تعریف فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا

" زُہد (دنیا سے بے رغبتی) کا پورا پورا معیار اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ" جو کچھ تمہارے ہاتھ سے چلا جائے، اُس پر افسوس نہ کرو، اور جو مل جائے اُس پر زیادہ خوش نہ ہو"

(تفسیر مجمع البیان)

* مطلب یہ ہے کہ جب خدا نعمتیں عطا فرمائے تو بجائے اِترانے اکڑنے کے انتہائی عاجزی کے ساتھ

www.drhasanrizvi.com

خداوندکریم ورحیم کا شکر بجالاؤ کہ" مالک! میں تو اِس کا اہل نہ تھا مگر آپ کی بخششوں نے مجھے نواز دیا ہے۔" اور جب نقصانات ہوں تو اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور کشادگی کی دعاء اور انتظار کرو۔

البتہ نقصان کی صورت میں فطری غم ' فطرت کا تقاضا ہے۔ البتہ خدا پر اعتراض کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اُس وقت خدا ہی سے شکایت اور دعاء کرنی چاہیئے اور اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے، خدا سے لو لگائے رکھنی چاہیئے۔ بس یہی طریقہ ہر غم و رنج کا علاج ہے کہ بندہ اپنے مالک کی مرضی پر نگاہ رکھے اور اُس سے لو لگائے رکھے۔

(تفسیر ماجدی۔ فصل الخطاب)

یہ لوگ دانا اور حکیم ہیں

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے

" جناب رسولِ خدا ص نے کچھ سواروں کی ایک جماعت سے ملاقات کی۔ آپ نے اُن سے دریافت فرمایا: "تم کون لوگ ہو"؟ انھوں نے عرض کی: "ہم مومن ہیں"۔

آپ نے اُن سے مومن ہونے کی دلیل طلب کی۔ اُنھوں نے عرض کی" یا حضرتؐ! ہم لوگ قضا و قدر اور رضائے الٰہی پر راضی ہیں۔ احکامِ خداوندی کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں، اور اپنے تمام اُمور خدا کے سپرد کر دیتے ہیں پھر اُسی پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔"

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "یہ لوگ دانا اور حکیم ہیں۔ اپنی دانائی و حکمت سے درجۂ پیغمبری کے قریب ہیں۔" پھر فرمایا: "اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو دنیا میں مکان نہ بناؤ، کیوں کہ یہاں ہمیشہ نہ رہو گے، مال جمع نہ کرو؛ کیوں کہ اُس کو کھا نہ سکو گے؛ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچتے رہو؛ کیوں کہ عنقریب اُس کے پاس واپس لوٹ کر جانا ہوگا۔"

(روح الحیات۔ علامہ مجلسیؒ ص ۵۲۱)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ
وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾

(۲۴) جو خود بھی، کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی پر آمادہ کرتے ہیں، اب جو بھی (حق سے) منہ موڑے گا تو اللہ کو اُس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اور اللہ ہی حمد کا حقدار ہے۔ (اس لیے اُس کے ہاں اچھی صفات رکھنے والے ہی مقبول ہو سکتے ہیں)

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا
مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ
بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ
وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ ع

(۲۵) ہم نے اپنے پیغمبروں کو صاف صاف، کھلی، روشن اور واضح دلیلوں، نشانیوں اور ہدایتوں کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے

www.drhasanrizvi.com

ساتھ کتاب (قانونِ حیات) اور میزان (توازن اور اعتدال کا معیار بھی) اُتارا، تاکہ لوگ انصاف اور عدالت کو قائم رکھیں اور ھم نے لوہا بھی اُتارا، جس میں بڑا زور ہے، اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں، تاکہ اللہ جان لے کہ کون بے دیکھے خدا اور اُس کے رسولوںؑ کی مدد کرتا ہے۔ حقیقتاً خدا بڑی طاقت والا اور غالب آنے والا زبردست ہے۔

رسولوںؑ کتابوں اور واضح نشانیوں کے اُتارنے کا مقصد قیامِ عدل ہے

خداوندِ عالم نے فرمایا: "ہم نے رسولوںؑ کو واضح دلیلیں دے کر بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (عادلانہ قوانین) نازل کیا۔ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ لوگ عدالت پر قائم رہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرامؑ، کتابوں اور عادلانہ شریعتوں کے بھیجنے کا اصل مقصد لوگوں میں عدل کو قائم کرنا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ کرامؑ اور آسمانی کتابیں انسانوں کو ایسی تربیت دیں کہ وہ از خود اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عدالت کو جاری کرنے والے بن جائیں۔ گویا عدل قائم کرنے کی راہ اپنے قدموں سے طے کریں۔ یاد رہے کہ عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو اسکا پورا پورا حق دیا جائے۔

لوہا کیوں اُتارا؟

اب کیوں کہ ہر معاشرے میں سرکش، ظالم اور بے ایمان لوگ ضرور ہوتے ہیں اور وہی لوگ عدل کو قائم نہیں ہونے دیتے۔ اِس لیے اُن کی خبر لینے کے لیے لوہا اُتارا جس میں شدید قوت ہے۔

(تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

لوہے کے اُتارنے سے مراد: لوہے کو پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

"وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ" (سورۃ الزمر آیت ۲۹ پارہ ۲۳)

یعنی: "اور ہم نے تمہارے لیے چوپاؤں کے آٹھ جوڑے نازل کیے" (یعنی اُتارے، یعنی پیدا کیے۔"

★ حضرت امام علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "لوہے کے نازل کرنے سے مراد لوہے کا پیدا کرنا ہے"
* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

★ نیز آپؑ نے یہ بھی فرمایا: "یہاں پر لوہے سے (اوّلین) مراد اسلحہ وغیرہ ہے۔"
* (تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، تاکہ لوگ خدائے یکتا کی عبادت کریں، اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں ہے۔"
* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

* مطلب یہ ہے کہ میرے ذمّے یہ کام بھی کیا گیا ہے کہ سرکشوں، ظالموں، جابروں کے خلاف وقتِ ضرورت دفاع کی خاطر تلوار اُٹھاؤں۔ (مؤلف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"تمام خوبیاں تلوار میں ہیں، تلوار کے نیچے ہیں اور تلوار کے سائے میں ہیں۔"

ے ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات (اقبال) * (تفسیر مراغی جلد ۲۷)

★ جناب امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "خدا نے جہاد کو واجب کیا ہے۔ اس کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اور اس کو اپنا مددگار قرار دیا ہے۔ خدا کی قسم دین و دنیا میں کسی چیز کی اصلاح جہاد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔" (فروعِ کافی جلد ۵)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "کچھ لوگوں کو تلوار کے علاوہ کوئی چیز سیدھا نہیں کرسکتی، اور تلواریں دوزخ اور جنت کی چابیاں ہیں۔" (فروعِ کافی جلد ۵)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَٰهِيمَ وَجَعَلْنَا
فِى ذُرِّيَّتِهِمَا ٱلنُّبُوَّةَ وَٱلْكِتَٰبَ فَمِنْهُم
مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿٢٦﴾

(۲۶) بے شک ہم ہی نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور انھیں دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھدی تو اُن میں سے کچھ نے ہدایت قبول کی، اور اُن میں سے اکثر بدکار اور نافرمان ہوکر اللہ کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ نبوت اور کتاب ہمیشہ انبیاء کرام کی اولاد میں رہیں گی۔ کیوں کہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ: "ہم ہی نے نوحؑ اور ابراھیمؑ کو بھیجا اور انہی دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھدیا۔" (آیت پیشِ نظر)

اسی فارمولے اور قانون کے تحت جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور کتاب قرآن کی وراثت آل حضرتؐ کی اولاد ہی میں رہنی چاہیئے۔ کیوں کہ اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ خدا کی سنّت یہی ہے کہ نبوت اور امامت ایک ہی جگہ جمع کردی جائیں۔ "اور خدا کی سنت بدلا نہیں کرتی" (القرآن)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا بھی قرآن میں موجود ہے۔ جب خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی امامت کا اعلان فرمایا، تو حضرت ابراہیمؑ نے فوراً دعا مانگی "وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ؕ" اور میری اولاد میں سے بھی (امام بنا دیجئے)

(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۴ پارہ ۱)

www.drhasanrizvi.com

معلوم ہوا کہ نبیؐ کی وراثت اور امامت نبیؐ کی اولاد کو ملتی ہے۔ اگر یہ چیز عام ہوتی اور نبیؐ کی اُمّت یا اصحاب کو ملنے والی ہوتی تو حضرت ابراہیمؑ اولاد یعنی "من ذریتی" کی دعا کے بجائے " وَمِنْ اُمَّتِیْ یا وَمِنْ اَصْحَابِیْ (یعنی) اور میری امّت یا اور میرے اصحاب کے الفاظ فرماتے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خدا کا طریقہ (و سنّت) اختیار کرکے یہ بتادیا کہ نبیؐ کی وراثت "یعنی وراثت کتاب اور امامت" نبیؐ کی اولاد ہی کو ملا کرتی ہے۔ یہ اُمورِ الٰہی ہیں، نہ کہ عوام النّاس کے اُمور۔ اسی لیے آج سارے عالمِ اسلام میں نماز میں جو درود پڑھا جاتا ہے اُس میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آلِ ابراہیمؑ پر درود بھیجا جاتا ہے اور حضرت محمدؐ کے ساتھ آلِ محمدؐ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ یہ اس بات کا نہایت واضح و روشن ثبوت ہے کہ آلِ محمدؐ، آلِ ابراہیمؑ کا تسلسل ہیں۔
(اور یہی آل محمد جناب رسول خدا کے وارث اور امامت کے امام ہیں) (مجمع البیان ، فصل الخطاب)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

" تعجب ہے اِس اُمّت پر، کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے بعد آلِ ابراہیمؑ کا نام آتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں، لیکن جب حضرت محمدؐ کے بعد آلِ محمدؐ کا نام آتا ہے تو اُن کے چہرے بگڑ جاتے ہیں"
(یہ شاہی درباری علماء و مصنفین کے خبیث اثرات کا نتیجہ ہے۔ ★ .... (الکافی)

★ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے کہ:

" رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ "
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۸ ۔ پارہ ۱)

یعنی: " اے ہمارے مالک! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار قرار دیجیے اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو اپنی مکمل اطاعت کرنے والا قرار دیجیے۔"

نیز حضرت ابراہیمؑ کا اپنی اولاد کو یہ حکم دینا قرآن مجید میں موجود ہے کہ: " اے میرے بیٹو! اللہ نے اپنے دین کو تمہارے لیے چُن لیا ہے۔ پس تم کو موت آئے تو تم (اُس وقت اللہ کے) مکمل فرماں بردار ہونا"
(سورۃ بقرہ آیت ۱۳۲ ۔ پارہ ۱)

؎ اور حضرت یعقوبؑ

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا
فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ
وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ
اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ
فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ
مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷ پھر اُن کے پیچھے پیچھے ہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے، اور سب کے بعد عیسٰے ابنِ مریمؑ کو بھیجا، اُنھیں ہم نے انجیل عطا کی، اور جن لوگوں نے اُن کی پیروی کی، اُن کے دلوں میں ہم نے ہمدردی کرنا، رحم کرنا، لوگوں کی مدد کرنا، ملنساری) اور مہربانی رکھ دی، اور رہبانیّت (یعنی دنیاوی فتنوں سے بچ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھنے) کو اُنھوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشی حاصل کرنے کی طلب میں اُنھوں نے اپنے آپ یہ بدعت پیدا کرلی۔ پھر اُنھوں نے اُس (رہبانیّت) کی پابندی کا بھی جو حق تھا

www.drhasanrizvi.com

اُس کا بھی پورا خیال نہ رکھا (یعنی دُہری غلطی کی۔ ایک تو خود اپنے
اوپر سخت پابندیاں عائد کرلیں، پھر اُن پابندیوں کو بھی پورا نہ کیا۔)
پس ہم نے اُن لوگوں کو جو دل سے ایمان لائے تھے، اُن کا معاوضہ
عطا کردیا، مگر اُن میں کے زیادہ تر لوگ بدکردار اور بداعمال ہیں۔ (۲۷)

رُہبانیّت کی ابتداء کیسے ہوئی ؟

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: "تم جانتے ہو کہ رہبانیت کیسے پیدا ہوئی ؟" اصحاب نے عرض کی: خدا اور خدا کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔" اِس پر آں حضرتؐ نے فرمایا:"

"حضرت عیسٰیؑ کے بعد ظالم اور جابر لوگوں کی ایک جماعت کا ظہور ہوا۔ مومنین نے تین مرتبہ اُن سے جنگ کی، مگر شکست کھائی (اُن کے خوف سے) جنگلوں میں جا چھپے اور جن کے آنے کا وعدہ حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا تھا (کہ میرے بعد احمدؐ نام کے ایک رسولؐ آئیں گے اُن پر ایمان لانا) اُن کا انتظار کرنے لگے، اور پہاڑوں کے غاروں میں خدا کی عبادت کرتے رہے۔ پھر اُن میں سے کچھ تو اپنے اِس طرزِ عمل (انتظار) اور دین پر قائم رہے، اور کچھ نے کفر و انکار کی راہ اختیار کرلی۔"

پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ میری اُمت کی رُہبانیّت کیا ہے؟ میری اُمت کی رہبانیت، ہجرت کرنا، جہاد کرنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، حج اور عمرہ کرنا ہے۔"

(دائرۃ المعارف التفسیر مجمع البیان، تفسیر درِ منثور جلد ۶)

www.drhasanrizvi.com

رہبانیت کے نقصانات

"لا رھبانیۃ فی الاسلام" (اسلام میں رہبانیت نہیں)
* (الحدیث از تفسیر نمونہ) *

(۱) رہبانیت فطرتِ انسانی کے خلاف ہے۔ کیوں کہ انسان تمام ماہرینِ عالم کے نزدیک مدنی الطبع ہے۔ معاشرتی حیوان ہے۔

(۲) رہبانیت یعنی ترکِ دنیا اور گوشہ نشینی اخلاقی بلندی نہیں، بلکہ اس سے اخلاقی انحطاط اور کمی وجود میں پیدا ہوجاتی ہے" وہ اس طرح کہ انسان مسائل کا مقابلہ کرنے کے بجائے راہِ فرار اختیار کرتا ہے، اس میں سستی، کاہل وجودی، حرامخوری' دوسروں پر بوجھ' اور بالآخر تکبر' احساسِ برتری یعنی خود کو بڑا عابد و پارسا' اور دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہے' اور غرور زہد جیسی بری صفات کا مجسمہ اور نتیجہ بن جاتا ہے۔ انسان کی فضیلت معاشرے سے فرار اور گوشہ نشینی میں نہیں ہے، بلکہ انسانوں سے اُنس و محبت اور خدمتِ خلق میں ہے: اور محنت میں ہے۔

؎ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا ٭ سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا۔

(۳) رہبانیت کی سب سے بری خصوصیت شادی نہ کرنا (نسل کشی) ہے اس مذموم صفت سے انسان کے اندر نفسیاتی اور جنسیاتی الجھن اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں' اس کا انجام جنسی بے راہ روی ہوتی ہے۔ اسی لیے "اینوسانس" کے تیسرے پوپ نے گرجوں کو فاحشہ خانہ کہا ہے۔
(تاریخ اہلِ وراثت جلد ۱۳ ص ۲۲۳)

؎ راستے بند کیے دیتے ہو دیوانوں کے ٭ ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے
(قمر جلالوی)

؎ رُکتا نہیں روکے سے مزاجِ طبیعت ٭ چشمہ رہِ دشوار میں ہوتا ہے رواں اور (غالب)

؎ اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اسکی = ترس رہی ہے مگر لذتِ گنہ کے لئے (اقبال)

٭ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ۔

www.drhasanrizvi.com

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝"

یعنی: "کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمھیں خبر دیں (یا بتا دیں) کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ وہ، وہ ہیں جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئیں، لیکن اس کے باوجود وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔" ★ (سورۃ الکہف آیت ۱۰۳-۱۰۴ - پارہ ۱۶)

یہ آیت پڑھ کر امام ؑ نے فرمایا: "اس کے اوّلین مصداق وہ راہب ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو پہاڑوں، بیابانوں کو اونچی جگہوں قید کر رکھا ہے اور وہ بزعمِ خود یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام انجام دے رہے ہیں۔"

★ —— (کنز العمال جلد ۲ حدیث ۴۴۹۶)

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" (الحدیث اور تفسیر نمونہ)
(اسلام میں رہبانیت نہیں)

★ اسلام عدل کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا: "اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" (سورۃ آیت پارہ ۶)

یعنی: "عدل و اعتدال سے کام لو کہ یہی تقویٰ سے قریب ترین ہے۔"

★ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ ہم سے نہیں ہے جو دنیا کو آخرت کے لیے ترک کر دے، اور آخرت کو دنیا کے لیے ترک کر دے۔" ★ (الحدیث) (احیاء العلوم)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ طَلَبُ الْحَلَالِ" (افضل ترین عبادت حلال طریقوں سے روزی کمانا ہے۔)

★ —— (تحف العقول)

★ نیز فرمایا: "اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْءً اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ" ★ — (الکافی)

یعنی: "عبادت کے ستر حصے ہیں جن میں سب سے افضل حلال روزی کمانا ہے۔"

www.drhasanrizvi.com

نیز حضورِ اکرم صؐ نے ارشاد فرمایا: "میری اُمت کی رہبانیت دنیا کو ترک کر دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی راہ میں جہاد (سخت کوششیں) کرنا ہے۔

★ ——— (مسند احمد۔ مسند ابی یعلیٰ۔ تفسیر کبیر)

★ صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب نے فرمایا: "میں ساری رات نمازیں پڑھا کروں گا۔"

★ دوسرے صاحب نے فرمایا: "میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا۔"

★ تیسرے صاحب نے فرمایا: "میں کبھی شادی نہ کروں گا۔"

★ جناب رسولِ خدا نے یہ سُن کر فرمایا:

"خدا کی قسم، میں تم سے کہیں زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، پرہیزگاری اختیار کرتا ہوں، مگر میرا طریقۂ زندگی (سنّت) یہ ہے کہ میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں راتوں کو نمازیں پڑھتا بھی ہوں، اور سوتا بھی ہوں، میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

اب جن صاحب کو میرا طریقہ پسند نہ ہو اُن کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔"

★ (بخاری۔ مسلم۔ متفق علیہ)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"تم لوگ از خود اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ پھر اللہ بھی تم پر سختی کرے گا۔ ایک گروہ نے یہی تشدّد اختیار کیا تھا، جس پر اللہ نے بھی اُسے سختی سے پکڑا۔ اب دیکھ لو کہ اُنہی تشدّد پسند لوگوں کے کچھ بقایاجات راہب خانوں اور کنیسوں میں مقیّد موجود ہیں۔" ★ (ابو داؤد)

★ رہبانیت کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے خوب فرمایا:

★ یہ معاملے ہیں نازک، جو تری رضا ہو تو کر ⁂ کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

★ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری ⁂ کہ رسمِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

★ تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست ⁂ با من میا کہ مسلکِ شبیرم آرزوست

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

عیسائیوں کی غلطیاں

خود اُن ہی کی تاریخ سے خوب واضح ہیں۔ مثلاً:

(۱) راہبوں، پادریوں نے عفت پر اس قدر زیادہ زور دیا کہ عورت مرد کے تعلق ہی کو نجس قرار دے۔ خواہ وہ تعلق نکاح ہی سے کیوں نہ ہو۔

(۲) دنیا کو اتنا ذلیل سمجھا کہ سرے سے مال و دولت رکھنا ہی گناہ قرار دے دیا، چاہے وہ مالِ حلال ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) ترکِ لذات اور نفس کو بُری طرح کچلنا بلند اخلاق کا معیار بنا دیا۔

(۴) نیک لوگوں کو اسقدر اہمیت دی کہ اولیاء پرستی شروع ہوگئی، بتوں کے بجائے مسیح اور مریم کے مجسموں کی پوجا ہونے لگی

رہبانیت کی مذموم رسومات تاریخ کے آئینے میں

* رہبانیت کا آغاز ۲۵۰ء میں مصر سے ہوا۔
* "سینٹ انتھونی" پہلا مسیحی راہب تھا، اس نے پہلی خانقاہ بنائی، پھر تو جگہ جگہ خانقاہیں بن گئیں ۳۲۵ء میں مصر میں دس بڑی بڑی خانقاہیں بن گئیں۔
* ترکِ دنیا، تجرد، غریبی، مفلسی، روحانی کمال بن گیا۔
* شادی کرنا، اولاد پیدا کرنا، ملکیت رکھنا، گناہِ عظیم قرار پائے۔
* سینٹ سیمون اسٹائلائیٹ ۳۹۰ء یورپ عیسائیوں کے ولیِ اعظم تھے۔
* ایک سال تک ایک ٹانگ پر کھڑے رہے، ساٹھ فٹ بلند ایک ستون بنا کر اُس پر تیس سال دھوپ بارش میں پڑے رہے
* نیز کسی ولی کی سب سے بڑی تعریف یہ تھی کہ وہ تیس سال تک خاموش رہے۔ یا جنگلوں میں مارا مارا پھرتے رہے۔ گھاس کھائے، کوئی بھاری پتھر ہر وقت اپنے اوپر لادے رکھے، کوئی خود کو زنجیروں میں جکڑا رکھے وہ پرانی قبروں، اندھے کنوئیں میں پڑے رہتے، کچھ ہر وقت ننگے پھرتے رہتے
* اُن کے مرنے کے بعد اُن کی ہڈیاں خانقاہوں میں سجائی اور پوجی جاتیں۔

اِن اولیاء کی دوسری بڑی خصوصیت یہ تھی کہ بالکل گندے رہتے، جسم کی صفائی کو روح کی نجاست

www.drhasanrizvi.com

کہتے تھے۔

- ★ ایک ولی نے زندگی بھر اپنے پیر ہی نہ دھوئے۔
- ★ سینٹ ابراہام صاحب نے پچاس سال تک اپنا منہ نہ دھویا۔
- ★ ایک سوتیس راہبات کی سب سے بڑی تعریف یہ لکھی گئی کہ وہ زندگی بھر کبھی نہائی نہیں۔
- ★ سینٹ جیروم جیسا عظیم عیسائی عالم لکھتا ہے کہ جو عورت مسیح کی خاطر زندگی بھر شادی نہ کرے وہ مسیح کی ساس بن جاتی ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ: عفت کی کلہاڑی سے ازدواجی تعلقات کو کاٹ کر پھینک دینا سالک کا اولین کام ہے۔

- ★ سینٹ ایمومن ST. Amomon نے اپنی شادی کی پہلی رات اپنی دلہن کو جنسی تعلقات کی نجاست پر اتنا زبردست وعظ دیا کہ دونوں نے طے کر لیا کہ زندگی بھر جنسی تعلق قائم نہ کریں گے۔
- ★ سینٹ ابراہام پہلی ہی رات بیوی کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔
- ★ پوپ سائریکس Siricus نے حکم جاری فرمایا کہ جو پادری شادی کرے یا شادی شدہ پادری اپنی بیوی سے جنسی عمل کرے وہ اپنے منصب سے معزول کر دیا جائے گا۔

پھر اس کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ ماں باپ، بھائی بہن، اولاد تک کے رشتوں کو کاٹ ڈالا گیا۔ ان کی محبت گناہ عظیم قرار پائی۔

- ★ راہب ایوگرس Evagrius سالوں جنگلوں میں ریاضتیں کرتا رہا۔ ایک بار یکایک اُس کے ماں باپ کے خطوط آ گئے جو اُس کی جدائی میں تڑپ رہے تھے، اُس نے اُن خطوط کو بغیر کھولے آگ میں جلا دیا کہ کہیں انسانوں سے محبت کے جذبات جاگ نہ اٹھیں۔

www.drhasanrizvi.com

★ ایک عظیم پادری میوٹیس Mutius بڑا دولتمند تھا کہ اچانک راہب بن گیا اور اپنے آٹھ سالہ بیٹے کو لے کر خانقاہ جا پہنچا۔ روحانی ترقی کے لیے اولاد کی محبت دل سے نکالنی ضروری تھی۔ اس لئے برسوں اس کے سامنے اُس کے بیٹے کو مارا پیٹا جاتا اور وہ اس کو دیکھا رہتا۔ پھر خانقاہ کے شیخ نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے سمندر میں پھینک دو۔ جب وہ پھینکنے لگا تو راہبوں نے بچے کی جان بچائی، اور اُس کو سرٹیفکیٹ دیا کہ وہ مرتبۂ ولایت تک پہنچ گیا۔

اِس انسان دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب عیسائیوں میں ۹۰ فرقے ہو گئے تو ایک فرقہ دوسرے فرقے کے لوگوں کو زندہ جلا ڈالتا تھا۔ ایرین فرقے کے بشپ نے دوسرے فرقے کی خانقاہوں پر حملہ کر دیا، اور خانقاہوں سے کنواری راہبات کو پکڑ پکڑ کر نکالا اور ننگا کر کے کانٹوں والی ٹہنیوں سے خوب خوب پیٹا اور جسموں پر داغ لگائے۔ دوسرے فرقے نے خود ایریس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

ایک فرقے کے راہب دوسرے فرقے کی راہبہ کو پکڑ کر اپنے کلیسا لے گئے اور قتل کر دیا۔ اُس کی بوٹی بوٹی نوچ نوچ کر آگ میں جلائی۔ ایک دن میں ایک چرچ میں ۱۲۷ آدمی قتل کیے گئے۔

★ سینٹ ایواگریس نے فلسطین کے راہبوں کی بیحد تعریف لکھی، کہ وہ عورتوں کے ساتھ ننگے ایک ساتھ غسل کرتے ہیں، ایک ساتھ سوتے ہیں، ہم آغوش بھی ہوتے ہیں، مگر جنسی عمل نہیں فرماتے۔ اس پر قابو رکھتے ہیں، اِس لیے وہ بڑے پہنچے ہوئے راہب ہیں۔ (ماشاء اللہ)

★ **اِس کا آخری انجام** یہ ہوا کہ دسویں صدی ع کا اطالوی بشپ لکھتا ہے کہ "اگر چرچ میں مذہبی علماء پر بدچلنی کی سزا کا قانون نافذ کر دیا گیا تو کمسن لڑکوں کے سوا کوئی عالم سزا سے نہ بچ سکے گا اور اگر حرامی بچوں کو مذہبی جذبات سے الگ رکھنے کا قانون نافذ کر دیا گیا تو چرچ کے خادموں میں کوئی لڑکا باقی نہ رہے گا۔"

مغربی مفکرین کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ "راہبوں کی خانقاہیں طوائفوں کے چکلے ہیں"

www.drhasanrizvi.com

آخر کار پادریوں اور مذہبی کارکنوں میں محرمات تک سے ناجائز تعلقات، اور لڑکوں سے خلافِ فطرت تعلقات رکھنے کے جرائم عام ہو گئے اور کلیسائیں 'اعترافِ گناہ Confession کی رسم کے سبب بدکاری کا ذریعہ بن گئیں۔

(تفہیم)

★ کوئی عورت لڑکا یا راہبہ، راہب کے سامنے اپنی زناکاری کا اعتراف کرتی، تو راہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں کام بن سکتا ہے، دال گل سکتی ہے۔ اِس طرح عیاشیوں کے راستے خوب خوب کھلے اور راہبوں پادریوں نے عورتوں اور راہبات اور لڑکوں کے ساتھ خوب گل چھرے اُڑائے۔

(مؤلف)

★ البتہ، اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تارک الدنیا، راہبوں نے بہت سی خدمات بھی انجام دیں۔ مثلاً ناقابلِ علاج مریضوں کی تیمار داری اور علاج کرتے ہیں۔ دور دور جنگلوں میں جا کر وحشی قوموں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ علمی خدمات اور تحقیقات انجام دیں۔ اِس لیے آج بھی انگریزی میں بڑے عالم کو بیچلر Bachelor کہتے ہیں۔ جس کے معنی اصل میں "غیر شادی شدہ انسان" کے ہیں مگر رہبانیت کے اِن فوائد سے کہیں زیادہ اس کے نقصانات ہیں۔

★ اِسلام میں زُہد کے معنی ترکِ دنیا نہیں، بلکہ ترکِ حرام، سادہ زندگی بسر کرنا، عیش و عشرت کو ترک دینا ہے اور انسان کی خدمت اور جہاد کرنا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

ع نکل کر خانقاہوں سے، ادا کر رسمِ شبیری ⁂ کہ رسمِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

★ ابنِ مسعود سے مروی ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰؑ کی اُمت میں سے دو گروہ نجات پا گئے۔ ایک وہ لوگ جو سلاطینِ جور کے ملحدانہ رویّے کے خلاف احتجاج کرنے پر قادر ہوئے اور اُن سے جنگ کر کے جامِ شہادت نوش کر گئے، اور دوسرے وہ جو مقابلے کی تاب لا کر اپنے دین کو بچاتے ہوئے رہبانیت کی آڑ میں جنگلوں اور پہاڑوں میں متفرق ہو گئے بس اُن میں جنھوں نے مجھے تسلیم کر لیا اور رہبانیت کو اپنی حدود کے ساتھ قائم کیا۔ جو ایمان نہ لائے وہ ہلاک ہو گئے۔"

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَءَامِنُوا۟ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾

(۲۸) اے وہ لوگو! جو ایدی حقیقتوں کو دل سے مانتے ہو' اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ (محمدؐ) پر ایمان لاؤ (یعنی تم فقط زبان سے نبوت کا اقرار نہ کرو' بلکہ سچے دل سے ایمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو (یا اے وہ لوگو! جو عیسیٰؑ کو مانتے ہو' محمدؐ کو بھی خدا کا رسول مانو) اللہ تمھیں اپنی رحمت کے دُو حصّے عطا کرے گا' اور تمھارے لیے ایک ایسی روشنی پیدا کر دے گا کہ تم اُسے ساتھ لیے لیے چلو پھرو گے (یا) جس کی روشنی میں تم چلو گے۔ پھر وہ (تمھارے گناہ بھی) معاف کر دے گا۔ اللہ تو بہت بڑا معاف کرنے والا' اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔ (۲۸)

* ممکن ہے' کہ یہ خطاب عیسائیوں سے ہو کہ: تم نے حضرت عیسٰےؑ کو مانا' اب ہمارے آخری رسولؐ پر بھی ایمان لے آؤ' تاکہ ہم تمھیں اپنی رحمت کے ایک نہیں' بلکہ دُو حصّے عطا کریں۔ ایک حصّہ حضرت عیسٰےؑ پر ایمان لانے کا اور دوسرا حصّہ حضرت محمدؐ پر ایمان لانے کا۔ تاکہ تمھارا ایمان لانا دوسروں کے لیے ہدا اور سبب نجات ہو۔ ←

www.drhasanrizvi.com

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کو دل سے مان لیں گے، اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ہمارے رسولؐ کی عملاً پیروی کریں گے، تو ہم اُن کو اپنی رحمت کے دو حصے (یعنی) دنیا اور آخرت دونوں کا اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ جیسا کہ خود خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

" وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ "

(سورۃ ۔ العنکبوت آیت ۲۷ پارہ ۲۰)

یعنی: اور ہم نے انھیں اُن کا اجر دنیا میں بھی عطا کیا اور آخرت میں بھی وہ نیک کام کرنے والوں میں سے ہیں۔

★ دوسری جگہ فرمایا:

" فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ " (سورۃ آلِ عمران آیت ۱۴۸ پارہ ۴)

یعنی: پس اللہ نے انھیں دنیا کا ثواب بہتر عطا کیا اور آخرت کا ثواب بھی عطا فرمایا۔

——— (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفسیر ماجدی)

★ غرض مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہاں " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا " سے مراد کون ہیں؟

★ ایک طبقے کا خیال ہے کہ ان سے مراد حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے عیسائی ہیں۔ اُن سے کہا جا رہا ہے کہ تم محمدؐ پر بھی ایمان لاؤ۔ اِس پر تمھیں دوہرا اجر ملے گا۔

★ مفسرین کا دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ یہ خطاب محمدؐ کے ماننے والوں سے ہے۔ کہ تم صرف زبانی کلامی ایمان پر اکتفا نہ کرو، بلکہ سچے دل سے اللہ و رسولؐ کو مانو تو ایک اجر اِس کا ملے گا۔ اور دوسرا اجر اس بات کا ملے گا کہ تم نے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کیا۔

★ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔ اِس لیے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا۔ (۱) وہ اہلِ کتاب جو اپنے پچھلے نبیؑ کو بھی مانتے ہیں اور محمدؐ کو بھی خدا کا رسول مانتے ہیں

——— (بخاری، مسلم)

★ دوسری تفسیر کی تائید قرآن مجید کی اِس آیت سے ہوتی ہے کہ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا

www.drhasanrizvi.com

"اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا"
(سورۂ ۳۴ سبا آیت ۳۷ ۔ پارہ ۲۲)

یعنی: "جس نے ایمان قبول کیا اور اعمالِ صالح بجالایا، تو اُن کے لیے اُن کی کارگذاریوں کی دوہری جزاء ہے۔"

★ اِس لیے دونوں تفسیریں صحیح ہیں، لیکن دوسری تفسیر اِس مقام پر زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیوں کہ پچھلے مضامین اِس تفسیر کی تائید کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، کشاف، تفہیم، تفسیر نمونہ۔ تفسیر مجمع البیان)

★ اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "وہ تمھیں وہ نور بخشے گا کہ جس کی روشنی میں تم چلو گے۔"

یعنی: ایسی ہدایت اور ایسی سمجھ عطا فرمائے گا کہ تم عملی زندگی میں سیدھی اور ٹیڑھی طرزِ فکر و عمل کے درمیان امتیاز کر سکو گے، اور یہی سمجھ آخرت میں نور بن جائے گی۔ جس کا ذکر آیت ۱۲ میں آچکا ہے۔

★ آخر میں خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "خدا تمھارے قصور معاف کر دے گا۔"

یعنی: ایمان لانے کے بعد، ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کے سلسلے میں تم سے جو کوتاہیاں غلطیاں ہو جائیں گی اُسے خدا اپنی رحمت سے معاف فرمادے گا، بشرطیکہ انسان نے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی عملاً کوششیں کی ہوں گی اور اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہو کر خدا سے معافیاں طلب کی ہوں گی۔

(مؤلف)

شانِ نزول

کفارِ مکّہ کے ظلم و جبر کی وجہ سے جناب رسولِ خداؐ نے حضرت جعفر طیار ابن ابی طالبؑ کو ستّر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جعفرؑ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گئے اور اُن کو اسلام کا پیغام سنایا، وہ ایمان لے آیا۔ جب حضرت جعفر طیار واپس مکّہ جانے لگے تو حبشہ کے چالیس آدمیوں نے آپؑ کے ساتھ مدینہ جانا چاہا۔ تو آپؑ اُن کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ جب اُنھوں نے مدینہ میں مسلمانوں کا فقر و فاقہ دیکھا تو جناب رسولِ خداؐ سے عرض کی کہ:

www.drhasanrizvi.com

"ہم اپنے ملک میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم اپنا مال و متاع یہاں لے آئیں اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔"؟

جناب رسولِ خداؐ نے اُن کو اجازت دے دی۔ وہ اپنا مال لے آئے اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف سورۂ قصص (۲۸ آیت ۵۴۔ پارہ ۲۰) میں بھی فرمائی اور اس آیت میں بھی فرمائی کہ اُن کو دوہرا اجر دیا جائے گا۔ (۱) ایمان لانے کا (۲) ایثار کرنے کا۔

* ——— (تفسیر مجمع البیان جلد ۹۔ تفسیر ابوالفتوح رازی، تفسیر روح المعانی)

اس آیت میں مومنین سے بھی خطاب ہے

مومنین کو بتلایا جا رہا ہے کہ صرف ظاہری، زبانی ایمان لانا کافی نہیں ہے، بلکہ وہ ایمان درکار ہے جو روح کی گہرائیوں میں اُتر جائے جس کا عملی منطقی نتیجہ خدا کی عملی اطاعت اور فرماں برداری ہو۔

؎ رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل ❊ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟

* مسلمانوں کو دوہرا اجر اس بات کا ملے گا کہ (۱) جب وہ سوچ سمجھ کر دل سے ایمان کی حقیقت کو قبول کریں۔ اس طرح کہ خدا و رسولِ خداؐ پر اُن کو ایسا یقین حاصل ہو جائے کہ جو اُن کے وجود کا حصّہ بن جائے۔ (۲) اور دوہرا اجر نیک اعمال انجام دینے کا ہو گا جو ایمان کا ثمر اور حقیقت essence ہے۔

* ——— (تفسیر نمونہ)

* فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْعَمَلُ" یعنی: "ایمان عمل کا نام ہے"۔

* ——— (اصولِ کافی)

تقویٰ کے آثار

(۱) تقویٰ۔ یعنی گناہوں سے عملاً بچنا۔ اور فرائضِ الٰہیہ کا ادا کرنا۔ اُس وقت ممکن ہوتا ہے جب انسان واقعتاً دل سے خدا اور رسولؐ کو اپنا مالک اور حاکم مان لیتا ہے

www.drhasanrizvi.com

جس کی وجہ سے اُس کے دل و دماغ سے غفلت کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور عقل روشن ہو جاتی ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا: "اے ایمان لانے والو! اگر تم تقویٰ (کی زندگی) اختیار کرو گے تو خدا تمہیں حق و باطل کے فرق کو سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائے گا۔" (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲ پارہ ۳)

پھر فرمایا: "اگر تم تقویٰ (کی زندگی) اختیار کرو گے تو خدا تمہیں علم و دانش سے نوازے گا۔"

اور اسی آیت ۲۸ میں فرمایا: "اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تمہارے لیے نور قرار دے گا جس کی روشنی میں تم قدم بڑھا سکو گے۔"

بات یہ ہے کہ جب تک انسان کے دل میں خدا کی عظمت کا احساس بیدار نہیں ہوتا، جو تقویٰ کی اصل ہے، انسان اپنی خواہشات اور تمناؤں میں ہی اُلجھا رہتا ہے، اس لیے وہ صحیح فیصلے نہیں کر پاتا۔ دنیا کی چمک دمک اُس کو اندھا کر دیا کرتی ہے، اس لیے وہ حقیقتوں کو نہیں دیکھ پاتا۔ جب ایمان اور تقویٰ اختیار کر لیتا ہے تو حرص و کبر و طمع اور غفلت کا غبار چھٹ جاتا ہے اور روحِ انسانی پر چھائے ہوئے حرص و ہوس کے بادل صاف ہو جاتے ہیں، پھر صفحۂ دل پر آفتابِ حقیقت چمکنے لگتا ہے۔ حقائق سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ ادراک کی لذت نصیب ہوتی ہے جس کی تعریف و توصیف ناقابلِ بیان ہے۔

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اگر شیاطین انسانوں کے دلوں پر مسلّط نہ ہوں (مراد خواہشاتِ نفسانی و شیطانی) تو انسان ملکوتِ (حکومتِ) آسمانی کو دیکھ لے۔"

★ .... (الحدیث) احیاء العلوم غزالی)

★ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "جہاں ہوائے نفس ہو، وہاں دین نہیں ہوتا اس لیے کہ عقل اور ہوائے نفس ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔"

★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

ع ۴
۲۰

﴿۲۹﴾ (اور یہ سب کچھ اللہ تمھیں اس لیے عطا کرے گا) تاکہ اہلِ کتاب
یہ جان لیں کہ اُنھیں اللہ کے فضل وکرم پر کسی قسم کی کوئی اجارہ داری
نہیں، اور یہ کہ اللہ کا فضل وکرم (خود) اُس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔
وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بہت بڑے فضل وکرم
والا ہے۔

(یا) (تم مسلمانوں کو بھی نیکی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے) تاکہ اہلِ کتاب
کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل پر اُن کا کوئی اجارہ نہیں۔ اور یہ
کہ اللہ کا فضل اُس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے
عطا فرماتا ہے، اور اللہ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے۔ ﴿۲۹﴾

★ مطلب یہ ہے کہ جو اہلِ کتاب مسلمان نہیں ہوئے، اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ کے فضل وکرم پر

www.drhasanrizvi.com

کوئی قدرت نہیں رکھتے کہ جس کو چاہیں خدا سے دلوائیں، اور جس کو نہ دینا چاہیں اُس کو دینے سے خدا کو روک دیں۔ ٭ (ابنِ جریر۔ جلالین، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین)

٭ یہ مطلب اُن مفسّرین نے لکھا جنھوں نے آیت میں لفظ "لا" کو زائد مانا۔

٭ اب جن ماہرین نے "لا" کو زائد نہ مانا، اُنھوں نے اِس آیت کا مطلب یہ لکھا کہ:

"اہلِ کتاب یہ نہیں جانتے کہ اُنھیں اللہ کے فضل و کرم پر کوئی قدرت یا اختیار حاصل نہیں ہے"۔

یعنی وہ مسلمان ہو کر اللہ کے فضل و کرم کو حاصل کرنے کے پورے پورے مستحق ہو سکتے ہیں۔
٭......... (بلاغی۔ فصل الخطاب)

آیت کا پیغام

یہ ہے کہ خدا صاحبانِ ایمان و تقویٰ کو کئی کئی گنا نورانیت، انعامات اور مغفرتیں عطا فرمائے گا، تاکہ اہلِ کتاب جان لیں کہ خدا کا فضل و کرم اُن کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ سب خدا کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ وہ تمھاری مرضی کا تابعِ فرمان نہیں ہے۔ خدا جسے چاہتا ہے اپنا فضل و کرم عطا فرماتا ہے، اور خدا بے حد و بے حساب فضل و رحمت کا مالک ہے۔

اصل میں یہ جواب ہے اہلِ کتاب کے اُس اعتراض کا کہ وہ کہتے تھے کہ: "اے مسلمانو! تمھارا قرآن تو خود یہ بتا رہا ہے کہ تمھارا خدا اُن اہلِ کتاب کو دوہرا اجر دے گا جو محمدؐ پر ایمان لائیں گے۔ اب جبکہ ہم محمدؐ پر ایمان نہیں لائے ہیں تو دوہرا نہیں تو اکہرا اجر تو ہمیں ضرور ملے گا۔

قرآن اُن کو جواب دے رہا ہے کہ: تم سے دوہرے اجر کا وعدہ نہیں کیا جا رہا ہے، دوہرے کا وعدہ اُن سے کیا جا رہا ہے جو پچھلے انبیاءِ کرامؑ کو بھی دل سے مانتے ہیں، اور محمدؐ کو بھی دل سے مانتے ہیں۔ اب جب تم محمدؐ پر ایمان ہی نہیں لائے ہو تو تمھیں اجرِ الٰہی کا کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔ یہ دوہرا حصّہ ملنا محمدؐ پر ایمان لانے سے مشروط ہے۔ اب تم کو پتہ چلا کہ رحمتِ الٰہی کا بانٹنا تمھارے

www.drhasanrizvi.com

اختیار میں نہیں ہے کہ تم جسے چاہو بندر بانٹ کرلو۔ اللہ کی رحمت اللہ کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے دے، جسے چاہے نہ دے۔ (وہ اہل کو دے گا نااہل کو نہ دے گا۔)

★ یاد رہے کہ یہودی اور عیسائی یہ دعوے کرتے تھے کہ جنّت اور خدا کی رحمت فقط اور صرف ہمارے لیے ہے، کوئی دوسرا خدا کی رحمت اور جنّت میں کوئی حصّہ نہیں رکھتا۔ وہ کہتے تھے کہ

"وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۱ پارہ ۱)

یعنی: "اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جنّت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا، مگر وہ جو یہودی ہو، یا عیسائی ہو۔ یہ اُن کی اُمیدیں (خام خیالیاں) ہیں۔ آپؐ کہدیجیے کہ اگر تم سچے (دعوے باندھ رہے ہو) تو اپنی دلیل پیش کرو۔"

یعنی: یہودیوں کا دعوےٰ تھا کہ صرف یہودی جنّت میں جائیں گے اُن کے علاوہ کوئی اور جنّت میں داخل نہ ہوگا، اور عیسائیوں کا دعوےٰ تھا کہ صرف عیسائی جنّت میں داخل ہوں گے اُن کے سوا کسی کو جنّت میں جانے کا حق نہیں۔ حالاں کہ یہ اُن کی خام خیالی تھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۵ پارہ ۱)

"حالاں کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔"

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوٰتُ وَالسَّلٰمُ وَالتَّحِيَّةُ وَالْإِكْرَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ وَالصَّلٰوٰتُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

کاتب: جعفر حسین (۳۶ بی لانڈھی) (گھروہ جالپوری ثم چوڑیالوی) ۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ ۱۶ مئی ۲۰۰۲ء پنجشنبہ
فون: ۵۰۳۰۸۴۹